مکتبۃ التحقیق والتخریج
0333-4104598

اصول حدیث
و
اصول تخریج

تالیف

ابو محمد خرم شہزاد

تقریظ

حکیم مبشر علی حسن — **حافظ محمد یحیی حامدی**

مکتبۃ التحقیق والتخریج

0333-4104598

نام کتاب : اصولِ حدیث و اصولِ تخریج

تالیف : ابو محمد خرم شہزاد

ناشر : مکتبۃ التحقیق والتخریج

0333-4104598

بذریعہ خط و کتابت تحصیل و ضلع گوجرانوالہ، پنجاب
ڈاکخانہ قلعہ دیدار سنگھ بمقام موسیٰ دوگل

اشاعت اوّل : اپریل 2017ء

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ: غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔ 042-37244973

مکتبہ صبح روشن: اُردو بازار لاہور۔ 0321-4275767

مکتبہ اسلامیہ: بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد۔ 041-2631204

جامعہ البانیہ: نزد گرین ہل فیکٹری شتاب گڑھا فتح گڑھ ایجنسی، سیالکوٹ 0321-7145727

دارالمستقیم لائبریری: ملحقہ جامع مسجد خالد بن ولید ریگل چوک شیخوپورہ 0300-5177964

مکتبہ نعمانیہ: اُردو بازار، گوجرانوالہ۔ 055-4235072

منظور بک ڈپو: اُردو بازار، گوجرانوالہ۔ 055-4234992

سبحان اللہ کتاب گھر: اُردو بازار، گوجرانوالہ۔ 0312-7157502

نوید بک پیلس: رحمٰن سنٹر نزد ریلوے پھاٹک، حافظ آباد۔ 0547-520697,521697

اللہ

کے نام سے

جو بڑا ہی مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتبۃ التحقیق والتخریج

کا پختہ عزم

1. الدین الخالص الاسلام کی اشاعت
2. الکتاب والسنۃ کی اتباع
3. قرآن و سنت (حدیث)، صحیح، حسن، صریح متصل مرفوع، غیر مجروح، احادیث سے استدلال اور ضعیف اور مردود روایات سے مکمل اجتناب کیا جائے گا۔
4. متصل مرفوع، صحیح حدیث کے مقابلے میں موقوف روایت قابلِ حجت نہیں لیکن مرفوع حدیث کی تائید میں لی جائے گی۔
5. صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ، تبع تابعین رحمہم اللہ کے اُس فہم کو لیا جائے گا جو رسول اللہ کے قول، فعل اور تقریر کی تائید میں ہوگا۔
6. اصول حدیث و اصول تخریج اور علم اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کے ماہر علماء متقدمین محدثین کے اصول وضوابط کو مدنظر رکھا جائے گا۔
7. متساہلین اور متاخرین کے خود ساختہ قاعدے مثلاً حسن لغیرہ، حسن لذاتہ، مرسل خفی، کثیر التدلیس وقلیل التدلیس وغیرہ وغیرہ قاعدے متقدمین محدثین کے اصول حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہیں۔ ان سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے گا۔
8. اہل باطل کا رد متقدمین محدثین کے اصولِ حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جائے گا۔
9. ان شاء اللہ

فہرست مضامین

باب 2

صحیح حدیث

باب 3

بیانِ خبرِ مردود بلحاظِ طعن راوی

باب 4

مرفوع

باب 5

اسناد اور اس کے متعلقات

باب 6

علم جرح وتعدیل کا بیان

اُصول تخریج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

متقدمین محدثین کے صحیح اصول وضوابط کو منظرِ عام پر لانا بہت ہی ضروری اور لازمی تھا متقدمین محدثین ہمیشہ ان اصول وضوابط پر کاربند رہے۔ قرآن وسنت (حدیث) صحیح، حسن، صریح متصل مرفوع، غیر مجروح۔ متصل مرفوع، صحیح حدیث کے مقابلے میں موقوف روایت قابل حجت نہیں لیکن مرفوع حدیث کی تائید میں لی جائے گی۔ بعض لوگ ضعیف+ضعیف+ضعیف قاعدہ کی وجہ سے بعض روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں یہ قاعدہ متساہلین اور متاخرین نے رواج دیا۔

ضعیف روایت کی کثیر تعداد میں بھی سندیں ہوں تو اس سے روایت قوی نہیں ہو جاتی یہی قول راجح اور صحیح ہے۔ متساہلین اور متاخرین کے خود ساختہ قاعدہ مثلاً حسن لغیرہ، حسن لذاتہ، مرسل خفی، کثیر التدلیس وقلیل التدلیس وغیرہ یہ خود ساختہ قاعدہ متقدمین محدثین و اصول حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہے۔ متقدمین محدثین کی تحقیق کے میدان میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ متقدمین محدثین کے جانچ پرکھ کے کڑے معیار کو سامنے رکھ کر بھائی محقق ابو محمد خرم شہزاد نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مؤلف کی متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں اور کچھ زیر طبع ہیں۔ مؤلف کو اللہ نے علم رجال کے شوق سے سرشار کیا ہے اللہ ان کے علم تحقیق میں ان کا حامی و ناصر ہو اور ان کو علم وعمل صالح میں استقامت دے۔ ''اصول حدیث و اصول تخریج'' کتاب تحقیقی مواد پر مشتمل ہے جسے ''مکتبۃ التحقیق والتخریج'' ان شاء اللہ منظر عام پر لا رہا ہے اور مؤلف کی باقی کتب بھی ان شاء اللہ اسی مکتبہ سے منظر عام پر لائیں جائیں گی جن احباب کو اس کتاب سے اختلاف ہو اور ان کے پاس متقدمین محدثین سے واضح طور پر صحیح دلائل اپنے موقف پر موجود ہوں تو ان کی تحقیقی کاوش کو بھی ان شاء اللہ منظر پر لایا جائے گا۔ کتاب میں کوئی اصول غلط ہو یا کوئی غلطی ہو یا حوالے میں کمی بیشی ہو تو ہمیں آگاہ کریں مشکور ہوں گے۔ آئندہ اشاعت میں تصحیح کردی جائے گی۔ اللہ تحقیق کے ساتھ بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

عبدالمنان بریا راجپوت
0333-4104598

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حکیم مبشر علی حسن، لاہور

(مدیر جامعة الامام البخاری، لاہور)

ان الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ من یھدی اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ وأشھد أن لا الہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وأن محمدًا عبدہ ورسولہ . امابعد: (صحیح مسلم : ۸۶۸)

اصولِ حدیث کے موضوع پر اگرچہ کئی کتب آچکی ہیں لیکن اس علم کے پڑھنے اور پڑھانے والے تشنگی کا احساس رکھتے تھے کہ کوئی ایسی کتاب ہو جو مختصر مگر جامع کی صفت سے متصف ہو اس خواہش کو ہمارے فاضل دوست جناب خرم شہزاد صاحب نے اس فن کے تمام موضوعات کا احاطہ کرتے ہوئے نظائر کے انبار سے بڑا ٹھوس علمی مواد اخذ کیا۔ پوری صحت اور جس ترتیب کے ساتھ بڑی جانفشانی عرق ریزی محنت شاقہ سے عام فہم نہایت سلیس شائستہ وشتہ عمدہ اور شگفتہ اسلوب میں پورا کردیا ہے۔

ان تمام اصولوں کے ساتھ مثالیں دے کر آسان فہم بنادیا، ان کی تخریج کرکے علمی ثقاہت میں اضافہ کردیا۔ اسماء الرجال کے عظیم فن کی مبادیات، سند اور متن کے صحت وسقم کے معیارات سے بڑا اچھا تعارف کروایا۔

ہمارے فاضل بھائی دین کی خدمت، طلبہ اور علماء کی خدمت کا خوب جذبہ رکھتے ہیں۔ تحقیق وتخریج سے خاص شغف ان کی تحریریں ان کے ذوق کی ترجمانی کرتی ہیں۔

یہ جس آسمان کے درخشندہ ستارے ہیں اُن کا علمی حلقوں میں ایک نام ہے ان کے علم

وفضل کا بڑا احترام ہے۔ اب ان کے فیض یافتگان بھی امت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ میں اس علمی کاوش پر انھیں ہدیہ تبریک اور خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کے اس چشمے سے ہر سنجیدہ قاری کو سیراب کر دے اور انھیں اجر جزیل اور سعادت دارین نصیب فرمائے۔

دعائے خیر کا طالب

حکیم مبشر علی حسن، لاہور

مدیر جامعۃ الامام البخاری، لاہور

فاضل عربی، فاضل طب و جراحت

فاضل علوم اسلامیہ جامعہ رحمانیہ، لاہور

فاضل وفاق المدارس سلفیہ، فیصل آباد

فاضل رابطۃ المدارس منصورہ، لاہور

تقریظ

الشیخ محمد یحیٰی الحامدی حفظہ اللہ

(مدیر و مدرس جامعہ البانیہ، سیالکوٹ)

شریعت ساز صرف اللہ تعالیٰ ہے:

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ؕ ﴾

''اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو خودساختہ جھوٹی باتوں کی نسبت اللہ کی طرف کرے۔''

﴿ اُولٰٓئِكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ ﴾

''(جھوٹ پر عمل کرنے والے) یہی لوگ اپنے رب کے ہاں پیش کیے جائیں گے۔''

﴿ وَ یَقُوْلُ الْاَشْهَادُ ﴾

''(اور تحقیق شدہ بات پر عمل کرنے والے) گواہیاں دے گے اور کہیں گے۔''

﴿ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ﴾

''یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے دینی معاملات کو بغیر تحقیق کے اپنے رب کے ذمے لگایا۔''

﴿ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۸ ﴾ (ھود: ۱۸)

''خبردار! ایسے ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

شریعت ساز رسول اللہ نہیں ہیں:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴾ (الحاقة: ٤٤)

''اور اگر محمد (علیہ السلام) کوئی دینی بات بنا کر ہم پر لگا دیتے۔''

﴿ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴾ (الحاقة: ٤٥)

''تو پھر ہم اس پیغمبر کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے۔''

﴿ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴾ (الحاقة: ٤٦)

''پھر ہم اس محمد (علیہ السلام) کی شہ رگ کاٹ دیتے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ﴾ (تحریم: ١)

''اے نبی! جس کو اللہ حلال کہہ دے آپ اسے حرام نہیں کر سکتے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى ﴾ (النجم: ٣)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنی مرضی سے بولتے ہی نہیں۔''

﴿ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ﴾ (النجم: ٤)

''وہ تو صرف اور صرف اللہ کی نازل کردہ بات آگے پہنچاتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﴾ (النسآء: ٨٠)

''جس شخص نے آپ کی اطاعت کی اس نے حقیقت میں اللہ کی اطاعت کی۔''

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((من كذب على فليتبوأ مقعده من النار.)) [1]

''جس شخص نے بھی خود ساختہ دینی بات کی نسبت میری طرف کر دی وہ اپنا

[1] بخاري: ١٠٧.

ٹھکانہ جہنم سمجھ لے۔"

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((اياكم و كثرة الحديث عني .))

"میری طرف سے کثرت کے ساتھ حدیثیں بیان کرنے سے بچو۔"

((فمن قال علي فليقل حقا او صدقا .))

"جو شخص بھی میری طرف نسبت کر کے بات کرے تو وہ سچی تحقیق شدہ بات کرے۔"

((و من تقول علي ما لم اقل))

"اور کوئی ایسی بات کرتا ہے جو (مرفوع، متصل) مجھ تک نہ پہنچتی ہو۔"

((فليتبوأ مقعده من النار .)) ❶

"تو لازماً ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

آپ علیہ السلام کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم دینی معاملات کی تحقیق میں سخت ترین تھے، کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی دین میں تحریف افتراء جیسے قبیح فعل کو کسی حال میں بھی برداشت نہیں کیا۔

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اذا حدثتكم عن رسول الله .))

"جب میں رسول اللہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کوئی حدیث سناؤں۔"

((فلان اخر من السماء احب الي .))

"تو مجھے آسمان سے گر جانا زیادہ محبوب ہے۔"

((من ان اكذب عليه .)) ❷

"اس بات سے کہ میں آپ علیہ السلام پر جھوٹ بنا ڈالوں۔"

---

❶ مسند أحمد: ٢٢٩٠٥ . ❷ بخاري: ٣٦١١ .

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے سوال کیا اگر کوئی حاملہ عورت کے پیٹ پر مارے اور بچہ فوت ہو جائے تو اس بارے میں نبی علیہ السلام سے کوئی حدیث کسی نے سنی ہو تو وہ بتائے؟ مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہاں میں نے سنی ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیان کرو۔

میں نے کہا: رسول اللہ نے فرمایا: اس میں ایک غلام یا لونڈی دینا لازم ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے فرمایا:

((لا تبرح حتی تجیئنی بالمخرج فیما قلت .))

''خبردار تو بچ نہیں سکتا جب تک تو اس حدیث پر کوئی دوسرا گواہ نہ لے آئے۔''

محمد بن مسلمہ نے فرمایا:

((انا اشهد علی النبی بمثل هذا .)) ❶

''میں گواہی دیتا ہوں نبی علیہ السلام پر اس حدیث کے متعلق (کہ واقعتاً ایسا ہی ہے)۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تم سے کثرت سے حدیثیں بیان نہیں کرتا اس ڈر کی وجہ سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((من تعمد علی کذبا .))

''جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ بولا۔''

((فلیتبوأ مقعده من النار .)) ❷

''وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھ لے۔''

دین میں کذب وافترائی کا ارتکاب سب سے پہلے یہود نے کیا پھر عیسائیوں نے ان کی تقلید کی۔ وہ دین کو لوگوں کے سامنے اس طرح پیش کرتے تھے کہ

﴿لِتَحۡسَبُوۡهُ مِنَ الۡكِتٰبِ﴾

---

❶ بخاری: ۷۳۱۷، ۶۹۰۸. ❷ بخاری: ۱۰۸.

''لوگ سمجھتے تھے کہ یہ بھی وحی کی بات ہے۔''

﴿وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ﴾

''حالانکہ اس کا ثبوت کتابِ وحی میں نہ ہوتا تھا۔''

﴿وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾

''وہ کہتے تھے کہ یہ حکم بھی اللہ کا نازل کردہ ہے۔''

﴿وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ﴾ (اٰل عمران: ۷۸)

''حالانکہ وہ اللہ کا نازل کردہ نہ تھا۔''

پھر یہود ونصاریٰ کی تقلید میں مسلم بھی چل پڑے جن کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا:

((سیکون فی آخر امتی اناس .))

''آخری زمانہ میں میری امت میں کچھ لوگ (علماء) آجائیں گے۔''

((یحدثونکم مالم تسمعوا انتم ولا آباء کم .))

''وہ ایسی حدیثیں تم کو سنائیں گے جن کو تمہارے آباؤ اجداد (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے بھی نہیں سنا ہوگا۔''

((فایاکم وایاھم .)) [1]

''خبردار! تم اپنے آپ کو ان سے بچانا۔''

ان مسلمین نے اپنے اپنے مفادات اور مقاصد کے لیے غیر اسلام کو اسلام متعارف کرواتے رہے۔ اس قسم کی زیادہ تر خدمات عراق میں ہوئی جس کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا: یطلع قرن الشیطن، کہ عراق کی زمین فتنوں کا گڑھ ہے۔

فقہ حنفی کی جنم دھرتی بھی عراق اور کوفہ ہے۔

خوارج اور تکفیری بھی زیادہ تر عراق ہی میں متولد ہوئے۔

[1] مسلم: ۱۵ .

روافض اور معتزلہ کی آبادکاری بھی اسی زمین کا حصہ بنی۔

سیاسی مقاصد کے لیے اہل تشیع نے فضائل اہل بیت کی روایات کو خوب گھڑا، فقہی مذاہب نے تقلید وتعصب کے لیے موضوع روایات کا سہارا لیا۔

صوفیاء نے من گھڑت واقعات پر فضائل ومسائل پر کتابیں لکھ ماریں۔

بعضوں نے لوگوں کو قرآن کی طرف راغب کرنے کے لیے فضائل قرآن پر حدیثیں گھڑیں۔

بعضوں نے ہر اچھے کلام کو رسول اللہ کی طرف منسوب کر دیا۔

مسلک اہل حدیث کتاب وسنت کا نام تھا۔ اس مسلک نے ہمیشہ قال اللہ و قال الرسول کی صدا بلند کی تھی۔

لیکن اب ہمارے اکثر واعظین اور خطباء کرام اپنی تقریروں کو دل کش اور پر لطف بنانے کے لیے من گھڑت واقعات اور مصنوعی روایات کو بڑے ولولہ انگیز انداز میں بڑی خوش الحانی سے پیش کر کے عوام سے داد وصول کرتے ہیں۔ اسی جستجو میں وہ مارے مارے پھر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

کوئی صاحب علم ان کی بیان کردہ روایات پر جرح وقدح کی جسارت کرتا ہے تو واعظین ایسے ناقدین کا انکار کر دیتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ ہمارے فلاں نے تو ایسا نہیں کہا۔ الا ماشاء اللہ

عوام تو رہے بیچارے اہل علم کا یہ حال ہے کہ وہ احکام ومسائل پر ذاتی تحقیق کی بجائے اپنے اپنے قائدین کا حوالہ دیتے ہیں۔

دینی معاملات کی نسبت جب اپنے اپنے امیروں اور مفتیوں کی طرف کر دی جائے تو اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ ایسے شخص کا اس وقت کیا حال ہوگا جب اسے قبر میں (روح سے) رکھا جائے گا تو فرشتہ پوچھے گا:

((ما علمك بهذا الرجل .))

”محمد علیہ السلام کے بارے میں تیرا کتنا علم ہے۔“

تو وہ جواب دے گا:

((كنت اقول ما يقوله الناس .))

”میں وہی کچھ جانتا ہوں جو کچھ اس کے متعلق لوگ (علماء) کہتے رہے تھے۔“

تو مَلک کہتا ہے:

((لا دريت ولا تليت .)) [1]

”تو نے خود تحقیق نہیں کی اور نہ ہی تو نے تلاوت کی ہے۔“

اس حدیث میں دریت کا لفظ قابل غور ہے اس کا معنی یہ ہے کہ حدیث کی تحقیق اور تخریج ہر انسان پر فرض ہے۔

یہ لفظ اصول حدیث میں درایۃ الحدیث کے نام سے معروف ہے۔

اس سے مراد وہ علم ہے جس میں نبی علیہ السلام تک حدیث پہنچنے کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں یعنی ہر انسان کا جاننا کہ جس حدیث پر وہ عمل کر رہا ہے، اس کے راوی عادل وضابط ہیں یا نہیں۔ سند اس کی متصل ہے یا نہیں؟ وہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف ہے؟

گویا درایۃ الحدیث کا موضوع ہے

الراوي والمروي عنه من حيث الرد والقبول .))

یعنی اللہ کا مَلک قبر میں (روح سے) اس آدمی کی سنی سنائی بات کو رد کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تو ذاتی تحقیق اور تخریج کے بعد صحیح حدیث تک کیوں نہ پہنچ سکا۔ تجھے دنیا میں اس مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا پھر ایسے شخص پر لوہے کے ہتھوڑوں سے عذاب شروع ہو جائے گا۔

دوسرا وہ شخص جو جنتی ہوگا اس سے سوال کیا جائے گا۔

---

[1] بخاري: ١٣٧٤ .

((ما علمك بهذا الرجل .))

"تیرے پاس کتنا علم ہے جو یہ شخص لے کر آیا تھا۔"

تو وہ کہے گا:

((هو رسول الله، جاء نا بالبينت، والهدى، فامنا، فاجبنا، واتبعنا، وصدقنا.))

جنتی شخص کے الفاظ جو کامیابی کا سبب بنے ان کا مطلب یہ ہے:

هو رسول الله: وہ محمد (علیہ السلام) اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

البینت: سے مراد احکام ومسائل کے کلیات اور جزئیات کے متعلق اس کے پاس دلائل موجود ہیں۔

الھدی: سے مراد زندگی کے دستور ومنشور کے متعلق ہر قسم کی راہنمائی اس کے پاس ہے۔

فامنا: سے مراد دل اور جان سے اس دین پر اس کو پورا یقین ہے۔

فاجبنا: سے مراد ان دلائل کو اطمینان قلب سے قبول کیا تھا۔

اتبعنا: سے مراد شرعی حدود وقیود میں اس کی عملی زندگی پوری طرح نمونہ تھی۔

صدقنا: سے مراد پھر اسی دین کے اعلان کے لیے دعوت وتبلیغ میں قربانیاں دیں۔

دریت: سے مراد تحقیق اور تخریج کے ذریعے ضعیف کو صحیح سے الگ کر کے صحیح پر عمل کرنا۔

یاد رکھیں:

جس شخص کی زندگی مذکورہ الفاظ کے مطابق ڈھلی ہوئی ہوگی جو زندگی بھر اسی کی تیاری کرتا رہا ہوگا وہی شخص ان الفاظ میں اپنی زندگی کو نچوڑ بیان کر سکے گا۔

پھر یہ سوال وجواب قبر میں (روح سے) سے انفرادی طور پر ہر شخص سے الگ الگ ہوں گے۔ ہر شخص کی ذاتی تحقیق پر فیصلہ ہوگا، البانی رحمہ اللہ کی تحقیق، زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا فتویٰ،

امیروں کا حکم، جماعتی پالیسی اس قسم کی باتیں قبر میں نہیں چلیں گی وہ شخص دھائی دے گا:

((كنت اقول ما يقوله الناس .))

لیکن اس کی اس تقلیدی ذہن کو رد کرتے ہوئے کہے گا ''لا دریت ولا تلیت'' تو نے خود تحقیق کیوں نہ کی تقلید کے بندھن میں کیوں جکڑا رہا۔

حقیقت یہ ہے: انسانی اعمال کی جتنی بھی گمراہیاں ہیں ان سب کی تخم ریزی تقلید ہی کی سرزمین میں ہوئی ہے، تقلید پرستی کی عادت انسانی تفکر و تدبر اور ادراک و تعقل کی تمام قوتوں کو کچل ڈالتی ہے۔

قرآن نے مقلدین کو جانوروں اور حیوانوں سے تشبیہ دی ہے بلکہ ان سے بھی بدتر کہا ہے۔

قرآن کہتا ہے: ان کے پاس دل و دماغ ہیں مگر غور نہیں کرتے۔ آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں، کان ہیں مگر سنتے نہیں، اپنے ذہن سے کام نہ لینے والے مثل چوپاؤں کے ہیں۔ ﴿أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ﴾

قرآن نے تقلید پرستی کے سلاسل و اغلال سے انسانوں کو نجات دی، استبدادی فکر کی زنجیریں توڑیں انسان پرستی کی ایک ایک شاخ کو توڑا۔ کیا اللہ نے ہر انسان کو دماغ سوچنے کے لیے آنکھ دیکھنے کے لیے زبان بولنے کے لیے نہیں دی۔

آہ! وہی انسان اپنے ناجائز کو جائز رکھنے کے لیے کبھی خواہشات، کبھی خاندانی رواج، کبھی امام و امیر کی اطاعت، کبھی جماعتی پالیسی، کبھی ضعیف روایات کا سہارا، کبھی حسن لغیرہ کا آسرا اور کبھی متساہلین کو درجہ قبولیت پر اور کبھی متاخرین محدثین کا خودساختہ اجماع تیار کر کے اپنے دین وایمان کو برباد کرتا ہے۔ پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب مَلک ان سارے لیبلوں کو اتار کر پوچھے گا:

((لا دريت ولا تليت .))

اللہ بھلا کرے ابو محمد خرم شہزاد ﷾ کا جو ہر وقت اس تڑپ میں ہیں کہ ہر انسان جس نے قبر میں جانا ہے وہ دین پر عمل سے پہلے تحقیق کر لے۔

غیر مقلد، سلفی اور حق کا دعویٰ کرنے والی جماعت کے سامنے ابو محمد خرم شہزاد جب حق کی آواز بلند کرتے ہیں تو لوگ جماعتی تعصب کی وجہ سے اپنے دل و دماغ پر قفل چڑھا لیتے ہیں وہ جگانا چاہتے ہیں لیکن لوگ غفلتوں میں عافیت سمجھتے ہیں وہ تقلید کو توڑ کر حق کی دعوت دیتے ہیں لیکن لوگ قلب و ذہن سے قبول حق کی صلاحیت کو مٹاتے ہیں اپنے ضمیر کو دباتے ہیں۔

سن کر نہ سننا، سمجھ کر نہ سمجھنا، تعصبات میں جکڑے رہنا، تنظیموں میں الجھے رہنا اور غور و فکر کی بجائے جمود و بے حسی کا مظاہرہ کرنا۔ یہ لوگ معصوم گمراہ نہیں بلکہ مفسد ہیں۔

اللہ تعالیٰ میرے بھائی ابو محمد خرم شہزاد کو مزید توفیق دے کہ وہ حدیث کی خدمت میں کسی کی پروانہ کریں۔ اور اللہ ہم سب کو مقبول بندوں میں کرے۔ (آمین)

اب تک اصول حدیث پر بے شمار کتب مارکیٹ میں آچکی ہیں مگر ہمارے بھائی ابو محمد خرم شہزاد ﷾ کی یہ کتاب (اصول حدیث و اصول تخریج) بالکل منفرد ہے جس میں اصطلاحات حدیث مثالوں کے ساتھ واضح کیا۔

اور متساہلین و متاخرین کے خود ساختہ اصولوں کا جائزہ لیا جن کی وجہ سے ہزاروں ضعیف روایات خطباء کی زینت بنیں۔

معاملہ حسن لغیرہ کا ہو یا تدلیس کا خود ساختہ جمہور کا ہو یا متاخرین محدثین کا ان تمام معاملات کا حل ''اصول حدیث و اصول تخریج'' کے ذریعے جوامت مسلمہ کے لیے مسلمہ اصول ہیں حل فرماتے ہیں اور متقدمین محدثین کے بنیادی اصولوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

یہ کتاب ضروری نہیں کہ آدمی کسی مدرسہ کا پڑھا ہوا ہی ہو تو سمجھ سکتا ہے بلکہ ہر عام و

خاص اس سے نہ صرف فائدہ بلکہ احادیث کی تخریج بھی کر سکتا ہے اور عام حدیث کو بیان سے پہلے پرکھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بھائی خرم شہزاد کو جزائے خیر دے جوامت کی آسانی کے لیے رات دن ایک کیے ہوئے ہیں۔

خادم الحدیث

محمد یحییٰ حامدی

(ناظم) جامعہ البانیہ سیالکوٹ

۱۲-۱۲-۲۰۱۶
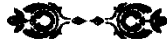
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمة المؤلف

ان الحمد لله نحمده ونستعينه من يهدى الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له وأشهد أن لا اله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمدًا عبده ورسوله. امابعد: (صحيح مسلم: ٨٦٨)

اسلامی تعلیمات کی تعلیم وتفہیم کے لیے ہمیشہ قرآن وسنت کے دو مستند ذرائع موجود رہے ہیں، قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ ﴾ (الحجر: ٩)

"میں نے ہی اس ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا ہے اور میں ہی اس کا محافظ ہوں۔"

یوں جس طرح سے قرآن مجید کی حفاظت لازم ہے، بعینہٖ آپ علیہ السلام کی توضیحات و تشریحات کا تحفظ بھی ناگزیر ہے قرآن مجید اگر وحی ہے تو حدیث بھی وحی ہے جس محفوظ ذریعے اور طریق سے قرآن مجید کی آیات بینات کا نزول ہوا ہے، اسی طریق اور ذریعے سے اس کی تشریحات وتوضیحات کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ ﴾ (النجم: ٣-٤)

"اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتا ہے وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔"

اور نبی علیہ السلام کو اس حدیث (وحی) کے بیان وتبیین کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسی کے متعلق فرمایا:

﴿وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ وَ لَعَلَّهُمۡ یَتَفَكَّرُوۡنَ﴾

(النحل: ٤٤)

''یہ ذکر (قرآن) میں نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

اسی طرح حدیث میں بھی اس بات کی وضاحت کچھ اس طرح ہے:

''حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ایمانداری آسمان سے لوگوں کے دلوں کی جڑ پر اتری ہے اور قرآن بھی آسمان سے نازل ہوا ہے پھر لوگوں نے اس قرآن کو پڑھا اور میری سنت (حدیث) سے اس (قرآن) کے احکامات کو سمجھا۔'' [1]

قرآن مجید کی تعلیمات کے ساتھ احادیث نبویہ کا لزوم دین وشریعت کی تعلیم، تفہیم، تنفیذ اور تکمیل کے لیے ناگریز ہے۔ اگر اس ذخیرہ (صحیح) حدیث کے بغیر قرآن مجید کو سمجھنے یا اس کے احکام پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔ یہی باعث ہے کہ شروع دن سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی علیہ السلام کی سنت و حدیث کو اپنایا اور آپ علیہ السلام کے اقوال و افعال اور احوال وغیرہ کو ہر اعتبار سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ روایات حدیث کا یہ ذخیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس جہاں ان کی عملی شہادت کے ساتھ موجود تھا وہاں انہوں نے اسے دوسروں (تابعین) کے سامنے بیان بھی کیا اور بہت سی صورتوں میں انہوں نے سیکڑوں اور ہزاروں احادیث کو لکھا بھی ہے۔ اسی طرح تابعین وغیرہ نے بھی اس عظیم کام میں اپنا پورا کردار ادا کیا ہے۔ اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

[1] صحیح بخاری: ٧٢٧٦.

”ما من أصحاب النبی أحد أکثر حدیثًا عنه منی إلا ما کان من عبداللّٰہ بن عمرو فإنه کان یکتب ولا أکتب .“

”نبی علیہ السلام کے صحابہ میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ آپ علیہ السلام سے حدیثیں بیان کرنے والا نہیں سوائے عبداللہ بن عمرو بن العاص کے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔“ ❶

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۱۶۴ھ، ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

”حدثنا یحي بن سعید عن عبید اللّٰہ بن الأخنس أخبرنا الولید بن عبداللّٰہ عن یوسف بن ماھك عن عبداللّٰہ بن عمرو قال: کنت أکتب کل شیء أسمعه من رسول اللّٰہ أرید حفظه فنھتنی قریش فقالوا: إنك تکتب کل شیء تسمعه من رسول اللّٰہ و رسول اللّٰہ بشر یتکلم فی الغضب والرضا مأمسکت عن الکتاب فذکرت ذلك لرسول اللّٰہ فقال: أکتب فوالذی نفسی بیدہ ما خرج منی إلا حق .“ ❷

”عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام سے جو بھی سنتا تو ہر شئے لکھ لیتا تھا میں اسے یاد کرنا چاہتا تھا (لیکن) قریشیوں نے مجھے منع کر دیا اور کہا: تم نبی علیہ السلام سے سن کر ہر چیز لکھ لیتے ہو اور نبی علیہ السلام بشر ہیں، کبھی آپ غصے میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں، تو میں نے لکھنا چھوڑ دیا پھر نبی علیہ السلام سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: لکھو! اس ذات کی قسم جس

---

❶ صحیح بخاری: ۱۱۳ .

❷ مسند أحمد: ۲/ ۱۶۲، ح ۶۵۱۰، إسناده صحیح، و مصنف ابن أبي شیبة: ۲۶۹۵۷ـ سنن أبي داؤد: ۳۶٤٦ .

کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری زبان سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔"

سند کی تحقیق:

۱:...... **یوسف بن ماهك بن بهزاد الفارسی المکی مولی قریش**: یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❶

امام ابن سعد نے فرمایا: وہ ثقہ قلیل الحدیث ہے۔ ❷ وغیرہ

۲:...... **الولید بن عبدالله بن ابی مغیث العبدی مولاهم المکی الحجازی**: یہ سنن ابوداود اور سنن ابن ماجہ کا راوی ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❸ وغیرہ

۳:...... **عبیدالله بن الاخنس النخعی ابو مالك الکوفی الخزاز**: یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❹ وغیرہ

۴:...... **یحییٰ بن سعید بن فروج القطان ابوسعید البصری الاحول**: یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔ اور امام یحییٰ بن سعید علم الرجال کے ماہر تھے، اسی لیے امام احمد بن حنبل ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں: اس (علم الرجال کے) معاملے میں یحییٰ بن سعید جیسا نہیں دیکھا، یعنی ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی پہچان میں (عبدالرحمٰن بن احمد بن حنبل) نے پوچھا: ہیثم بھی نہیں؟ انہوں نے فرمایا: ھشیم شیخ ہیں میں نے یحییٰ بن سعید جیسا عالم نہیں دیکھا اور ان کی تعریف کرتے رہے۔ ❺

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❻

---

❶ تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ٨٦٤. ❷ طبقات ابن سعد: ٥/ ٤٧٠.
❸ تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ٤٦٨. ❹ تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ٤٦٧.
❺ الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: ١/ ٣١٢، ٣١٣، إسناده صحیح.
❻ تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ١٠٥.

امام علی بن المدینی نے فرمایا: وہ حافظ ثقہ ہے۔ امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: یحییٰ بن سعید ثقہ حفاظ راویوں میں سے ہے۔ ❶ اور امام محمد بن سعد نے فرمایا: "کان ثقه مامونا رفیعا حجة" ❷ وغیرہ۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۱۶۴ھ، ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

"حدثنا يحي بن إسحاق حدثنا يحي بن أيوب حدثني أبو قبيل قال: كنا عند عبدالله بن عمرو بن العاصي وسئل: أي المدينتين تفتح اولا: القسطنطينية أو روميه؟ فدعا عبدالله بصندوق له حلق قال: فأخرج منه كتاباً، قال: فقال عبدالله بينما نحن حول رسول الله نكتب إذ سئل رسول الله أي المدينتين تفتح أولًا: القسطنطينية أو روميه؟ فقال رسول الله مدينة هرقل تفتح أولًا، يعنى القسطنطينية." ❸

"ثقہ تابعی ابوقبیل (حی بن ہانیء بن ناضر بن یمنع المصری المعافری المتوفی ۱۲۸ھ) بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن العاص کے پاس موجود تھے کہ ان سے پوچھا گیا: دوشہروں میں سے کون سا شہر سب سے پہلے فتح ہوگا قسطنطنیہ یا رومیہ؟ تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حلقوں والا صندوق منگوایا پھر اس سے ایک کتاب نکالی اور فرمایا: ہم نبی علیہ السلام کے پاس لکھ رہے تھے کہ جب آپ سے پوچھا گیا: دوشہروں میں سے کون سا شہر سب سے پہلے فتح ہوگا قسطنطنیہ یا رومیہ؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: پہلے ہرقل کا شہر یعنی قسطنطنیہ فتح ہوگا۔"

---

❶ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٩/ ١٨٥، ١٨٦، إسناده صحيح.
❷ طبقات ابن سعد: ٧/ ٢٩٣.
❸ مسند أحمد: ٢/ ١٧٦، ح: ٦٦٤٥، إسناده حسن.

سند کی تحقیق:

ا:......**ابو قبیل المعافری المصری ھو حي بن ھاني بن ناصر بن یمنع:** یہ سنن نسائی اور سنن ترمذی وغیرہ کا مشہور راوی ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: یہ ثقہ ہے۔ ❶

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ابو قبیل ثقہ ہے۔ ❷

امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: وہ مصری ثقہ ہے اور امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: وہ صالح الحدیث ہے۔ ❸

امام عجلی نے فرمایا: حي بن ہانی ثقہ ہے۔ ❹

امام یعقوب بن سفیان الفسوی نے فرمایا: ابو قبیل المعافری ثقہ ہے۔ ❺ وغیرہ

۲:......**یحییٰ بن ایوب الغافقی ابو العباس المصری:** یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❻

امام یعقوب بن سفیان الفسوی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❼

امام ابن عدی نے فرمایا: اور وہ میرے نزدیک سچا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ ❽

امام دارقطنی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❾

امام عجلی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❿

---

❶ تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۹۲۳ . ❷ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ۲/ ۱۵۹ .
❸ الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: ۳/ ۲۸٤ .
❹ تاریخ الثقات للعجلی: ۳٦۰ . ❺ المعرفة والتاریخ الفسوی: ۲/ ۲۹۳ .
❻ تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۷۱۹ . ❼ المعرفة والتاریخ الفسوی: ۲/ ۲۵۹ .
❽ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۹/ ۵۹ .
❾ کتاب العلل للدارقطنی: ۵/ ۲۱ .
❿ تاریخ الثقات للعجلی: ۱۷۹۱ .

امام ابن شاہین نے اس کا ذکر "الثقات" میں کیا ہے۔ ❶ وغیرہ

۳:...... **یحییٰ بن اسحاق البجلی ابو زکریا ویقال ابوبکر السیلحینی**: یہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: یحییٰ بن اسحاق صدوق المسکین ہے۔ ❷

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وہ شیخ صالح ثقہ ہے۔ ❸

امام محمد بن سعد نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❹ وغیرہ

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"أبا بكر كتب له هذا الكتاب لما وجهه إلى البحرين بسم الله الرحمن الرحيم هذه فريضة الصدقة التى فرض رسول الله على المسلمين...... " ❺

کہ "ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے یہ کتاب لکھ کر انہیں بحرین کی طرف بھیجا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ فرض صدقات کے مسائل ہیں جو نبی علیہ السلام نے مسلمین پر فرض قرار دیے ہیں۔"

ثقہ تابعی ابوعثمان عبدالرحمٰن بن مل بن عمرو بن عدی النہدی (المتوفی ۹۵ھ) بیان کرتے ہیں: ہم عتبہ بن فرقد کے ساتھ آذربائیجان میں تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی کتاب ہمارے پاس پہنچی۔ امابعد! بے شک نبی علیہ السلام نے ریشم سے (مردوں کو) منع فرمایا ہے سوائے اتنے (یعنی) دو انگلیوں (کے برابر) کے۔ ❻

عمر رضی اللہ عنہ نے جمعے کے دن خطبہ میں فرمایا:

---

❶ تاریخ الثقات لابن شاهين: ١٥٢٣ . ❷ تاريخ عثمان بن سعيد الدارمی: ٣٩٠ .
❸ تاریخ بغداد للخطيب: ١٤/ ١٦٣ ، إسناده صحيح .
❹ طبقات ابن سعد: ٧/ ٥١٦ . ❺ صحیح بخاری: ١٤٥٤ .
❻ صحیح مسلم: ٢٠٦٩ .

"اللّٰهم إنی أشهدك علی أمراء الأمصار وإنی إنما بعثتهم علیه لیحدلوا علیه ولیعلموا الناس دینهم وسنة نبیهم...... ." ❶

اے اللہ! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے شہروں کے امراء کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان انصاف کریں، انہیں دین سکھائیں اور نبی علیہ السلام کی سنت کی تعلیم دیں۔"

ابوجحیفہ وہب رضی اللہ عنہ بن عبداللہ السوائی (المتوفی ۷۴ھ) کہتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز بھی ہے جو قرآن میں نہیں ہے؟ یا لوگوں کے پاس نہیں ہے؟ تو انہوں (علی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانہ پھاڑ کر اگایا اور مخلوق کو پیدا کیا! میرے پاس قرآن کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، سوائے فہم کے جو شخص کو کتب کے بارے میں عطا ہوتا ہے اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: دیت (تاوان خون)، قیدیوں کو آزاد کرنے (کے مسائل) اور یہ کہ مسلم کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔ ❷

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبة (المتوفی ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں:

"حدثنا وکیع عن عمران بن حدیر عن أبی مجلز عن بشیر بن نهیك قال كنت أكتب ما أسمعه من أبی هریرة فلما أردت أن أفارقه أتیته بكتابی فقلت هذا سمعته منك؟ قال: نعم ." ❸

"ثقہ تابعی بشیر بن نہیک کہتے ہیں کہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو (حدیث) سنتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا پھر جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو

❶ صحیح مسلم: ٥٦٧ . ❷ صحیح بخاری: ٦٩٠٣ .
❸ مصنف ابن أبي شیبة: ٢٦٩٦٢ ، إسناده صحیح۔ والسنن الدارمی: ٤٩٤۔ العلل ومعرفة الرجال لاحمد: ١/ ١١٦ ، ت ٢٣٨۔ المعرفة والتاریخ الفسوی: ٣/ ١١٩ .

میں اپنی لکھی ہوئی کتاب لایا اور میں نے عرض کیا: یہ وہ روایات ہیں جو میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے سنی ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! (ٹھیک ہے)۔"

سند کی تحقیق:

۱:...... **بشیر بن نهیك السدوسی ابو الشعثاء البصری** : یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔

امام عجلی نے فرمایا: بشیر بن نہیک السدوسی، تابعی ثقہ ہے۔ ❶

امام محمد بن سعد نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❷

امام دارقطنی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❸ وغیرہ

۲:...... **ابی مجلز هو لاحق بن حمید بن سعید ابو مجلز السدوسی البصری**: یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔

امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❹

امام عجلی نے فرمایا: وہ بصری تابعی ثقہ ہے۔ ❺

امام محمد بن سعد نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❻ وغیرہ

۳:...... **عمران بن حدیر ابو عبیده السدوسی البصری** : یہ صحیح مسلم، سنن ابوداود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کا راوی ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❼

---

❶ تاريخ الثقات للعجلي: ١٥٨ . ❷ طبقات ابن سعد: ٧/ ٢٢٣ .

❸ سوالات البرقاني: ٥٥ .

❹ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٩/ ١٥٢ .

❺ تاريخ الثقات للعجلي: ١٤٢٧ .

❻ طبقات ابن سعد: ٧/ ٢١٦، ٣٦٦ .

❼ تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي: ٦٦٨ .

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❶

امام علی بن عبداللہ المدینی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❷

امام محمد بن سعد نے فرمایا: وہ ثقہ، کثیر الحدیث تھا۔ ❸

امام ابن شاہین نے اس کا ذکر ''الثقات'' میں کیا ہے۔ ❹ وغیرہ

۴:...... **وکیع بن الجراح بن ملیح الرواسی ابوسفیان الکوفی**: یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: اور وکیع ثقہ ہے۔ ❺

امام علی بن المدینی نے فرمایا: اور وکیع بن الجراح ثقہ راویوں میں سے ہے اور امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❻

امام عجلی نے فرمایا: وہ کوفی ثقہ، عابد، صالح، ادیب اور حافظ الحدیث میں سے ہے۔ ❼

امام محمد بن سعد نے فرمایا: ''كان ثقة ، مأمونا ، عاليا ، رفيع القدر ، كثير الحديث ، حجة'' ❽

امام دارقطنی نے فرمایا: ''من الرّفعاء الثقات'' ❾ وغیرہ

امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی (۱۸۱ھ، ۲۵۵ھ) فرماتے ہیں:

''أخبرنا مسلم بن إبراهيم حدثنا عبدالله بن المثنى حدثني ثمامة بن عبدالله بن انس أن أنسا كان يقول لبنيه يا بني قيدوا

---

❶ العلل ومعرفة الرجال: ٣٩٩ . ❷ كتاب العلل المديني: ص ٩٦ .
❸ طبقات ابن سعد: ٧/ ٢٨٤ . ❹ تاريخ الثقات لابن شاهين: ١٠٢٦ .
❺ تاريخ عثمان بن سعد الدارمي: ٤٩ .
❻ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٩/ ٥٠ ، إسناده صحيح .
❼ تاريخ الثقات للعجلي: ١٧٦٩ . ❽ طبقات ابن سعد: ٦/ ٣٩٤ .
❾ السنن الدارقطني: ١/ ١٧٢ .

هذا العلم . "

"انس رضی اللہ عنہ بن مالک نے اپنی اولاد کو حکم دیا تھا بیٹو! اس علم (حدیث) کو کتاب میں لکھ لو۔" ❶

سند کی تحقیق:

۱:...... **ثمامه ن عبدالله بن انس بن مالك الانصاری البصری** : یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❷

امام عجلی نے فرمایا: وہ بصری تابعی ثقہ ہے۔ ❸

امام ابن شاہین نے اس کا ذکر "الثقات" میں کیا ہے۔ ❹ وغیرہ

۲:...... **عبدالله بن المثنی بن عبدالله بن انس بن مالك الانصاری ابو المثنی البصری**: یہ صحیح بخاری، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کا مشہور راوی ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ صالح ہے اور امام ابو حاتم رازی نے فرمایا: وہ عبداللہ بن المثنی صالح شیخ ہے اور امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: وہ صالح ہے۔ ❺

امام عجلی رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❻

امام ترمذی نے فرمایا: اور وہ ثقہ ہے۔ ❼

امام دارقطنی نے فرمایا: وہ ثقہ حجۃ ہے۔ ❽ وغیرہ

---

❶ السنن الدارمی: ٤٩١ ، إسناده حسن .

❷ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ١/ ٣٣١ ، ت ١٤٧٩ .

❸ تاريخ الثقات للعجلی: ١٨٨ . ❹ تاريخ الثقات لابن شاهين: ١٤٧ .

❺ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٥/ ٢١٩ ، إسناده صحيح .

❻ تاريخ الثقات للعجلی: ٨٧٧ . ❼ السنن الترمذی: ٢٦٧٨ .

❽ سوالات الحاكم: ٣٨١ .

۳:...... **مسلم بن ابراهيم الازدی الفراهیدی مولاهم ابو عمرو البصری:** یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ مامون ہے اور امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: وہ ثقہ صدوق ہے۔ ❶

امام محمد بن سعد نے فرمایا: وہ ثقہ کثیر الحدیث ہے۔ ❷

امام عجلی نے فرمایا: وہ بصری ثقہ ہے۔ ❸

امام ابن شاہین نے اس کا ذکر ''الثقات'' میں کیا ہے۔ ❹ وغیرہ

امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی (۱۸۱ھ، ۲۵۵ھ) فرماتے ہیں:

"أخبرنا محمد بن سعيد أخبرنا وكيع عن عبدالله بن حنش قال رأيتهم يكتبون عند البراء بأطراف القصب على أكفهم . "

''ثقہ تابعی عبداللہ بن حنش بیان کرتے ہیں: میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس (حدیثیں) لکھتے تھے۔'' ❺

سند کی تحقیق:

۱:...... **عبداللّٰه بن حنش الأودی کوفی:** امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے اور امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ ❻

امام ابن شاہین نے اس کا ذکر ''الثقات'' میں کیا ہے۔ ❼ وغیرہ

۲:...... **وكيع بن الجراح بن مليح الرواسی ابوسفیان الکوفی:** یہ زبردست

❶ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٨/ ٢٠٧ ، إسناده صحيح .

❷ طبقات ابن سعد: ٧/ ٣٠٤ . ❸ تاريخ الثقات للعجلی: ١٥٦٧ .

❹ تاريخ الثقات لابن شاهين: ١٣٣٤ .

❺ السنن الدارمی: ٥٠٣ ، إسناده صحيح ، والعلل ومعرفة الرجال لأحمد: ١/ ١١٥ .

❻ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٥/ ٤٦ .

❼ تاريخ الثقات لابن شاهين: ٦١٠ .

''ثقہ امام'' ہے۔ ان کا ذکر پچھلے صفحات پر گزر چکے ہیں۔

۳:...... **محمد بن سعید بن سلیمان بن عبداللہ الکوفی ابو جعفر الاصبھانی:** یہ صحیح بخاری، سنن ترمذی اور سنن نسائی کا راوی ہے۔

امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: ''كان حافظًا يحدث من حفظه، ولا يقبل التلقين ولا يقرأ من كتب الناس، ولم أر بالكوفة أتقن حفظاً منه.'' [1] وغیرہ

امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی (۱۸۱ھ، ۲۵۵ھ) فرماتے ہیں:

''حدثنا يحيي بن حسان حدثنا عبدالعزيز بن مسلم عن عبدالله بن دينار قال: كتب عمر بن عبدالعزيز إلى أهل المدينة: أن انظروا حديث رسول الله فاكتبوه فإني قد خفت دروس العلم وذهاب أهله.'' [2]

ثقہ تابعی عبداللہ بن دینار (المتوفی: ۱۲۷ھ) بیان کرتے ہیں کہ (خلیفہ) عمر بن عبدالعزیز (۶۱ھ، ۱۰۱ھ) نے اہل مدینہ کی طرف لکھ کر (حکم) بھیجا: نبی علیہ السلام کی حدیثیں تلاش کر کے لکھ لو کیونکہ مجھے علم اور اہل علم کے ختم ہونے کا ڈر ہے۔''

سند کی تحقیق:

۱:...... **عبداللہ بن دینار العدوی ابوعبدالرحمن المدنی مولی ابن عمر:** یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ [3]

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: عبداللہ بن دینار ثقہ مستقیم الحدیث ہے، اور امام ابوحاتم

---

[1] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۷/ ۳۵۴.

[2] السنن الدارمی: ۴۸۸، إسناده صحيح۔ ومعرفة السنن والآثار للبيهقي: ۵۳۷۸.

[3] تاريخ عثمان بن سعيد الدارمی: ۵۲۲.

رازی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے اور امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: وہ مدنی مولی ابن عمر ثقہ ہے۔ ❶

امام محمد بن سعد نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❷

امام عجلی نے فرمایا: وہ مدنی تابعی ثقہ ہے۔ ❸

امام ابن شاہین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❹

۲:...... **عبدالعزیز بن مسلم القسملی مولاهم ابو زید المروزی**: یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کا مشہور راوی ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❺

امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: وہ صالح الحدیث ثقہ ہے۔ ❻

امام عجلی نے فرمایا: وہ بصری ثقہ ہے۔ ❼

امام ابن شاہین نے اس کا ذکر ''الثقات'' میں کیا ہے۔ ❽

۳:...... **یحییٰ بن حسان بن حیان التنیسی الکبری ابو زکریا البصری**: یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کا مشہور راوی ہے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: یحییٰ بن حسان ثقہ ثقہ، رجل صالح ہے۔ ❾

امام عجلی نے فرمایا: یحییٰ بن حسان عالم بالحدیث، کوفی، ثقہ مامون ہے۔ ❿

امام ابن شاہین نے اس کا ذکر ''الثقات'' میں کیا ہے۔ ⓫ وغیرہ

---

❶ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٥/ ٥٤ ، إسناده صحيح .

❷ طبقات ابن سعد: ٩/ ٢١٤ .

❸ تاريخ الثقات للعجلي: ٧٩٨ .

❹ تاريخ الثقات لابن شاهين: ٥٩١ .

❺ تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي: ٦٦٦ .

❻ الجرح التعديل لابن أبي حاتم: ٥/ ٤٦٥ .

❼ تاريخ الثقات للعجلي: ١٠١٨ .

❽ تاريخ الثقات لابن شاهين: ٨٩٨ .

❾ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ٣/ ٥٤ .

❿ تاريخ الثقات للعجلي: ١٧٩٨ .

⓫ تاريخ الثقات لابن شاهين: ١٥٣٣ .

امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی (۱۸۱ھ، ۲۵۵ھ) فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو النعمان حدثنا عبدالواحد حدثنا عثمان بن حكيم قال سمعت سعيد بن جبير يقول كنت أسير مع ابن عباس في طريق مكة ليلًا وكان يحدثني بالحديث فاكتبه في واسطة الرجل حتى أصبح فأكتبه . ❶

''ثقہ تابعی سعید بن جبیر (۴۶ھ، ۹۵ھ) بیان کرتے ہیں: میں رات کو مکے کے راستے میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کر رہا تھا، وہ مجھے کوئی حدیث سناتے تو میں اسے کجاوے پر لکھ لیتا پھر صبح کو اسے اپنے پاس (کتاب میں) لکھ لیتا تھا۔''

سند کی تحقیق:

ا:...... سعید بن جبیر بن هشام الاسدی الوالبی مولاهم الکوفی ابو محمد: یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❷

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ''جهبذ العلماء .'' ❸

امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: وہ کوفی ثقہ ہے۔ ❹

امام عجلی نے فرمایا: وہ کوفی تابعی ثقہ ہے۔ ❺

امام ابن شاہین نے اس کا ذکر ''الثقات'' میں کیا ہے۔ ❻ وغیرہ

---

❶ السنن الدارمي: ٤٩٩ ، إسناده صحيح . ❷ تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي: ٣٥٧ .

❸ تاريخ الثقات لابن شاهين: ٤٢٢ ، إسناده صحيح .

❹ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٤/ ٩ . ❺ تاريخ الثقات للعجلي: ٥٣٣ .

❻ تاريخ الثقات لابن شاهين: ٤٢٢ .

۲:...... **عثمان بن حکیم بن عباد بن حنیف ابوسھل الانصاری المدنی الکوفی:** یہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ کا مشہور راوی ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❶

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❷

امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: اور وہ ثقہ ہے، اور امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: وہ صالح ہے۔ ❸

امام عجلی نے فرمایا: وہ کوفی ثقہ ہے۔ ❹

امام محمد بن سعد نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❺

امام ابن شاہین نے اس کا ذکر ''الثقات'' میں کیا ہے۔ ❻ وغیرہ

۳:...... **عبدالواحد بن زیاد العبدی مولاھم ابو بشر البصری:** یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❼

امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے، اور امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❽

امام عجلی نے فرمایا: وہ بصری ثقہ حسن الحدیث ہے۔ ❾

امام دارقطنی نے فرمایا: وہ ثقہ راویوں میں سے ہے۔ ❿

۴:...... **ابوالنعمان ھو محمد بن الفضل السدوسی ابو النعمان البصری**

---

❶ تاریخ یحییٰ بن معین: ۲/ ۳۴. ❷ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ۲/ ۱۵۷.
❸ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٦/ ١٨٥.
❹ تاريخ الثقات للعجلي: ۱۱۰۱. ❺ طبقات ابن سعد: ٥/ ١٩٨.
❻ تاريخ الثقات لابن شاهين: ۷۲۳. ❼ تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي: ٥٢.
❽ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٦/ ٢٦.
❾ تاريخ الثقات للعجلي: ١٠٤٢. ❿ كتاب العلل للدارقطني: ٤/ ٤٢٠.

المعروف بعارم: یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔

امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❶

امام عجلی نے فرمایا: وہ بصری، ثقہ، رجل صالح ہے۔ ❷

امام نسائی نے فرمایا: وہ قبل از اختلاط ثقہ راویوں میں سے ہے۔ ❸ وغیرہ

اسی طرح ثقہ تبع تابعی امام مالک رحمہ اللہ (۹۳ھ، ۱۷۹ھ) نے خلیفہ دوم عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کی کتاب ''کتاب الصدقہ'' کا ذکر کیا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی لکھی ہوئی کتاب ''کتاب الصدقہ'' میں سے مسائل کو اپنے شاگردوں کے سامنے پڑھا۔ ❹

ان کے علاوہ اور بھی صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے اقوال ہیں لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

الغرض صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین وغیرہ نے ان سنن و احادیث کو کتابی شکل اور اپنے سینوں میں محفوظ کیا، پھر یہ نعمت عظمیٰ نسل درنسل متقدمین محدثین کے ذریعے ہم تک پہنچی۔ متقدمین محدثین نے ان ہزاروں احادیث کی درجہ بندی کر کے ان کی صحت اور سند پر محققانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے اور روایت و درایت (یعنی حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا علم) کے حوالے سے متن اور راوی کے صحت و اعتبار کے لیے ایسے علوم وفنون کو بھی ترتیب دیا جس کی مثال اس سے قبل تاریخ علوم انسانی میں ناپید اور مفقود ہے۔ اسماء الرجال، الجرح والتعدیل، اتصال سند اور علت و شذوذ کے حوالے سے محدثین نے وہ خدمات جلیلہ پیش کیں کہ جن سے علوم الحدیث کو علمی وقار اور عملی امتیاز حاصل ہوگیا۔ اصطلاحات حدیث کی متنوع تفصیلات اس علم کے مزاج، نوعیت اور ثقاہت کو سمجھنے کے لیے

❶ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٨/ ٦٩.

❷ تاريخ الثقات للعجلي: ١٤٨٩.

❸ السنن الكبرىٰ للنسائي: ٥/ ٤٦٧، ح ٩٥٩٣.

❹ الموطا الامام مالك: ٥٩٩.

کافی ہیں۔ تاریخ انسانی میں کسی شخصیت کی سیرت وسوانح، تعلیم وحکمت، اقوال وافعال، اور اعمال واحوال کو کبھی اس ذمہ داری، احتیاط اور احساس مسئولیت کے ساتھ مرتب نہیں کیا گیا جو طرزِ عمل ہمیں امام الانبیاء محمد رسول اللہ کے حوالے سے دکھائی دیتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ ''علوم الحدیث'' کو علوم اسلامیہ میں ایک خصوصی امتیاز اور افتخار حاصل رہا ہے۔

بہرحال علم حدیث بے پناہ وسعتوں کا حامل ہے اس کے متون و اسانید کی معرفت، اس کے رجال کا علم، اس کی اصطلاحات وانواع کا احاطہ اور اس کے اصول واحکام کی بصیرت کے بغیر اس کی گہرائیوں اور وسعتوں کا ادراک نہیں ہوسکتا۔ بالخصوص اتباع سنت اور عمل بالحدیث کے لیے تو ناگزیر ہے کہ ایک مسلم حدیث کی نوعیت اور صحت کے اعتبار سے اس کی حیثیت سے واقف ہو۔ اسی لیے متقدمین محدثین نے معرفت حدیث کے لیے اصول وضوابط طے کیے اور اس کی انواع واقسام پر مفصل بحثیں کیں ان اصول وضوابط اور انواع واقسام کا بیان علم ''اصول حدیث'' ہے۔

علم اصول حدیث اسے ''علوم الحدیث'' اور ''علم مصطلح الحدیث'' بھی کہا جاتا ہے۔

اصول حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے حدیث اور سند کے حالات بحیثیت قبول و رد دریافت کیے جاسکیں اور حدیث وسند بحیثیت قبول و رد اس علم کا موضوع ہے، حدیث وسند مقبول ہے یا مردود، اس میں امتیاز حاصل کرنا، اس علم کی غرض و غایت ہے۔ [1] یعنی صحیح احادیث کو ضعیف وموضوع (جھوٹی) روایات سے الگ کرنا۔

اس لحاظ سے یہ علم حاصل کرنا ضروری ہے لیکن ہم نے اسے ایک خاص طبقہ علماء تک محدود کر دیا ہے۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ اس علم کا سوال ہر شخص سے ہوگا۔ چاہے وہ ریڑھی چلانے والا ہو، چاہے وہ کار چلانے والا ہو، چاہے وہ فیکٹری چلانے والا ہو، چاہے وہ مسجد چلانے والا ہو، چاہے وہ مدرسہ چلانے والا ہو، چاہے وہ سکول و کالج اور

---

[1] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ١٥.

یونیورسٹی وغیرہ چلانے والا ہو۔ ان سب باتوں کی کیا دلیل ہے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث میں ہے کہ فوت شدہ شخص کو جب اس کے گھر والے دفن کر کے واپس آ جاتے ہیں تو دو ملائکہ اس کے پاس آتے ہیں اور اس شخص سے قبر میں سوال کرتے ہیں اور وہ شخص جو جواب دیتا ہے تو مَلک اس کے جواب دینے کے بعد کہتا ہے:

"لا دريت ولا تليت." [1]

''تو نے خود تحقیق نہیں کی اور نہ ہی تو نے تلاوت کی ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد قبر میں ہر شخص سے چاہے عالم ہو یا عام آدمی اس سے مَلک سوالوں کے جواب کے بعد کہے گا: ''لا دریت'' اس حدیث میں یہ لفظ ''دریت'' اس علم کو حاصل کرنا لازم قرار دیتا ہے۔

لفظ ''دریت'' کے متعلق شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

علم حدیث کی تین قسمیں ہیں:

۱: علم درایۃ الحدیث۔

۲: علم روایۃ الحدیث۔

۳: علم اسماء الرجال۔

ا۔علم درایۃ الحدیث:

علم يبحث عن كيفية اتصال الأحاديث بالنبي من حيث أحوال رواتها ضبطا وعدالة."

''علم درایۃ الحدیث وہ علم ہے جس کے اندر نبی علیہ السلام تک احادیث پہنچنے کی کیفیت پر بحث ہوتی ہے۔ اس حیثیت سے کہ ان کے راوی عادل ضابط ہیں یا نہیں سند اس کی متصل ہے یا کہ نہیں؟ وہ صحیح یا ضعیف ہیں؟''

[1] صحيح بخاري: ١٣٧٤.

۲۔ علم درایۃ الحدیث کا موضوع:

الراوی والمروی عنه من حیث الرد و القبول.

''اس کا دوسرا نام علم المصطلح اور اصول حدیث بھی رکھتے ہیں۔''

۳۔ علم روایۃ الحدیث:

"علم ینقل أقوال النبی و أفعاله.

''اس کا دوسرا نام علم متن الحدیث بھی ہے۔''[1]

اسی طرح عز الدین بن جماعہ کہتے ہیں:

''درایت علم حدیث ان قوانین کے جاننے کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ سند اور متن کے احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔''

اور زین الدین بن علی کہتے ہیں:

''درایۃ الحدیث وہ علم ہے جس میں حدیث کے متن اور اس کی سند سے بحث ہوتی اور حدیث کی صحت وسقم کا پتہ چلتا ہے، نیز جن چیزوں کی معلومات ضروری ہے ان کے متعلق علم ہوتا ہے۔''[2]

بہرکیف ''صحیح بخاری'' کی حدیث کی روشنی میں اس علم کا حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ ہر شخص یہ سوچ لے کہ قبر میں اس سوال کا کیا جواب دے گا؟ اور اگر جواب نفی میں ہے تو پھر انجام کیا ہوگا؟

بعض لوگ ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے یہ علم حاصل تو کیا لیکن اس کا استعمال غلط کیا اس کی مثال آج کے دور کے بعض الناس اور سابقہ دور میں طحاوی حنفی ہے۔

طحاوی حنفی (۲۳۷ھ، ۳۲۱ھ) کے متعلق امام بیہقی کہتے ہیں:

---

[1] مرآة البخاري، ص: ۲۲.

[2] حدیث کا درایتی معیار: ص ۱۶، ۱۷۔

اور جس وقت میں نے یہ کتاب (معرفۃ السنن والآثار) ترتیب دینا شروع کی میرے بعض ذی علم محدث بھائیوں نے ابوجعفر طحاوی (حنفی) کی کتاب مجھے بھجوائی اور شکوہ کیا کہ طحاوی نے اپنی اس کتاب میں علمائے حدیث کی صحیح روایت کو بھی، اپنی رائے کے خلاف ہونے پر ضعیف قرار دے ڈالا ہے اور اسی طرح ضعیف حدیث کو محض اس لیے صحیح کہہ دیا ہے کہ وہ ان کی رائے کے موافق تھی...... اور جہاں اس (طحاوی حنفی) کا کوئی چارہ نہیں چل سکا۔ صحیح کو ضعیف بنایا اور اس کے مخالف نے جسے ضعیف ٹھہرایا اس پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھ دی۔ ❶

امام بیہقی کی طحاوی حنفی کے متعلق درج بالا بات سو فیصد درست ہے اور اگر کوئی بطور ثبوت دیکھنا چاہے تو طحاوی حنفی کی کتب کا مطالعہ کرے اس پر حقیقت عیاں ہو جائے گی۔

اگرچہ امام بیہقی خود بھی طحاوی حنفی والی روش سے نہیں بچ سکے، امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" کے مقدمہ میں کتابیں تالیف کرنے کے اپنے اسلوب وانداز پر روشنی ڈالی ہے اس میں وہ بتاتے ہیں کہ استدلال واستنباط کے سلسلہ میں وہ ہمیشہ صحیح احادیث پر اقتصار وانحصار کرتے ہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں:

میری عادت ان تمام کتب میں جو اصول وفروع میں تصنیف ہوئی ہیں، یہ ان ہی میں سے میں نے ان اَخبار پر اکتفاء کیا ہے جو ان میں سے صحیح ہیں، ان روایات کو ترک کر دیا ہے جو صحیح نہیں ہیں اور یہ عادت رہی ہے کہ صحیح اور غیر صحیح میں تمیز اور فرق کیا جائے تاکہ ان اَخبار واحادیث میں نظر کرنے والا ناظر جو اہل السنہ میں سے ہے وہ ان پر علی وجہ البصیرت اعتماد کر سکے اور اہل بدعت میں سے جس کا دل کج ہو چکا ہو اَخبار کو قبول کرنے سے، وہ آثار کے بارے میں جن پر اہل السنہ نے اعتماد کیا ہے وہ ان کو حقیر سمجھنے کی راہ نہ پا سکے۔ ❷

---

❶ المدخل الكبير إلى السنن الكبرى للبيهقي، مترجم: ص ۳۰.

❷ دلائل النبوة للبيهقي، مترجم: ۱/ ۱٤٤.

لیکن امام بیہقی کی درج بالا بات غلط ہے جس پر امام بیہقی کی کتب میں بے شمار بطور ثبوت ضعیف، سخت ضعیف اور موضوع (جھوٹی) روایات موجود ہیں اور دوسرا امام بیہقی ''متساہل'' بھی ہیں جیسا کہ آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔

دراصل یہ سارے تقلید کے کرشمے ہیں امام ابن خلدون نے اس طرح کی فکر کے متعلق کیا خوب کہا ہے؟

امام ابن خلدون (۷۳۲ھ، ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں: تاریخ (وروایات) میں غلطیوں کے کئی اسباب ہیں۔

پہلا سبب:...... اختلاف آراء و مذاہب ہے کیونکہ جب ذہن راہ اعتدال پر ہوتا ہے اور کوئی بات سنتا ہے تو اس کی تحقیق کرتا ہے اور غور و فکر کرتا ہے حتیٰ کہ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ خبر سچی ہے یا جھوٹی اور جب ذہن کسی رائے یا مذہب میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے تو فوراً اس خبر کو مان لیتا ہے جو اس کی رائے یا مذہب کے موافق ہو کیونکہ اس کی بصیرت پر تعصب و محبت کی پٹی بندھی ہوئی ہوتی ہے جو اسے تحقیق و تنقید سے روک دیتی ہے اور وہ جھوٹی خبر قبول کر کے غلطی کا شکار ہو جاتا ہے اور اس جھوٹی خبر کو بلا تامل نقل کر لیتا ہے۔ [1]

طحاوی حنفی اور امام بیہقی اور موجودہ دور کے بعض الناس کے منہج پر امام طبری بھی ہے لیکن امام طبری نے ایک بات کر کے اپنے آپ کو (صرف تاریخ طبری کے حوالے سے) بچا لیا ہے۔

امام طبری (۲۲۴ھ، ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

لہٰذا ہماری اس کتاب (تاریخ طبری) میں کسی خبر و روایت کو پڑھنے والا اجنبی سمجھے یا سننے والا قبیح قرار دے صرف اس بناء پر کہ وہ اس روایت کو درست نہیں سمجھتا تو اسے جان لینا چاہیے کہ ہم نے اپنی طرف سے کوئی ملمع سازی یا رنگ آمیزی نہیں کی بلکہ بعض ناقلین سے

---

[1] مقدمه ابن خلدون، مترجم: ص ١٤٥ .

وہ ہمیں اسی طرح آ پہنچی ہیں پس ہم نے ان کو اسی طرح آگے لکھ دیا جس طرح وہ ہم تک پہنچی تھیں۔ ❶

لہٰذا ہم میں سے ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ علم ''اصول حدیث'' سیکھے اور احادیث کی خود تحقیق کر کے اطمینان حاصل کرے نہ کہ دوسروں کی تقلید کرے۔ مجھے اس موقع پر ایک قابل ذکر واقعہ یاد آ گیا جو راقم کے ساتھ پیش آیا، یہ جنوری ۲۰۱۱ء کی بات ہے اس سے ایک ماہ قبل یعنی دسمبر ۲۰۱۰ء میں میری کتاب ''الصحیفه فی الأحادیث الضعیفة من سلسلة الاحادیث الصحیحه للالبانی'' چھپ چکی تھی میں نے استاد محترم شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو کسی مسئلے میں گفتگو کے لیے فون کیا تو استاد محترم شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے مجھے فون پر کہا:

''خرم بھائی مجھے آپ کی کتاب ''الصحیحفه فی الاحادیث الضعیفة'' کے متعلق بہت سے لوگوں کے فون آئے ہیں کہ یہ خرم شہزاد کون ہے؟ (یعنی کس مدرسہ وغیرہ سے پڑھا ہے واللہ اعلم) تو میں انہیں کہتا ہوں تم خرم شہزاد کو چھوڑو، تم اس کے دلائل دیکھو (لوگ علامہ البانی رحمہ اللہ کی تقلید میں نہیں مان رہے ہوں گے واللہ اعلم) خرم بھائی یہ اہل حدیثوں (علماء اور عوام) میں تقلید کہاں سے آ گئی ہے۔''

ہم سمجھتے ہیں اسی تقلید نے علامہ البانی رحمہ اللہ وغیرہ کی اور بعض الناس کے خود ساختہ اصولوں کی تقلید پر لوگوں کو مجبور کر دیا ہے اور ان خود ساختہ اصولوں (اس کی تفصیل اسی کتاب میں آئے گی) کی روشنی میں یہ بعض الناس ضعیف روایات کو ''صحیح اور حسن'' قرار دے رہے ہیں۔ اس کی ایک مثال پیش خدمت ہے۔

عبدالرحمٰن بن عمرو سلمی اور حجر بن حجر کلاعی بیان کرتے ہیں: ہم عرباض رضی اللہ عنہ بن ساریہ کے پاس گئے، جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی ''ہاں ان پر بھی کوئی حرج نہیں جو

---

❶ تاریخ طبری، مترجم: ۱/ ۱۷.

آپ کے پاس آتے ہیں کہ آپ انہیں سواری مہیا کر دیں تو آپ جواب دیتے ہیں کہ میں تو تمہاری سواری کے لیے کچھ بھی نہیں پاتا'' (سورۃ التوبہ: ۹۲) اور وہ (عرباض رضی اللہ عنہ بن ساریہ) حالت مرض میں تھے، ہم نے ان سے عرض کیا بے شک ہم آپ کے پاس زیارت کرنے، عیادت کرنے اور (علم) حاصل کرنے آئے ہیں۔ تو عرباض رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک نبی علیہ السلام نے ہمیں فجر کی صلوٰۃ (نماز) پڑھائی اور ہماری طرف چہرہ مبارک فرما کر زبردست وعظ ونصیحت فرمائی، جس سے آنکھیں اشکبار ہوئیں اور دل دہل گئے ایک کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول! بے شک یہ تو الوداعی خطاب لگتا ہے، تو آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور (امیر کی) سمع و اطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ (امیر) حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، پس بے شک بات یہ ہے کہ جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، تو تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو داڑھوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو اور نئے نئے کاموں (بدعات) سے بچو، پس بے شک ہر بدعت گمراہی ہے۔

تخریج:...... سنن أبوداؤد: (٤٦٠٧)، مسند أحمد: (٤/ ١٢٦)، سنن ترمذی: (٢٦٧٦)، سنن ابن ماجه: (٤٣)، السنن الدارمی: (٩٥)، كتاب السنة المروزی: (٦٩، ٧٠)، مشكل الآثار للطحاوی: (٩٩٨)، كتاب السنة لابن أبی عاصم: (٥٧)، المعجم الكبير للطبرانی: (١٨/ ٢٤٥)، مسند الشامين للطبرانی: (١١٧٩)، المعرفة والتاريخ الفسوی: (٢/ ٢٠٠)، صحيح ابن حبان: (٥)، المستدرك للحاكم: (٣٢٩، ٣٣٢)، كتاب الشريعة لآجری: (٩٤)، كتاب الثقات لابن حبان: (١/ ٩)، السنن الكبرى للبيهقی: (١٠/ ١١٤)، المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقی: (٢٨)، شعب الايمان للبيهقی: (٧٥١٦)، دلائل النبوة للبيهقی: (٢٩٢٢)، حلية الاولياء لأبی نعيم: (٤/ ٣٠٤)، معرفة الصحابة لابی

نعیم: (٤٩٩٥)، غریب الحدیث للجربی: (١٣٦٥) امالی ابن بشران (٥٦)، جامع بیان العلم وفضله لابن عبدالبر: (٢٣١١)، الفقیه والمتفقه للخطیب البغدادی: (٤٥٩)، فوائد تمام: (٣٣٧)، الخطب والمواعظ لأبی عبید: (٢)، شرح اصول اعتقاد واهل السنة للالکائی: ١٨٦١)، شرح السنة للبغوی: (١٠٢)، السنن الواردة فی الفتن للدانی: (١٢٣)، أمالی أبی طاهر المخلص: (٧٣)، الإبانة الکبری لابن بطة: (١٤٨)، أسد الغابة لابن الاثیر: (٢/ ٥٤٤)، تاریخ دمشق لابن عساکر: (٤٠/ ١٧٩)، کلهم من طرق حدثنی عبدالرحمن بن عمرو السلمی وحجر بن حجر الکلاعی قالا أتینا العرباض بن ساریة......"

تحقیق:

ضعیف۔

درج بالا احادیث کی تمام کتب میں مرکزی راوی عبدالرحمٰن بن عمرو السلمی اور حجر بن حجر الکلاعی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عمرو السلمی راوی "مجہول" ہے اور حجر بن حجر الکلاعی راوی بھی "مجہول" ہے۔ ❶

متساہلین ومتاخرین کی ان دونوں راویوں کی توثیق کرنا، باطل ومردود ہے۔ ان کا رد آپ اسی کتاب میں پڑھیں گے۔

اس حدیث کے تمام متابعات اور شواہد ضعیف ہیں۔ ہم ان بعض الناس کے خودساختہ اصولوں اور ان کی شرانگیز فکر وسوچ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ متقدمین محدثین پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے علم اصول حدیث وعلم الرجال کو کتاب وسنت سے ہی اخذ کر کے اپنی اپنی کتب میں محفوظ کر لیا، جس سے ہمارے لیے یہ آسانی پیدا ہوگئی ہے کہ ہمیں کسی بھی حدیث کی تحقیق وتخریج کرنے میں

---

❶ تحریر تقریب التهذیب: ١/ ٢٥٤.

کسی بھی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اور متاخرین کی کوئی بھی بات یا اصول جو متقدمین کے مخالف ہو تو وہ قابل قبول نہیں کیونکہ متاخرین تو صرف ناقلین ہیں انہوں نے متقدمین کے بکھرے ہوئے اصولوں کو اپنی کتب میں اکٹھا کیا ہے۔ اگر راقم نے بھی اپنی اس کتاب میں متاخرین کی کتب کے حوالے دیئے ہیں تو وہ اس لیے کہ وہ اصول متقدمین سے ثابت ہیں۔

لہٰذا یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ ہم صرف اور صرف متقدمین کے منہج وہ اصول حدیث کے پابند ہیں اور حدیث سے بھی خیر الناس ادوار کی پیش گوئی ملتی ہے۔ جیسا کہ آپ اسی کتاب میں اس موضوع کو پڑھیں گے۔

راقم الحروف کی یہ کتاب ''اصول حدیث و اصول تخریج'' لکھنے کا مقصد متقدمین کے اصول و منہج کو عوام الناس میں متعارف کروانا ہے اور جس طرح ''احادیث کی کتب'' گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں اسی طرح ان شاء اللہ یہ ''اصول حدیث و اصول تخریج'' کا علم گھر گھر پھیلے گا اور تقلید خود بخود دم توڑ جائے گی۔ اور ان شاء اللہ خود ساختہ اصولوں تساہلین و متاخرین اور حسن لغیرہ وغیرہ سے لوگوں کی جان چھوڑ جائے گی۔

ان شاء اللہ علماء اور طلباء اس کتاب سے مستفید ہوں گے اور ہمارے لیے صدقہ جاریہ ثابت ہوگی۔

بعض الناس ہماری اس طرح کی مخلصانہ کاوشوں سے خوش ہونے کی بجائے ناراض ہوتے ہیں کیونکہ حق کو تسلیم کرنے میں ان کی ضد آڑے ہے، پھر ہم پر وہ اپنا غصہ دلائل دینے کی بجائے ادھر ادھر کی باتوں سے پورا کرتے ہیں۔

آج میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اکیلا ہی ''تحقیق و تخریج'' کا کام کر رہا ہوں لیکن عنقریب ان شاء اللہ میرے کئی شاگرد اس فیلڈ میں آ چکے ہوں گے جن میں راقم کا بیٹا ''محمد حفظہ اللہ'' اور خاص شاگرد ابو معاذ نذر الرحمٰن حفظہ اللہ ہے جو اس وقت جامعہ البانیہ سیالکوٹ میں درس نظامی کر رہا ہے راقم کو اپنے بیٹے ''محمد حفظہ اللہ'' اور خاص شاگرد ابو معاذ نذر الرحمٰن حفظہ اللہ سے

ان شاء اللہ بڑی امیدیں وابستہ ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کے علم، عمر، عمل اور رزق میں برکت عطاء فرمائے۔ (آمین)

راقم اپنے دینی بھائی اور استاد محترم فضیلۃ الشیخ الحافظ محمد یحییٰ الحامدی حفظہ اللہ کا انتہائی تہہ دل سے مشکور ہے جنہوں نے اس کتاب کے متعلق بڑی زبردست اور حقیقت پر مبنی تقریظ لکھی اور ہمہ وقت راقم کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ استاد محترم فضیلۃ الشیخ الحافظ محمد یحییٰ الحامدی حفظہ اللہ کے علم، عمر، عمل اور رزق میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

راقم اپنے ادارے کے تمام افراد کا تہہ دل سے مشکور ہے، جن کی کوشش اور تعاون سے لوگوں تک دین اسلام کے تمام صحیح مسائل پہنچ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش و تعاون اور میری محنت کو قبول فرمائے۔ (آمین)

راقم الحروف کی صرف وہی کتاب معتبر ہے جسے مکتبۃ التحقیق و التخریج سے شائع کیا گیا ہے اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ مزید بطور وضاحت عرض ہے کہ مصنف کے پاس یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنی کتاب کے ہر ایڈیشن کی (اگر ضرورت ہو) نظر ثانی کرے اور اگر مناسب سمجھے تو بعض مقامات کی اصلاح بھی کرے۔ اسے ''حق التعدیل'' کہا جاتا ہے اور میری تمام (سابقہ و آئندہ) کتابوں میں ''حق التعدیل'' کا اختیار صرف مجھے ہی حاصل ہے۔ لہٰذا میری اجازت، نظر ثانی اور اصلاح کے بغیر میری کتاب یا تحریر شائع کرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔

لہٰذا اب راقم الحروف کی تمام کتابوں اور تحریروں میں صرف وہی معتبر ہے جسے صرف مکتبۃ التحقیق و التخریج سے شائع کیا گیا ہے۔

اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ اس کتاب پر تنقیدی نگاہ ڈالیں تاکہ اس میں جو غلطیاں اور خامیاں ہوں تو ان شاء اللہ اسے دوسرے ایڈیشن میں درست کردیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ادارے کے تمام افراد و دوستوں کی دنیا اور آخرت میں بہتری اور کامیابی عطاء

فرمائے اور ان کے علم، عمل، عمر اور رزق میں برکت عطا فرمائے اور اس چھوٹی سی کاوش کو قبول فرما کر، میرے تمام دوستوں، میرے اہل خانہ اور میرے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زندہ رکھے تو دین اسلام پر اور موت دے تو شہادت کی۔ (آمین یا رب العالمین)

خادم قرآن وسنت

ابو محمد خرم شہزاد

0313-4596872

۲۴ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ

۳ اپریل بروز اتوار ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
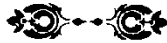
کتاب اصول حدیث

علم اصول حدیث:

اسے ''علوم الحدیث'' اور ''علم مصطلح الحدیث'' بھی کہا جاتا ہے۔ اصول حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے حدیث اور سند کے حالات بحیثیت قبول و رد دریافت کیے جا سکیں اور حدیث وسند بحیثیت قبول و رد اس علم کا موضوع ہے، حدیث وسند مقبول ہے یا مردود، اس میں امتیاز حاصل کرنا، اس علم کی غرض وغایت ہے۔ ❶ یعنی صحیح احادیث کو ضعیف وموضوع (جھوٹی) روایات سے الگ کرنا۔

حدیث:

حدیث کے لغوی معنی جدید کے ہیں اور اسے قدیم کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے جس طرح حدوث ''قدمہ'' کی نقیض کے طور پر استعمال پر ہے اس مادہ کے مختلف مشتقات میں جدید ہونے کا تصور شامل رہتا ہے۔ ❷ محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ کے قول، فعل، تقریر اور وصف کو حدیث کہتے ہیں۔ ❸

بہرحال کتب حدیث میں اس مفہوم کے استعمال کی کئی مثالیں موجود ہیں نیز قرآن مجید میں حدیث بمعنی گفتگو، بیان، واقعہ اور قصہ بھی مستعمل ہوتی ہے لہٰذا قرآن وحدیث سے اس کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

﴿ وَهَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ مُوسٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ: ۹)

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۱۵ . ❷ لسان العرب: ۲/ ۱۳۱ .
❸ معجم مصطلحاتِ حدیث: ص ۱۵۹ .

''اور کیا آئی ہے آپ کے پاس موسیٰ کی بات۔''

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ۝﴾ (البروج: ۱۷ ۔ ۱۸)

''کیا آئی ہے آپ کے پاس لشکروں کی بات (خبر) فرعون اور ثمود کی۔''

﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (المرسلٰت: ۵۰)

''پھر کس بات پر اس (قرآن) کے بعد وہ سب ایمان لائیں گے۔''

رسول اللہ نے فرمایا:

((لقد ظننت یا اباھریرۃ ان لا یسئلنی عن ھذا الحدیث احد اول منك لما رایت من حرصك علی الحدیث.)) [1]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میرا اندازہ تھا کہ اس بات کے بارے میں تم سے پہلے کوئی مجھ سے سوال نہیں کرے گا کیونکہ میں حدیث میں تمہارا شوق دیکھتا ہوں...... الخ''

رسول اللہ نے فرمایا:

((من حدث عنی حدیثا یری انه کذب فھو احد الکاذبین)) [2]

''جو مجھ سے حدیث بیان کریں اور وہ خیال کرتا ہو کہ وہ جھوٹ ہے، تو وہ خود جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔''

رسول اللہ نے فرمایا:

((یا ایھا الناس ایاکم وکثرۃ الحدیث عنی فمن قال علی فلا یقل الا حقا او صدقا ومن قال علی مالم أقل فلیتبوأ مقعدہ من النار.)) [3]

''اے لوگو! (صحابہ) میرے حوالے سے کثرت کے ساتھ حدیث بیان کرنے

---

[1] صحیح بخاری، مترجم: ۹۸. [2] صحیح مسلم، مترجم: ۱/ ۲۶.

[3] مسند أحمد: ۲۲۹۰۵۔ ابن ماجة: ۳۵۔ إسناد حسن.

سے بچو، اور جو میری طرف نسبت کر کے کوئی بات کہے تو وہ صرف صحیح اور حق بات کہے، اس لیے کہ جو شخص میری طرف کسی جھوٹ بات کو منسوب کرے گا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔"

قولی حدیث کی مثال:

((النبی یقول من یقل علی ما لم اقل فلیتبوا مقعده من النار .)) ❶

"نبی علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔"

فعلی حدیث کی مثال:

((ابن عباس قال توضا النبی مرةً مرةً .)) ❷

"ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام نے وضو میں اعضاء کو ایک ایک بار دھویا۔"

تقریری حدیث کی مثال:

امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے "صحیح بخاری" میں باب باندھا ہے "نبی علیہ السلام کے سامنے ایک بات کی جائے اور آپ علیہ السلام اس پر انکار نہ کریں (اس کو تقریری حدیث کہتے ہیں) تو یہ حجت ہے نبی علیہ السلام کے سوا کسی کی (تقریر) حجت نہیں" اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے دلیل کے طور پر درج ذیل حدیث نقل کی ہے:

"ثقہ تابعی محمد بن منکدر کہتے ہیں: میں نے جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کو دیکھا وہ اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، میں نے (محمد بن منکدر) کہا ہائے تم اس بات پر قسم کیوں کھاتے ہو۔ انہوں (جابر بن عبداللہ) نے فرمایا: میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو

❶ صحیح بخاری: ۱۰۹ .

❷ صحیح بخاری: ۱۵۷ .

دیکھا وہ نبی علیہ السلام کے سامنے اس بات پر قسم کھاتے تھے اور آپ علیہ السلام نے انکار نہیں کیا۔'' [1]

دوسری مثال:

عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کو جب غزوۂ ذات السلاسل میں بھیجا گیا تو کہتے ہیں ایک سخت سرد رات کو مجھے احتلام ہوگیا مجھے ڈر تھا کہ اگر میں نے غسل کیا تو کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں لہٰذا میں نے تیمّم کر لیا پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی صلوٰۃ پڑھ لی جب ہم رسول اللہ کے پاس آئے تو لوگوں نے اس بات کا ذکر آپ سے کیا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے عمرو! تم نے اپنے ساتھیوں کے سات حالت جنابت میں صلوٰۃ ادا کرلی؟ میں نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ ''اور نہ قتل کرو اپنے آپ کو بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے ہے بے حد مہربان۔'' (النساء: ۲۹) اس لیے میں نے تیمّم کیا اور پھر صلوٰۃ پڑھ لی۔ رسول اللہ ہنس پڑے اور کچھ نہ کہا۔ [2]

حدیث کے اجزاء:

۱:...... اسناد

۲:...... متن

ا۔ اسناد:

اسناد کا لغوی معنی: کلمہ ''اسناد'' سند سے ماخوذ ہے، جو لغوی اعتبار سے مختلف معنوں میں مستعمل ہے، پہاڑ کے دامن کی بلندی کو سند کہا جاتا ہے، اسی طرح سے وادی کے سامنے کی بلند زمین کو بھی سند کہا جاتا ہے، آدمی جس چیز پر ٹیک لگاتا ہے یا جس پر اعتماد کرتا ہے اس کو بھی سند کہا جاتا ہے۔ [3]

اسناد کا اصطلاحی معنی: اصطلاح میں اسناد (یا سند) اس واسطہ کو کہتے ہیں جو متن تک

---

[1] صحیح بخاری: ۷۳۵۵. [2] سنن أبوداود: ۳۳٤، إسناده صحیح.

[3] لسان العرب: ۳/ ۲۲۰۔ مادہ ''سند''.

پہنچاتا ہے، جمہور محدثین کے یہاں سند اور اسناد میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن کچھ محدثین نے مفہوم کے اعتبار سے فرق کیا ہے، ان کے یہاں سند اس واسطہ کو کہتے ہیں جو متن تک پہنچاتا ہے اور اسناد قائل کی جانب قول کی نسبت کرنے کو کہتے ہیں۔ ❶

۲۔ متن:

یہ لفظ لغت میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے مثلاً سخت و بلند زمین، ٹالنا اور دور کرنا اور غالب ہونا وغیرہ۔ ❷ متن کا جو طریق (سلسلہ رُوات) ہو، اسے اسناد کہا جاتا ہے، متن وہ ہے جس پر اسناد ختم ہوتی ہے۔ ❸ یعنی سند کے بعد والا کلام یا جہاں تک سند ختم ہوتی ہو اس کے بعد والا کلام ''متن'' کہلاتا ہے۔

اسناد اور متن کی مثال:

((حدثنا عمران بن ميسرة قال حدثنا عبدالوارث عن ابى التياح عن انس قال قال رسول الله ان من اشراط الساعة ان يرفع العلم يثبت الجهل وتشرب الخمر ويظهر الزنا .)) ❹

اس حدیث میں ''حدثنا عمران بن میسرۃ سے انس رضی اللہ عنہ بن مالک'' تک اسناد ہے۔ اور قال رسول اللہ سے آخیر تک متن ہے۔

خبر:

لغت میں کسی واقعے کی اطلاع دینے کو خبر کہتے ہیں اس کی جمع اخبار ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک خبر وحدیث دونوں مترادف (ہم معنی) ہیں، بعض کا قول ہے کہ

❶ لسان العرب: ۳/ ۲۲۱ .

❷ لسان العرب: ۱۳/ ۳۹۸ .

❸ نزهة النظر لابن حجر ، مترجم: ص ۱۶ .

❹ صحيح بخاری: ۸۰ .

جو چیز رسول اللہ سے مروی ہو، وہ حدیث ہے اور جو غیر سے مروی ہو، وہ خبر ہے، اس تفریق کی بناء پر مورخ وقصہ گو کو اخباری اور خادمِ سنت کو محدث کہا جاتا ہے، یعنی جو حدیث ہے وہ خبر ہے لیکن خبر کے لیے حدیث ہونا ضروری نہیں۔ [1]

اثر:

لغت میں ''بقیۃ الشيء'' یعنی کسی چیز کا باقی حصہ، کو اثر کہتے ہیں جمہور محدثین کے نزدیک ''اثر'' حدیث کے ہم معنی اور مترادف ہے، یعنی دونوں کے اصطلاحی معنی ومفہوم ایک ہی ہیں (مراد وہ قول وفعل یا تقریر وصف جس کی نسبت نبی علیہ السلام کی طرف ہو) فقہائے خراسان کے نزدیک ''اثر'' سے مراد وہ قول وفعل ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی طرف منسوب ہو۔ [2]

الحدیث القدسی:

''حدیث قدسی'' وہ حدیث ہے جو نبی علیہ السلام کی طرف سے ہم تک منقول ہو، اور آپ علیہ السلام اس کو اللہ تعالیٰ سے بیان کریں، اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

((قال رسول اللّٰه ان اللّٰه تعالی قال من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب...... الخ)) [3]

سنت:

لغوی اعتبار سے سنت سے مراد سیرت اور طریقہ ہے خواہ اچھا ہو یا برا۔ [4]

اور اصطلاح میں رسول اللہ کے حکم یا نہی اور جائز قرار دینے کو سنت کہتے ہیں (گویا سنت، حدیث کے مترادف یعنی ہم معنی ہے)۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ١٦.

[2] فتح المغيث للسخاوي: ١/ ١٠٤ـ ونزهة النظر لابن حجر: مترجم: ص ٧٦.

[3] صحیح بخاری: ٦٥٠٢. [4] لسان العرب: ١٣/ ٢٢٥.

((رسول اللّٰه فقال ...... فمن رغب عن سنتی فلیس منی .)) ❶

المُسْنَد:

"ن" پر زبر ہے اس کے بارے میں چار اقوال ہیں۔

۱:...... مسند اسے کہتے ہیں: جس کی سند رسول اللہ تک متصل ہو۔ ❷ (اگر قبول کی شرائط پائی جائیں تو یہ قابل قبول ہوگی)۔

۲:...... جس روایت کی سند شروع سے آخر تک متصل ہو۔ ❸

۳:...... جو روایت رسول اللہ سے مروی ہو چاہے متصل ہو یا منقطع (وہ مسند کہلاتی ہے)۔ ❹

۴:...... ہر وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو یکجا کر دیا گیا ہو۔ ❺ مثلاً مسند ابوداود الطیالسی (۲۰۴ھ) مسند أحمد (۱۶۴ھ، ۲۴۱ھ)، مسند حمیدی (۲۱۹ھ) مسند اسحاق بن راہویہ (۱۶۱، ۲۳۴ھ) مسند شافعی (۲۰۴ھ) مسند ابو یعلی (۳۰۷ھ) مسند السراج (۳۱۳ھ) مسند علی بن الجعد (۱۳۴ھ، ۲۳۰ھ) مسند عبد بن حمید (۲۴۹ھ) وغیرہم۔

المُسْنِدُ:

"ن" پر زیر ہے وہ راوی ہوتا ہے جو حدیث کو سند کے ساتھ روایت کرے، خواہ اس کے پاس اس کا علم ہو یا وہ صرف روایت کر رہا ہو۔ ❻

راوی:

حدیث بیان کرنے والے کو راوی کہا جاتا ہے خواہ وہ نبی علیہ السلام سے حدیث بیان کرے یا

---

❶ صحیح بخاری: ٥٠٦٣ .
❷ معرفة علوم الحديث ، مترجم: ص ٦٣ .
❸ الكفاية للخطيب: ص ٢٤ .
❹ اختصار علوم الحديث ، مترجم: ص ٣٢ .
❺ تيسير مصطلح الحديث ، مترجم: ص ٢١ .
❻ اطيب المنح ، مترجم: ص ١٧ .

کسی صحابیِ رسول یا کسی تابعی یا کسی تبع تابعی سے بیان کرے۔

مروی:

جس شخص سے روایت بیان کی جائے اس کو مروی کہتے ہیں۔

روایت:

جو واقعہ بیان ہو رہا ہو اسے روایت کہتے ہیں۔

محدث:

محدث وہ ہے جس نے متون احادیث اور ان کے اصول حاصل کیے، متعدد کتب کا سماع کیا، اسانید علل اور اسماء الرجال کی معرفت حاصل کی۔ [1]

حافظ:

اس میں دو قول ہیں: اکثر محدثین کے نزدیک یہ محدث کے ہم معنی اور مترادف ہے، کہا جاتا ہے کہ وہ محدث سے ایک درجہ بلند ہے اس حیثیت سے کہ رواۃ کے ہر طبقے میں اس کی معرفت و واقفیت اس کی جہالت اور عدم واقفیت سے زیادہ ہوتی ہے۔ [2]

حاکم:

وہ شخص جو تمام مروی احادیث مع سند و متن محفوظ رکھے اور اسے جرح وتعدیل اور تاریخ کا ادراک بھی ہو تو وہ حاکم کہلائے گا۔

امیر المومنین فی الحدیث:

یہ لقب سب سے اونچا ہے اور اس کا مستحق وہ محدث ہے جو حفظ واتقان اور معرفت علل میں سب سے فائق ہو حتیٰ کہ اس کے ہم عصر حدیث کے تمام معاملات میں اس کی طرف رجوع کریں۔ مثلاً امام شعبہ بن حجاج، امام سفیان بن سعید ثوری، امام عبداللہ بن

---

[1] التحدیث فی علوم الحدیث: ص ١٤٤.

[2] تیسیر مصطلح الحدیث، مترجم: ص ٢١.

مبارک، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن مدینی، امام محمد بن اسماعیل بخاری، امام مسلم بن حجاج، امام علی بن عمر بن احمد الدارقطنی وغیرہم۔ ❶

متواتر حدیث:

متواتر اسم فاعل کا صیغہ ہے، تواتر بمعنی تتابع سے مشتق ہے، لوگ کہتے ہیں ''تواتر المطر'' بارش متواتر ہوئی یعنی بارش کا نزول لگاتار اور مسلسل ہوا۔ ❷ اصطلاح محدثین میں حدیث متواتر وہ حدیث ہے، جس کو ایک ایسی جماعت روایت کرتی ہو جس کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً وعادۃً محال ہو، اور وہ جماعت جس دوسری جماعت سے روایت کرتی ہو وہ بھی اسی طرح کی ہو، اور یہ وصف سند کے آغاز، وسط اور آخر میں موجود رہے، کسی جگہ کمی نہ واقع ہو، اور مفید علم یقینی ضروری ہو، اور خبر (حدیث) کا تعلق عقل سے نہیں بلکہ حِس سے ہو۔ ❸ (یعنی راوی جس خبر (حدیث) کو بیان کر رہا ہے وہ حواس ظاہرہ سے متعلق ہو۔ مثلاً راوی یوں کہے: میں نے رسول اللہ کو ایسا کرتے دیکھا یا میں نے رسول اللہ کو اس طرح کہتے سنا)۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حدیث متواتر کی پانچ شرائط ہیں:

حدیث متواتر کی شرائط:

۱:...... کثرت اسناد۔

۲:...... راویوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا، یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا صادر ہونا عادۃً محال ہو۔

۳:...... یہ کثرت ابتداء سے انتہا تک یکساں ہو کسی جگہ کمی نہ آئی ہو۔

۴:...... خبر (حدیث) کا تعلق حس سے ہو عقل سے نہ ہو۔

❶ معجم مصطلحات حدیث، ص: ۵۱۔ ❷ تقریب النووی، مترجم: ۳۱۵۔

❸ نزھة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۱۶۔

۵:......مفید علم یقینی ہو۔ ❶ (یعنی یہ خبر (حدیث) ایسا علم عطا کرے جو یقین کے درجے میں ہو)۔

حدیث متواتر ایسی یقینی ہوتی ہے جس کی تصدیق کرنے پر انسان مجبور ہو جاتا ہے اس بناء پر تمام متواتر اخبار (احادیث) مقبول ہوتی ہیں۔ ❷

متواتر حدیث کی قسمیں:

اس کی دو قسمیں ہیں، لفظی اور معنوی۔

متواتر لفظی:

وہ روایت ہے جس کے الفاظ اور معنی دونوں متواتر ہوں مثال کے طور پر، "وَمَنْ كذب على متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار." نبی علیہ السلام نے فرمایا: جوشخص مجھ پر عمداً جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔ ❸

اس حدیث کی روایت (۶۲) باسٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی ہے اور ابوبکر البزار نے اپنی مسند میں تقریباً چالیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے ان میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ ❹

متواتر معنوی:

وہ روایت جس کا معنی تو متواتر ہو لیکن اس کے الفاظ متواتر نہ ہوں مثلاً دعا میں ہاتھ اٹھانے کی احادیث (تقریباً ۱۰۰ کی تعداد میں) منقول ہیں ان تمام میں ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے دعا میں ہاتھ اٹھائے تھے لیکن کیفیات واحوال مختلف ہیں ان میں سے کوئی بھی کیفیت متواتر نہیں تاہم ان میں قدر مشترک دعا میں ہاتھ اٹھانا مجموعی اسانید کے اعتبار سے متواتر ہے۔ ❺

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ١٦.

❷ مقدمة ابن الصلاح، مترجم: ص ٧٣.

❸ صحيح بخاري: ٣٤٦١.　　❹ مقدمة ابن الصلاح: ص ١٣٥.

❺ تدريب الراوي السيوطي: ص ١٠٦.

حدیث آحاد:

الآحاد ''أحد'' کی جمع ہے، جس کا معنی ہے ''الواحد'' یعنی ایک۔ خبر (حدیث) متواتر کے سوا مشہور، وعزیز، وغریب، تینوں کو اخبارِ آحاد اور ہر ایک کو خبر واحد کہا جاتا ہے لغۃً خبر (حدیث) واحد وہ ہے، جسے ایک ہی شخص روایت کرے، اور اصطلاحاً وہ ہے، جس میں متواتر کی کل شرائط موجود نہ ہوں۔ پھر متواتر چونکہ مفید یقین ضروری ہوتی ہے، اس لیے وہ مردود نہیں، صرف مقبول ہی ہوتی ہے۔ بخلاف اخبارِ آحاد کے کہ وہ مقبول بھی ہوتی ہیں اور مردود بھی، اس لیے کہ ان کا واجب العمل ہونا ان کے راویوں کے حالات پر مبنی ہے اگر راویوں میں اوصاف قبولیت کے موجود ہیں تو چونکہ ان کی خبر کی صداقت کا گمان غالب ہوتا ہے اس لیے واجب العمل سمجھی جائیں گی اور اگر ان میں اوصاف مردودیت کے موجود ہیں تو چونکہ ان کی خبر کے کذب کا گمان غالب ہوتا ہے، اس لیے متروک العمل سمجھی جائیں گی باقی راویوں میں اگر نہ اوصاف قبولیت کے موجود ہوں نہ اوصاف مردودیت کے مگر قرینہ قبولیت کا موجود ہے، تو مقبول سمجھی جائیں گی ورنہ مردود، اور اگر کوئی قرینہ بھی نہ ہو تو اس میں توقف کیا جائے گا۔ توقف کرنے سے گو بمنزلہ مردود ہوگی، مگر مردود اس وجہ سے نہیں کہ اس کے رُوات میں اوصاف رد ہیں بلکہ اس لیے کہ ان میں اوصاف قبولیت کے موجود نہیں۔ ❶

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: خبر واحد وہ حدیث ہے، جس کو ایک ایک راوی روایت کرتے ہوئے نبی علیہ السلام تک یا اس شخص (صحابی) تک جس نے آپ علیہ السلام سے روایت کیا ہو، پہنچا دے، اس کو خبر واحد کہتے ہیں، اور یہ حدیث اس وقت قابل حجت ہوگی، جب اس میں چند شرائط جمع ہوں، ایک یہ ہے کہ جس شخص نے اس کو روایت کیا ہو، دینداری میں ثقہ ہو، اور حدیث میں صدق کے ساتھ مشہور ہو۔ اور اپنے اوپر کے جس راوی سے اس نے روایت کی ہے اسی صفت کے ساتھ یہ سلسلہ اس وقت جاری رہے کہ حدیث رسول اللہ تک پہنچے یا

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۲۳، ۲۴.

اس شخص تک جس نے رسول اللہ سے روایت کیا ہے، لہٰذا ہر راوی میں وہ صفات ہونی چاہئیں جو میں نے بیان کیے ہیں ان کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ نے بے شمار کتاب وسنت سے خبر واحد کا قابل حجت ہونا ثابت کیا ہے۔ ❶

امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ "المعروف الجامع الصحیح البخاری" میں لکھتے ہیں "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله وسننه وأيامه" کتاب اخبار الاحاد پھر باب باندھا ہے، ایک سچے شخص کی خبر پر اذان، صلوٰۃ، صوم، فرائض اور سارے احکام میں عمل ہونا۔ ❷ اس کے بعد امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے تقریباً ۲۰ احادیث نقل کی ہیں کہ خبر واحد قابل حجت ہے۔

خبر (حدیث) واحد کی مثال:

انس رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں کہ میں ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح اور ابی رضی اللہ عنہ بن کعب کو کھجور کی خمر پلا رہا تھا۔ اس دوران میں ایک شخص آیا اور اس نے بتایا کہ خمر حرام کردی گئی ہے (یہ سن کر ابوطلحہ نے کہا اے انس رضی اللہ عنہ! اٹھو اور ان مٹکوں کو توڑ دو۔ انس بیان کرتے ہیں کہ میں اٹھا اور ہاون دستہ ہاتھ میں لیا۔ پھر میں نے مٹکوں کو نیچے سے مارنا شروع کردیا حتیٰ کہ وہ سب ٹوٹ گئے۔ ❸

حدیث مشہور:

لغت میں شہرت سے اسم مفعول ہے۔ جس کے معنی اعلان واظہار کے ہیں۔ ❹ اور اصطلاح میں حدیث مشہور وہ ہے جس کے راوی ہر طبقہ میں تین یا اس سے زیادہ ہوں لیکن متواتر کی تعداد سے کم ہوں، یعنی اس میں خبر (حدیث) متواتر کی پانچ شرائط میں سے چار

---

❶ كتاب الرسالة للشافعي، مترجم: ص ۲۲۳، ۲۲٤، دوسرانسخہ: ص ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲.

❷ صحيح بخاری، مترجم: ۳/ ۹۰٤.
❸ صحيح بخاری: ۷۲۵۳.

❹ التحديث في علوم الحديث: ص ۱۵۲.

شرائط پائی جائیں صرف ایک شرط معدوم ہو اور وہ ہے، مفید علم یقینی ہونا جیسے ''شق القمر'' کی حدیث کہ اس میں چاروں شرائط موجود ہیں لیکن پانچویں شرط موجود نہیں کیونکہ جو لوگ عالم بالا میں ایسی تبدیلی کو ناممکن سمجھتے ہیں ان کے لیے یہ مفید علم یقینی نہیں۔ ❶

حدیث مشہور کے معنی میں حدیث مستفیض بھی ہے، مستفیض لغت میں اسم فاعل کا صیغہ ہے "فاض الماء یفیض" سے مشتق ہے حدیث مستفیض کو مستفیض اس کی شہرت اور انتشار کی وجہ سے کہتے ہیں۔ ❷ بعض فقہاء کے نزدیک حدیث مشہور و مستفیض دونوں مترادف (ہم معنی) ہیں اور بعض کے نزدیک ان دونوں میں فرق ہے۔ مستفیض وہ ہے جس میں رواۃ کا سلسلہ ابتداء سے انتہاء تک یکساں ہو، بخلاف مشہور کے کہ اس میں یہ ضروری نہیں۔ ❸ (کیونکہ اس میں ابتدا میں ایک راوی ہونے کے باوجود آگے چل کر راوی زیادہ ہو جائیں تو وہ مشہور کہلائے گی) مشہور حدیث صحیح بھی ہوتی ہے جیسے "الاعمال بالنیات" ❹ والی حدیث اور حسن بھی ہوتی ہے (جیسے حسبی اللّٰہ لا الٰہ الا ھو علیه توکلت وھو رب العرش العظیم) ❺ لوگوں کے درمیان ایسی روایتیں بھی مشہور ہو جاتی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی یا کلیتًا وہ موضوع (جھوٹی) ہوتی ہیں۔ ❻ جیسے "نعم العبد صھیب، لو لم یخف اللّٰہ لم یعصه" ❼ صہیب کتنا ہی اچھا بندہ ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرتا تو اس کی نافرمانی نہ کرتا حالانکہ اس روایت کی کوئی اصل اور سند نہیں ہے۔

دوسری مثال "انا بلالا کان یبدل الشین فی الاذان سینا" بلال رضی اللہ عنہ اذان

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ١٩ . ❷ تقریب النووی، مترجم: ص ٣١٤ .

❸ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ١٩ .

❹ صحیح بخاری: ١ .

❺ سنن ابی داود: ٥٠٨١ .

❻ اختصار علوم الحدیث، مترجم: ص ١٠٥ .

❼ المقاصد الحسنة للسخاوی: ص ٤٥٧۔

میں شین کو سین سے بدل دیا کرتے تھے۔ ❶ یہ روایت لوگوں کی زبان پر بہت مشہور ہے لیکن کتب حدیث میں اس کا کہیں وجود نہیں۔

حدیث مشہور کی مثال:

نبی علیہ السلام نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں علم دے کر پھر اسے یونہی نہیں چھین لے گا بلکہ علم اس طرح اٹھائے گا کہ علماء فوت ہو جائیں گے۔ ان کے ساتھ ہی علم اٹھ جائے گا۔ پھر جاہل لوگ رہ جائیں گے۔ ان سے فتویٰ لیا جائے گا تو وہ محض اپنی رائے سے فتویٰ دے کر دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے خود بھی گمراہ ہوں گے۔ ❷

یہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابو ہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

حدیث عزیز:

عزیز لغت میں صفت مشبہ کا صیغہ ہے، عَزَّ یَعِزُّ باب سمع سے قلیل اور نادر کے معنی میں ہے۔ باب فتح سے بمعنی قوی و اشتدَّ کے ہیں۔ تو اس کو عزیز یا تو اس کے نادر اور قلیل الوجود ہونے کی وجہ سے یا قوی اور مضبوط ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ ❸ خبر (حدیث) عزیز وہ ہے کہ ہر ایک طبقے میں اس کے راوی کم از کم دو ہوں باقی اگر کسی مقام میں دو سے زائد ہوں تو مضائقہ نہیں کیونکہ اس فن میں اعتبار اول ہی کا کیا جاتا ہے۔ ❹

حدیث عزیز کی مثال:

رسول اللہ نے فرمایا: "والذی نفسی بیدہ لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین" ❺ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ

---

❶ الاسرار المرفوعة في الاخبار الموضوعة للقاری، مترجم: ١١٦.

❷ صحیح بخاری: ٧٣٠٧.

❸ تقریب النووی، مترجم: ص ٣٢٠. ❹ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٢٠.

❺ صحیح بخاری، مترجم: ١٣، ١٤.

میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والدین اور اس کی اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ حدیث دو صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے ایک انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے اور دوسرا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے منقول ہے۔

اس حدیث کو انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرنے والے دو راوی قتادہ بن دعامہ اور عبدالعزیز بن صہیب ہیں، پھر اس حدیث کو قتادہ سے روایت کرنے والے دو راوی ایک شعبہ اور دوسرے سعید ہیں اور عبدالعزیز بن صہیب سے روایت کرنے والے دو راوی ایک اسماعیل بن علیہ اور دوسرے عبدالوارث ہیں پھر ہر ایک سے پوری جماعت نے یہ حدیث نقل کی ہے، لہٰذا کہیں بھی روایت کرنے والے راوی دو سے کم نہیں ہیں۔

حدیث غریب:

لغت میں غریب کے معنی منفرد اور گھر و اقارب سے دور ہونے کے ہیں۔ ❶

اصطلاح میں خبر (حدیث) غریب وہ ہے جس کی اسناد میں کسی جگہ صرف ایک ہی راوی رہ گیا ہو، جس کا کوئی شریک نہ ہو۔ غریب وفرد دونوں مترادف (یعنی ہم معنی) ہیں۔ ❷

مزید یہ کہ وہ حدیث جسے صرف ایک شخص بیان کرے خواہ سند کے تمام طبقوں میں یا بعض طبقوں میں، خواہ ایک ہی طبقے میں ہو، اور سند کے باقی طبقوں میں موجود زیادتی کوئی نقصان اور ضرر نہیں دے گی کیونکہ اعتبار اول طبقے کا ہوگا۔ ❸

غریب حدیث ''صحیح'' یا ''حسن'' بھی ہوتی ہے اگر اس میں شرائط صحت پائی جائیں اور ضعیف بھی ہوتی ہیں۔

---

❶ لسان العرب: ١/ ٦٣٩.

❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٢٢.

❸ تيسير مصطلح الحديث، مترجم: ص ٣٢.

غریب حدیث کی قسمیں:

۱:...... غریب مطلق ۲:......غریب نسبی

ا۔غریب مطلق:

(اس کو فرد مطلق بھی کہا جاتا ہے) غریب مطلق وہ ہے، جس کی سند میں صحابی سے جو روایت کرنے والا ہے، وہ متفرد ہو، عام ازیں کہ دوسرے راوی متفرد ہوں یا نہ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غریب مطلق کے اکثر بلکہ کل رواۃ متفرد ہوتے ہیں۔ ❶

غریب مطلق کی مثال:

((عن ابن عمر قال نهى النبي نهى عن بيع الولاء وعن هبته .))

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، بلاشبہ نبی علیہ السلام نے ولاء (آزاد کردہ غلام کے مال کی میراث کو ولاء کہتے ہیں) کو فروخت کرنے اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ❷

اس حدیث کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار متفرد ہے، اگرچہ بعد کے روایت کرنے والوں کی تعداد بڑھ جائے، اعتبار یہاں صرف اصل سند یعنی تابعی کے مرحلہ کا کیا جاتا ہے۔

بسا اوقات تفرد سند کے تمام یا اکثر رواۃ میں جاری رہتا ہے اس کی بہت سی مثالیں ہیں، صرف ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

دوسری مثال:

حديث: حدثنا احمد بن اشكاب حدثنا محمد بن فضيل ،

((عن عمارة بن القعقاع ، عن ابي زرعة عن ابي هريرة قال:

قال النبي كلمتان حبيبتان الى الرحمن خفيفتان على اللسان

---

❶ نزهة النظر لابن حجر ، مترجم: ص ٢٢ . ❷ صحيح بخاري: ٦٧٥٦ .

ثقيلتان في الميزان ، سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم .)) ❶

''رسول اللہ نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں، زبان پر ہلکے پھلکے ہیں (قیامت کے دن) اعمال کے ترازو میں بوجھل (بھاری) اور وزنی ہوں گے وہ یہ ہیں، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔''

اس حدیث کو تنہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے پھر ان سے تنہا تابعی ابو زرعہ نے، پھر ان سے تنہا عمارہ بن القعقاع نے، پھر ان سے تنہا محمد بن فضیل نے روایت کیا ہے۔

۲۔ غریب نسبی:

(اس کو فرد نسبی بھی کہا جاتا ہے) غریب (فرد) نسبی وہ ہے جس کی سند میں صحابی سے روایت کرنے والے نہیں بلکہ اس کے کسی مقام پر راوی منفرد رہ گیا ہو، تو اسے غریب (فرد) نسبی کہیں گے۔ ❷

یعنی روایت کرنے میں تبع تابعی یا اس سے نیچے کسی طبقے کا راوی منفرد ہو۔ چونکہ اس حدیث میں تفرد کسی معین شخص کی طرف نسبت کی وجہ سے ہوتا ہے اس لیے اسے غریب نسبی کہتے ہیں۔

غریب نسبی کی مثال:

حدیث: ((حدثنا خلاد بن يحي حدثنا عبدالواحد بن ايمن عن أبيه قال: أتيت جابر فقال: إنا يوم الخندق نحفر فعرضت كيدية شديدة ، فجاؤا النبى فقالوا: هذه كدية عرضت في الخندق فقال: أنا نازل ، ثم قام وبطنه معصوب

❶ صحيح بخارى: ٧٥٦٣.

❷ نزهة النظر لابن حجر ، مترجم: ص ٢٢ ، ٢٣ .

بحجر ، ...... الخ)) ❶

''جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ خندق کے دن زمین کھود رہے تھے، اتنے میں ایک قطعہ سخت نکلا (جو کدال سے کھد نہ سکا) لوگ آپ علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا یہ ایک سخت قطعہ ہے جو خندق میں نکل آیا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں خود اترتا ہوں (اس کو کھود دیتا ہوں) پھر آپ علیہ السلام کھڑے ہوئے بھوک کی وجہ سے آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا...... الخ'' (لمبی حدیث کا ابتدائی حصہ ہے)

اس حدیث کو صرف تابع تابعی عبدالواحد بن ایمن اپنے باپ سے بیان کرنے میں متفرد ہے لہٰذا یہ حدیث غریب نسبی ہے۔

دوسری مثال:

حدیث: ((حدثنا ابو الولید حدثنا مالك عن الزهری عن أنس أن النبی دخل مكة عام الفتح وعلى رأسه المغفر .)) ❷

''نبی علیہ السلام جب مکہ میں داخل ہوئے اس وقت آپ علیہ السلام کے سر پر خود تھا۔''

اس حدیث میں امام زہری سے روایت کرنے میں امام مالک (تبع تابعی) متفرد ہیں لہٰذا یہ حدیث غریب (فرد) نسبی ہے۔

❶ صحیح بخاری: ٤١٠١ . ❷ صحیح بخاری: ٥٨٠٨ .

باب 2
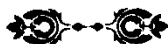
صحیح حدیث

صحیح لغت میں ضد ہے سقیم کی۔ حقیقتاً تو اس کا اطلاق اجسام پر ہوتا ہے لیکن مجازاً معانی اور حدیث پر بھی ہوتا ہے۔ ❶

صحیح حدیث اس مُسنَد حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند عادل وضابط، راویوں کی سند کے ساتھ آخر تک متصل ہو اور شاذ ومعلول نہ ہو۔ ❷ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ صحیح حدیث میں پانچ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ اتصال سند ہو: اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے اپنے سے اوپر والے راوی سے براہ راست سنا ہو اور کوئی راوی درمیان سے ساقط نہ ہو اور یہ سلسلہ آخر سند تک قائم رہے۔

۲۔ راوی عادل ہو: عادل سے مراد وہ شخص ہے جسے وہ قوت راسخہ حاصل ہو جو اسے تقویٰ اور مروءت پر آمادہ کرے اور تقویٰ سے مراد شرک، فسق اور بدعت جیسے برے اعمال سے اجتناب ہے۔

۳۔ راوی ضابط ہو: ضبط کی دو قسمیں ہیں، ضبط قلبی اور ضبط کتابی۔

ضبط قلبی سے مراد یہ ہے کہ راوی نے جو کچھ سنا ہے اس قدر راسخ ہو جائے کہ وہ جب چاہے اسے ادا کر دے اور ضبط کتابی سے مراد راوی کا سننے اور درست کرنے کے بعد اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے تاکہ دوسرے راوی تک پہنچا دے۔

۴۔ شاذ نہ ہو: شاذ کے لغوی معنی تنہا کے ہیں اور اصطلاح میں شاذ سے مراد راوی کا

---

❶ تقریب النووی، مترجم: ص ٤٧ . ❷ اختصار علوم الحدیث، مترجم: ص ١٦ .

اپنے سے زیادہ ثقہ اور راجح راوی کی مخالفت کرنا ہے۔

۵۔ معلول نہ ہو: معلل کے لغوی معنی ہیں وہ جس میں بیماری ہو اور اصطلاحاً معلل وہ ہے جس میں کوئی خفیہ علت قادحہ ہو۔ [1]

یعنی وہ حدیث جس میں ایسی علت موجود ہو جو اس کے ضعف کا سبب بنے، اگرچہ ظاہراً وہ بے عیب و سالم نظر آئے۔

جب یہ پانچ شرائط کسی حدیث میں ہوں تو وہ حدیث صحیح ہوگی۔

حدیث صحیح کی مثال:

امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثنا يعقوب حدثنا ابراهيم بن سعد عن ابيه عن القاسم بن محمد عن عائشه قالت قال رسول اللّٰه من احدث في امرنا هذا ما ليس فيه فهو رد.)) [2]

''ہمیں حدیث بیان کی یعقوب نے وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن سعد نے، وہ اپنے باپ (سعد بن ابراہیم) سے، وہ قاسم بن محمد سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ نے فرمایا: جس نے کوئی ایسا کام کیا جو دین میں نہیں ہے، وہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے۔''

اس حدیث میں پانچوں شرائط موجود ہیں۔ یعنی اس کی سند متصل ہے، کیونکہ اس کے ہر راوی نے اپنے سے اوپر والے راوی سے سنا ہے، اور رہا ابراہیم بن سعد، سعد بن ابراہیم اور قاسم بن محمد کی عنعنہ تو وہ اتصال پر محمول ہے، کیونکہ ان تینوں راویوں میں سے کوئی بھی مدلس نہیں ہے، کیونکہ مدلس کی عنعنہ (صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ) مردود اور غیر مدلس

[1] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٢٧ ـ ٢٨.

[2] صحيح بخاري: ٢٦٩٧.

کی مقبول ہوتی ہے (معنعن، مونن کی تفصیلی وضاحت آگے آ رہی ہے)۔

اس کے تمام راوی عادل (ثقہ) اور ضابط ہیں اور یہ حدیث شاذ بھی نہیں ہے اور معلول (خفیہ علت) بھی نہیں ہے اب اس حدیث کے راویوں کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ یعقوب:

یہ صحیح بخاری کا راوی ہے اس کو امام یحییٰ بن معین، امام محمد بن سعد، امام العجلی وغیرہ نے ''ثقہ'' کہا ہے۔ [1]

۲۔ ابراہیم بن سعد:

یہ صحیح بخاری کا راوی ہے اس کو امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم امام العجلی وغیرہ نے ''ثقہ'' کہا ہے۔ [2]

۳۔ سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری:

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔ اس کو امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم، امام نسائی، امام محمد بن سعد وغیرہ نے ''ثقہ'' کہا ہے۔ [3]

۴۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق:

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔ اس کو امام مالک، امام العجلی، امام محمد بن سعد وغیرہ نے ''ثقہ'' کہا ہے۔ [4]

صحیح حدیثیں سب سے پہلے کس نے جمع کیں؟

سب سے پہلے (امام) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری صحیح حدیث جمع کرنے کے لیے متوجہ ہوئے پھر ان کے ساتھی اور شاگرد (امام) ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیسابوری ان کے نقش قدم پر چلے اور یہ دو کتابیں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کتب حدیث میں سب سے

---

[1] تهذيب التهذيب لابن حجر: ٦/ ٢٤٠. [2] تهذيب التهذيب لابن حجر: ١/ ٨١.

[3] تهذيب التهذيب لابن حجر: ٢/ ٢٧٢. [4] تهذيب التهذيب لابن حجر: ٤/ ٥٢٩.

زیادہ صحیح ہیں۔

(امام) بخاری کو زیادہ ترجیح حاصل ہے کیونکہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں روایت حدیث کی یہ شرط لگائی ہے کہ راوی اپنے استاد کا معاصر ہو اور اس کا اپنے استاد سے سماع بھی ثابت ہو۔

(امام) مسلم نے دوسری شرط نہیں لگائی بلکہ انہوں نے صرف معاصرت پر ہی اکتفا کیا ہے۔

پھر (یاد رکھیں کہ) بخاری و مسلم نے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ تمام کی تمام صحیح احادیث روایت کر دیں گے کیونکہ انہوں نے ایسی احادیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے جو ان دونوں کی کتابوں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں موجود نہیں ہیں جیسا کہ ترمذی وغیرہ (امام) بخاری سے ایسی احادیث کا صحیح ہونا نقل کرتے ہیں جو صحیح بخاری میں موجود نہیں ہیں بلکہ سنن (ترمذی وسنن ابی داود) وغیرہ میں موجود ہیں۔ [1]

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اتصال سند کے اعتبار سے امام بخاری کی شرط قوی ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک صحت کے لیے شرط ہے کہ راوی جس سے روایت کرتا ہے اس کے ساتھ کم از کم ایک بار ملاقات بھی ثابت ہونی چاہیے بخلاف مسلم کہ ان کے نزدیک ثبوت ملاقات شرط نہیں، صرف معاصرت (ہمعصر ہونا) کافی ہے گو امام مسلم نے امام بخاری کو الزام دینا چاہا کہ روایت حدیث کے لیے ملاقات بھی شرط ہے تو پھر امام بخاری کو چاہیے کہ حدیث معنعن جو بلفظ ''عن فلان عن فلان'' روایت کی جاتی ہے، اس کو قبول نہ کریں، کیونکہ شرط ملاقات انہوں نے ثبوت سماع کے لیے لگائی ہے اور حدیث معنعن میں احتمال عدم سماع کا باقی رہتا ہے مگر یہ الزام امام بخاری پر عائد نہیں ہو سکتا اس لیے کہ جب راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو چکی تو پھر احتمال عدم سماع کا نکل ہی نہیں سکتا کیونکہ باوجود عدم سماع اگر اس سے

---

[1] اختصار علوم الحدیث، مترجم: ص ۱۸۔ ۱۹.

روایت کرے گا تو مدلس ثابت ہوگا اور کلام مدلس میں نہیں غیر مدلس میں ہے۔ نیز عدالت وضبط کے لحاظ سے بھی صحیح بخاری کے راوۃ کو صحیح مسلم کے رواۃ پر فضیلت حاصل ہے اس لیے کہ صحیح مسلم کے رواۃ جن پر کلام کیا گیا ہے، تعداد میں زیادہ ہیں بخلاف صحیح بخاری کے جن رواۃ پر کلام کیا گیا ہے وہ کم ہیں۔ ❶

صحیح بخاری کے منفرد رجال کی تعداد (۴۳۵) ہے اور جن کے ضعف کے بارے میں کلام کیا گیا ہے ان کی تعداد (۸۰) ہے اس کے برعکس صحیح مسلم کے منفرد رجال کی تعداد (۶۲۰) ہے اور جن رجال کے ضعف کے بارے میں کلام کیا گیا ہے ان کی تعداد (۱۶۰) ہے اور اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں سے حدیث کی تخریج کی جن پر کلام نہیں کیا گیا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت ان کے جن کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ ❷

دوسرا یہ کہ امام بخاری اپنے ان منفرد رجال سے جن کے بارے میں کلام کیا گیا ہے زیادہ احادیث کی تخریج نہیں کرتے اور ان میں سے کسی کا بھی بڑا نسخہ نہیں جس کی تخریج کی گئی ہو بجز نسخہ عکرمۃ عن ابن عباس، بخلاف امام مسلم تخریج ان رواۃ سے کرتے ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے جیسے ابی الزبیر عن جابر، وسهل عن ابیه، والعلاء بن عبدالرحمن عن ابیه، وحماد بن سلمة عن ثابت وغیره، تیسرا یہ کہ امام بخاری کے اکثر مطعون رجال ان کے شیوخ ہیں جن سے وہ ملے ہیں، جن کے احوال سے واقف ہیں اور جن کی احادیث پر وہ مطلع ہیں لہٰذا ان کی عمدہ اور ناقص احادیث میں تمیز کر سکتے ہیں جب کہ امام مسلم کے مطعون رجال کا تعلق تابعین اور ان کے بعد سے ہے اور ان کے بارے میں امام مسلم کو بلاواسطہ واقفیت حاصل نہ تھی چوتھا یہ کہ اکثر مطعون رجال جن کا تعلق متقدمین سے ہے۔ امام بخاری ان کی احادیث کی تخریج استشہادات، متابعات اور

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۳۱.

❷ تدريب الراوی للسیوطی: ص ۴۲۔۴۳. (اس قول میں نظر ہے۔ راقم الحروف)

تعلیقات میں کرتے ہیں جب کہ امام مسلم ان کی تخریج اصول اور قابل حجت امور میں کرتے ہیں۔ ❶ (اس آخری قول میں نظر ہے، راقم الحروف) اس کے ساتھ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ علوم میں امام بخاری کا درجہ امام مسلم سے زیادہ تھا اور امام بخاری فن حدیث میں امام مسلم سے زیادہ عارف تھے اور یہ کہ امام مسلم تو ان کے شاگرد اور تخریج کرنے والے تھے وہ ہمیشہ ان سے استفادہ کرتے رہتے اور پیروی کرتے رہے حتیٰ کہ امام دارقطنی نے فرمایا: اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم اس مقام پر نہ ہوتے۔ ❷

صحیحین میں احادیث کی تعداد:

امام ابن الصلاح نے فرمایا: مکرر روایات کے ساتھ صحیح بخاری کی تمام احادیث کی تعداد (۷۲۷۵) ہے اور تکرار کے بغیر (۴۰۰۰) ہے۔ صحیح مسلم کی تمام روایات کی تعداد تکرار کے بغیر (۴۰۰۰) ہے۔ ❸

ایک قول یہ ہے صحیح بخاری میں بلاتکرار (۴۰۰۰) یا (۲۵۱۳) احادیث ہیں اور صحیح مسلم میں بلاتکرار (۴۰۰۰) اور تکرار کے ساتھ (۸۰۰۰) یا (۱۲۰۰۰) احادیث ہیں۔ ❹

فواد عبدالباقی کی ترمیم کے مطابق صحیح بخاری کی تمام روایات کی تعداد (۷۵۶۳) ہے جس میں مکرر روایات بھی شامل ہیں اور صحیح مسلم کی تمام روایات کی تعداد (۳۰۳۴) ہے۔

مکتبہ دارالسلام کی ترقیم کے مطابق صحیح مسلم کی روایات کی تعداد (۷۵۶۳) ہے جس میں مکرر روایات بھی شامل ہیں۔

صحیح حدیث کی سات اقسام ہیں:

۱:...... جسے امام بخاری اور امام مسلم نے متفقہ طور پر بیان کیا ہو۔

❶ تدریب الراوی للسیوطی: ص ۴۳ . ❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۳۲ .
❸ اختصار علوم الحدیث، مترجم: ص ۱۹ . (اس قول میں نظر ہے۔ راقم الحروف)
❹ تقریب النووی، مترجم: ص ۵۳ ، ۵۴ . (اس قول میں نظر ہے۔ راقم الحروف)

۲:...... جسے صرف امام بخاری نے بیان کیا ہو۔

۳:...... جسے صرف امام مسلم نے بیان کیا ہو۔

۴:...... جسے امام بخاری اور امام مسلم نے تو بیان نہ کیا ہو لیکن ان دونوں کی شرائط کے مطابق ہو۔

۵:...... جو روایت صرف امام بخاری کی شرائط کے مطابق ہو۔

۶:...... جو روایت صرف امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہو۔

۷:...... امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط کے مطابق نہ ہو۔ البتہ صحیح کی تمام شرائط اس میں پائی جاتی ہوں۔ [1]

المستخرج:

وہ کتاب جس میں مؤلف کسی کتاب کی احادیث کی تخریج کرے، لیکن اس کے مصنف کی اسناد کو چھوڑ کر اپنی سندوں کو ذکر کرے، بسا اوقات یہ اپنے شیخ یا اوپر کسی طبقہ میں جا کر اس سے مل جاتا ہے، چند مشہور مستخرجات یہ ہیں:

۱۔ **المستخرج**: لابی بکر الاسماعیلی (ابوبکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل، ۲۷۷ھ، ۳۷۱ھ) یہ صحیح بخاری پر ہے۔

۲۔ **المستخرج**: لابی عوانة الاسفرایینی (یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم، م ۳۱۶ھ) یہ صحیح مسلم پر ہے۔

۳۔ **المستخرج**: لابی نعیم الاصبہانی (ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق، ۳۳۶ھ، ۴۳۰ھ) یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر ہے۔

متفق علیہ:

وہ حدیث جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیحین میں ذکر کیا ہو، اور اس کی

---

[1] مقدمة ابن الصلاح، مترجم: ص ١٦ .

روایت پر دونوں کا اتفاق ہو۔

موطا امام مالک اور دیگر کتب احادیث:

اس میں شک نہیں ہے کہ حدیث کے موضوع پر سب سے پہلے امام مالک رحمہ اللہ نے ''موطا'' لکھی ہے جس میں انہوں نے اس بات کا التزام نہیں کیا کہ تمام صحیح احادیث کو لایا جائے بلکہ اس میں مرسل، منقطع اور مقطوع اور ضعیف روایات بھی شامل ہیں اسی طرح حافظ عراقی کہتے ہیں: بلاشبہ مالک نے صرف صحیح کو ہی شامل نہیں کیا بلکہ مرسل، منقطع اور بلاغات کو بھی داخل کیا اور امام مالک کی بلاغات میں سے بقول ابن عبدالبر وہ احادیث ہیں جو غیر معلوم ہیں سو امام مالک نے صرف صحیح پر اکتفا نہیں کیا۔ [1] لیکن امام شافعی رحمہ اللہ سے جو منقول ہے اس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں: حدثنا عبدالرحمن، نا یونس بن عبدالأعلى، قال: قال الشافعي: ما في الأرض كتاب من العلم أكثر صوابًا من موطا مالك. [2]

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں روئے زمین پر حدیث کی کسی ایسی کتاب سے واقف نہیں جو صحت کے لحاظ سے امام مالک کی ''موطا'' سے بہتر ہو محدثین نے امام شافعی کی امام مالک کی کتاب موطا کو بہتر کہنے کا جواب یہ دیا ہے کہ امام شافعی نے یہ بات امام بخاری کے کتاب لکھنے سے پہلے کہی تھی اگر وہ امام بخاری کی کتاب کو دیکھ لیتے تو اپنا یہ فیصلہ ''موطا'' کی بجائے "الجامع الصحيح" کے بارے میں دیتے۔ صحیح بخاری کے بارے میں اکثر محدثین کا یہ مقولہ مشہور ہے "اصح الكتب بعد كتاب الله الجامع الصحيح للبخاري" کتاب اللہ (قرآن مجید) کے بعد سب سے صحیح بخاری کی الجامع

---

[1] تدريب الراوي للسيوطي: ص ٤٢۔ (اس قول میں نظر ہے۔ راقم الحروف)

[2] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ٥٨، آداب الشافعي ومناقب لابن أبي حاتم: ص ١٩٥، ١٩٦ إسناده صحيح.

الصحیح ہے۔ نیز دیگر کتب احادیث مثلاً سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مسند اُحمد، سنن دارمی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، سنن دارقطنی، مستدرک حاکم وغیرہ میں صحیح، حسن، ضعیف، سخت ضعیف اور موضوع ہر قسم کی حدیثیں ہیں لہٰذا ان کتب سے اہل علم کو خوب تحقیق کر کے احادیث بیان کرنی چاہیے۔ اور عوام الناس کو ان کتب کے پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

حدیث حسن:

''حسن'' لغت میں صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کے معنی جمال اور خوبصورت کے آتے ہیں۔ ❶ حدیث ''حسن'' وہ ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو لیکن اس میں صحیح کی تعریف میں بیان کردہ جملہ شرائط موجود ہوں تو وہ حسن لذاتہ (یعنی حسن) ہوگی۔ ❷

پھر حدیث ''حسن'' حجت ہونے کے اعتبار سے ''صحیح'' کی مانند ہے گو اس سے کم درجہ قوی ہے۔ اسی لیے کچھ محدثین نے اسے صحیح کی قسم میں شامل کیا ہے۔ ❸

بہرحال وہ حدیث ''حسن'' ہے جس کی سند متصل ہو اس کے رواۃ صدوق عادل ہوں لیکن حفظ وضبط کم ہو اور حدیث معلل وشاذ نہ ہو۔

حدیث ''حسن'' کی مثال:

حدثنی ابی (احمد بن حنبل) ثنا عفان (بن مسلم) ثنا جعفر بن سلیمان ثنا ابو التیاح (یزید بن حمید) قال سأل رجل عبدالرحمن بن خنیش مرفوعا.

میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں جن سے کوئی اچھا اور کوئی بُرا آگے نہیں گزر سکتا، ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا، گھڑا اور آگے پھیلایا اور ہر اس چیز کے

❶ تقریب النووی، مترجم: ص ۷۳. ❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۳۳.
❸ تقریب النووی، مترجم: ص ۷۳.

شر سے جو آسمان سے اترتی ہے...... الخ ❶ اس حدیث کے سارے راوی ثقہ تو ہیں مگر ان میں سے ایک راوی حفظ وضبط میں کمزور ہے اور وہ جعفر بن سلیمان ہے جو صدوق ہے اسی وجہ سے یہ حدیث ''صحیح'' کے مرتبے سے اتر کر ''حسن'' کے مرتبے میں پہنچ چکی ہے۔

ضعیف حدیث:

جس روایت میں (مقبول حدیث) صحیح اور حسن کی سابقہ مذکورہ شرائط جمع نہ ہوں وہ ضعیف حدیث ہوتی ہے، پھر انہوں (محدثین) نے ضعیف روایات کی تعداد اور صحیح کی ایک یا اکثر یا ساری شرائط کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کی مختلف قسموں پر کلام کیا، اس لحاظ سے ضعیف حدیث: موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ اقسام میں منقسم ہے۔ ❷

ضعیف حدیث کی مثال:

آپ علیہ السلام اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک سورت ''الم تنزیل السجدہ'' اور سورت ''تبارك الذی بیدہ الملك'' نہ پڑھ لیتے۔ ❸ یہ روایت ضعیف ہے اس روایت کی سند میں ابو زبیر محمد بن مسلم المکی راوی مدلس ہے، اور روایت معنعن ہے اور دوسرا راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف ومدلس ہے نیز عمر کے آخری حصہ میں اختلاط کا شکار ہوگیا تھا۔ تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب دیکھئے (صلوٰۃ وتر کا مسنون طریقہ، ص ۳۸ تا ۴۰)

---
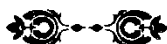
❶ مسند أحمد: ۳/ ۴۱۹۔ وعمل الیوم واللیلة لابن السنی: ۶۳۷)۔ ومسند أبویعلی: (۶۸۳۸) إسناده حسن.

❷ اختصار علوم الحدیث، مترجم: ص ۳۲.

❸ سنن ترمذی: (۲۸۹۲، ۳۴۰۴)، والأدب المفرد للبخاری: ۱۲۰۹ و مسند أحمد ۳/ ۳۴۰، وعمل الیوم واللیلة النسائی: (۷۰۸، ۷۰۹).

حسن لغیرہ حجت نہیں

خود ساختہ ''حسن لغیرہ'' والی اصطلاح متقدمین محدثین سے ثابت نہیں، بلکہ بعد کی ایجاد ہے لہٰذا یہ خود ساختہ اصطلاح کسی حال میں بھی قابل حجت نہیں، متقدمین محدثین کے ہاں یا تو حدیث ''صحیح یا حسن'' تھی یا پھر ''ضعیف'' ہوتی تھی۔

''حسن لغیرہ'' والی اصطلاح کو متاخرین و متساہلین محدثین نے متعارف کروایا ہے یعنی ان (متاخرین و متساہلین محدثین) کے نزدیک ''ضعیف حدیث+ ضعیف حدیث = حسن لغیرہ'' بن جاتی ہے حالانکہ ''ضعیف حدیث+ ضعیف حدیث = ضعیف'' ہی رہتی ہے، جیسے ''صفر+صفر= جواب ''صفر'' ہی آئے گا، یا جیسے ''ایک اندھا+ ایک اندھا+ ایک اندھا= اندھا'' ہی رہتا ہے یعنی تین اندھوں کے ملنے سے ایک آنکھوں والا نہیں بن سکتا اسی طرح ''ضعیف حدیث+ ضعیف حدیث = ضعیف'' ہی رہتی ہے لہٰذا ''ضعیف حدیث+ ضعیف حدیث = حسن لغیرہ'' والا اصول متقدمین محدثین سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ناقابل حجت اور باطل ہے۔

بہرحال متقدمین محدثین کے مقابلے میں متاخرین و متساہلین محدثین کی بات قابل حجت نہیں، چونکہ متاخرین محدثین تو ناقلین ہیں ان کی وہی بات قابل حجت ہوگی جو بات متقدمین محدثین سے صحیح ثابت ہو یا متقدمین محدثین سے ثابت ہونے کے بعد ان متاخرین محدثین کی بات بطور تائید لی جا سکتی ہے، وگرنہ نہیں کیونکہ علوم الحدیث کی اساس متقدمین محدثین ہی ہیں جیسا کہ شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح بات وہی

ہے جو متقدمین محدثین نے اختیار کی اور اس کے اصول بنائے یعنی شروط صحت وضعف کی روشنی میں صحیح وضعیف کا فیصلہ کیا جائے۔ ❶

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''حسن لغیرہ'' کو سب سے پہلے امام ترمذی رحمہ اللہ نے معروف کیا تھا، ان کی یہ بات سراسر غلط ہے امام ترمذی رحمہ اللہ سے قطعاً یہ ثابت نہیں بلکہ امام ترمذی رحمہ اللہ سے اس کے خلاف ثابت ہے جس کی وضاحت ان شاء اللہ آگے آ رہی ہے۔

متقدمین محدثین کے نزدیک ایک حدیث کی کئی سندیں تھوڑی ''ضعیف'' بھی ہوں تو کثرت طرق کی وجہ سے ''حسن لغیرہ'' نہیں بنتی بلکہ ''ضعیف'' ہی رہتی ہیں۔

امام علل حدیث وعلم الرجال یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے اسی نوعیت (یعنی ضعیف حدیث + ضعیف حدیث) کی ایک حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: "لیتـه یصـحـح نفسـه ، فکیف یـصـحح غیره؟" ❷ یعنی کاش! وہ بذات خود صحیح ہوتی، چہ جائیکہ وہ کسی دوسرے کی تصحیح کا باعث بنے؟

امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے اس قول سے ''ضعیف حدیث + ضعیف حدیث = حسن لغیرہ'' کے مردود اور باطل ہونے میں اب بھی کوئی شبہ رہ جاتا ہے آیئے مزید مختصراً متقدمین محدثین سے اس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

حدیث (ا):

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلوٰۃ میں دائیں طرف ایک سلام پھیرا کرتے تھے۔

اسی مفہوم کی بعض سندیں درج ذیل ہیں:

۱ ۔ حـدثنا محمد بن یحي النیسابوری ، حدثنا عمرو بن أبی

---

❶ مراۃ البخاری: ص ۵۳ .

❷ تاریخ یحییٰ بن معین: ۲/ ۳۸۷ .

سلمة أبو حفص التنسيى ، عن زهير بن محمد ، عن هشام بن عروة ، عن أبيه ، عن عائشة مرفوعا .

(سنن ترمذی: (۲۹۶)، سنن ابن ماجہ: (۹۱۹) سنن دارقطنی: (۱۳۳۷) صحیح ابن حبان: (۱۹۹۵)، صحیح ابن خزیمہ: (۷۲۹)، المعجم الاوسط للطبرانی، مترجم: ۵/ ۲۴۵، ح: ۶۷۴۶، السنن الکبری للبیہقی: ۲/ ۱۷۹ وغیرہ)

مذکورہ سند میں زہیر بن محمد گو کہ ثقہ ہے لیکن اہل شام سے اس کی روایت منکر ہوتی ہے اور اس سے روایت کرنے والا عمرو بن ابی سلمۃ شامی ہے، اور یہ راوی متکلم فیہ ہے، نیز اس کی زہیر بن محمد سے روایت کردہ حدیثیں باطل ہیں۔ ❶

٢ ـ حدثنا محمد بن الحارث المصرى ثنا يحي بن راشد ، عن يزيد مولى سلمة عن سلمة بن الاكوع مرفوعا . ❷

اس سند میں یحییٰ بن راشد ضعیف ہے اور محمد بن حارث المصری کی توثیق ثابت نہیں۔ ❸

٣ ـ حدثنا أبو مصعب المدينى أحمد بن أبى بكر ، ثنا عبدالمهيمن بن عباس بن سهل بن سعد الساعدى عن أبيه عن جده مرفوعا . ❹

اس سند میں عبدالمہیمن بن عباس بن سہل بن سعد راوی متروک اور منکر الحدیث ہے۔ ❺

٤ ـ حدثنا يونس بن محمد قال حدثنا جرير بن حازم عن أيوب عن أنس مرفوعا . ❻

---

❶ تهذيب التهذيب لابن حجر: ٢/ ٤٩٨، ٤٩٩)

❷ سنن ابن ماجه: (٩٢٠)، السنن الكبرى للبيهقي: ٢/ ١٧٩ .

❸ تهذيب التهذيب لابن حجر: ٧/ ٣٥ .

❹ سنن ابن ماجه: (٩١٨)ـ السنن الدارقطني: ١٣٣٩ ، ١٣٤٠ .

❺ تهذيب التهذيب لابن حجر: ٤/ ٢٧٥ .

❻ مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٣٣٥ .

یہ سند منقطع ہے کیونکہ ایوب کا انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے سماع ثابت نہیں۔ ❶

اس حدیث کی اور بھی کئی سندیں ہیں لیکن تمام کی تمام ضعیف ہیں۔

صلوٰۃ میں ایک طرف سلام پھیرنے کی تمام سندوں کے بارے میں امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (۱۳۵ھ، ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں: صلوٰۃ میں ایک سلام پھیرنے کے باب میں تمام روایتیں جھوٹ ہیں۔ (یعنی ثابت نہیں) ❷

حدیث (۲):

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ وضو کے دوران داڑھی کا خلال کرتے تھے۔ اس حدیث کی بعض سندیں درج ذیل ہیں:

۱ ۔ حدثنا محمد بن أبي عمر ، حدثنا سفيان بن عيينة ، عن عبدالكريم بن أبي المخارق أبي أمية ، عن حسان بن بلال ، قال رأيت عمار بن ياسر مرفوعا . ❸

اول:...... اس سند میں سفیان بن عیینہ کی تدلیس ہے نیز سفیان کا عبدالکریم سے سماع ثابت نہیں جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے کہا ہے۔ ❹

دوم:...... عبدالکریم بن ابی المخارق راوی متروک الحدیث ہے۔ ❺

---

❶ كتاب المراسيل لابن أبي حاتم: ص ١٤ .

❷ كتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ٢٧٧ ، إسناده صحيح .

❸ السنن الترمذي: (٢٩)۔ سنن ابن ماجة: (٤٢٩)۔ مسند أبوداود الطيالسي مترجم: ١/ ٦٠ ۔ مسند الحميدي: (١٤٦)۔ مسند أبو يعلى: (١٦٠٥)۔ مستدرك حاكم: (٥٤٠)۔ مصنف ابن أبي شيبة ، مترجم: ١١/ ١٧٧ ، ح: ٣٧٦١٣۔ المعجم الاوسط للطبراني ، مترجم: ٢/ ٢٠٥ ، ح:٢٣٩٥ . ❹ الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين: ص ٦٩ .

❺ تهذيب التهذيب لابن حجر: ٤/ ٢٢٥ تا ٢٢٧ ۔ وكتاب الضعفاء والمتروكين للخرم: ص ٢٠٦ تا ٢٠٨ .

سوم:...... حسان بن بلال کی امام علی بن المدینی سے توثیق ثابت نہیں، لہٰذا یہ مجہول ہے۔ واللہ اعلم

٢۔ حدثنا محمد بن عبدالله بن حفص بن هشام بن زيد بن أنس بن مالك ثنا يحي بن كثير أبوالنضر صاحب البصري عن يزيد الرقاشي عن أنس بن مالك مرفوعا. ❶

اول:...... یزید بن ابان الرقاشی راوی متروک اور منکر الحدیث ہے۔ ❷

دوم: یحییٰ بن کثیر ابو النضر راوی حدیث میں گیا گزرہ اور منکر الحدیث ہے۔ ❸

سوم:...... محمد بن عبداللہ بن حفص بن ہشام کی توثیق ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

٣۔ حدثنا إسماعيل بن عبدالله الرقي حدثنا محمد بن ربيعة الكلابي ثنا واصل بن السائب الرقاشي عن أبي سورة عن أبي أيوب الأنصاري مرفوعا. ❹

اول:...... أبی سورة راوی ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ ❺

دوم:...... واصل بن السائب الرقاشی راوی متروک اور منکر الحدیث ہے۔ ❻

٤۔ حدثنا يحي بن موسى، حدثنا عبدالرزاق، عن إسرائيل،

---

❶ سنن ابن ماجة: (٤٣١)۔ مستدرك حاكم: (٥٤١)۔ المعجم الاوسط للطبراني، مترجم: ١/ ٣٣٩، ح: ٥٢٠.

❷ تهذيب التهذيب لابن حجر: ٧/ ١٣٣، ١٣٤.

❸ تهذيب التهذيب لابن حجر: ٧/ ٩٣، ٩٤.

❹ سنن ابن ماجة: (٤٣٣)۔ مسند أحمد: ٥/ ٤١٧۔ كتاب الضعفاء الكبير للعقيلي: ٦/ ٢٣٧۔ مسند عبد بن حميد: ٢١٨.

❺ تهذيب التهذيب لابن حجر: ٧/ ٣٩٢.

❻ تهذيب التهذيب لابن حجر: ٦/ ٧٠١، ٧٠٢.

عن عامر بن شقيق، عن أبي وائل، عن عثمان بن عفان مرفوعا.[1]

اس روایت کی سند میں عامر بن شقیق راوی حدیث میں ضعیف ہے۔[2]

امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین نے اس حدیث اسرائیل عن عامر بن شقیق......" کو ضعیف کہا ہے۔[3]

امام ابو حاتم رازی نے فرمایا: نبی علیہ السلام سے داڑھی کے خلال کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔[4]

امام ابن عبدالبر نے فرمایا: نبی علیہ السلام سے کئی سندوں سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے وضو میں اپنی داڑھی کا خلال کیا، وہ تمام ضعیف ہیں۔[5]

امام عبداللہ بن احمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ داڑھی کے خلال کرنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نبی علیہ السلام سے ثابت نہیں۔[6]

راقم کو امام احمد بن حنبل کے قول کی سند نہیں ملی۔ واللہ اعلم

امام ابن حزم نے فرمایا: اور ان تمام روایات (داڑھی کے خلال) میں سے کوئی چیز بھی

---

1. السنن الترمذي: (٣١)۔ سنن ابن ماجة: (٤٣٠)۔ سنن أبوداود: (١١٠)۔ سنن الدارمي: (٧٠٤)۔ سنن الدارقطني: (٢٨٣)۔ صحيح ابن حبان: (١٠٨١)۔ صحيح ابن خزيمة: (١٥١)۔ المنتقى ابن الجارود: (٧٢) مسند أحمد: ١/ ٥٨۔ مستدرك حاكم: (٥٣٩)۔ مسند البزار: (٣٩٣)۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١/ ٥٤.
2. كتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٦/ ٤١٤.
3. التاريخ لابن أبي خيثمة: ص ٥٨٨، ح: ١٤٠٩.
4. علل الحديث لابن أبي حاتم: ١/ ٢٥٢، ح: ١٠١.
5. التمهيد: ٢٠/ ١٢٠.
6. تلخيص الحبير لابن حجر: ١/ ٨٧.

صحیح نہیں۔ ❶

اس حدیث کے اور بھی کئی شواہد ہیں لیکن وہ سارے کے سارے ضعیف ہیں۔

حدیث (۳):

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جو شخص وضو کے شروع میں ''بسم اللہ'' نہیں پڑھتا، اس کا وضو نہیں۔ اس حدیث کی بعض سندیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ حدثنا محمد بن بشار ثنا أبو عامر العقدی ثنا کثیر بن زید عن ربیع بن عبدالرحمن بن أبی سعید عن ابیه عن جده أبی سعید الخدری مرفوعا . ❷

اول:...... کثیر بن زید ''مختلف فیہ'' راوی ہے۔

دوم:...... ربیح بن عبدالرحمٰن بن أبي سعید مقبول یعنی مجہول الحال ہے۔ ❸

۲۔ حدثنا نصر بن علی الجهضمی ، وبشر بن معاذ العقدی ، قالا حدثنا بشر بن المفضل عن عبدالرحمن بن حرملة عن أبی ثقال المری عن رباح بن عبدالرحمن بن أبی سفیان بن حویطب عن جدته عن أبیها مرفوعا . ❹

اس روایت کی سند میں ابو ثقال المری اور رباح بن عبدالرحمٰن بن أبي سفیان دونوں

---

❶ المحلی لابن حزم، مترجم: ۱/ ۴۳۶، مسئله ۱۹۰ .

❷ سنن ابن ماجة: ۳۹۷۔ السنن الدارقطنی: ۲۲۰۔ مسند أحمد: ۳/ ۴۱۔ مسند ابو یعلی: ۱۲۲۲۔ السنن الدارمی: ۶۹۱۔ مصنف ابن أبی شیبة: ۱۴۔ مستدرك حاکم: ۵۳۲۔ عمل الیوم واللیلة لابن السنی: ۲۶۔ مسند عبد بن حمید: ۹۱۰۔ السنن الکبری للبیهقی: ۱/ ۴۳ .

❸ تحریر تقریب التهذیب: ۱/ ۳۹۱ .

❹ السنن الترمذی: ۲۵۔ سنن ابن ماجة: ۳۹۸۔ السنن الدارقطنی: ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶۔ مسند أحمد: ۴/ ۷۰، ۵/ ۳۸۱، ۶/ ۳۹۲۔ مصنف ابن أبی شیبة: ۱۵ .

راوی مجہول ہیں۔ [1]

٣۔ حدثنا أبوكريب وعبدالرحمن بن ابراهيم قالا ثنا ابن أبى فديك ثنا محمد بن موسى بن أبى عبدالله عن يعقوب بن سلمة الليثى عن أبيه عن أبى هريرة مرفوعا . [2]

اس روایت میں یعقوب بن سلمۃ اللیثی اور اس کا باپ سلمہ دونوں مجہول ہیں۔ [3]

٤۔ حدثنا عبدالرحمن بن ابراهيم ثنا ابن أبى فديك عن عبدالمهيمن بن عباس بن سهل بن سعد الساعدى عن أبيه عن جده مرفوعا . [4]

اس روایت میں عبدالمہیمن بن عباس بن سہل بن سعد راوی متروک اور منکر الحدیث ہے۔ [5]

اس حدیث کی باقی تمام سندیں بھی ضعیف اور نا قابل حجت ہیں۔

اس حدیث کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اس بابت جتنی بھی احادیث ہیں، وہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں، اس کی کوئی سند عمدہ نہیں۔ [6]

امام عقیلی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۲ھ) فرماتے ہیں: اس باب میں اسانید (احادیث) کمزور ہیں۔ [7]

---

[1] علل الحديث لابن أبى حاتم: ١/ ٢٦٣ .

[2] سنن ابن ماجة: ٣٩٩۔ سنن أبوداود: ١٠١۔ مستدرك حاكم: ١/ ٥٣١۔ السنن الكبرى للبيهقى: ١/ ٤١ .

[3] تحرير تقريب التهذيب: ١/ ٦١، ٤/ ١٢٦ .

[4] سنن ابن ماجة: ٤٠٠ .

[5] تهذيب التهذيب لابن حجر: ٤/ ٢٧٥ .

[6] مسائل أحمد: ١/ ١٦٢، مسئلة: ٦٤ . و ١/ ٣٨٠، ٣٨١، مسئلة: ٣٥٧، ٣٥٨ ورواية صالح، وتاريخ أبى زرعة الدمشقى: ص ٣٢٤، ٣٢٥ فقرة: ١٨٢٨ .

[7] كتاب الضعفاء الكبير للعقيلى: ١/ ٤٨٥ .

امام ابن المنذر رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں: اس باب میں کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں جو بسم اللہ نہ پڑھنے والے کے وضو کو یقینی طور پر باطل کرے......"❶

حدیث (۴):

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے لیلۃ الجن میں پوچھا تیرے برتن میں کیا ہے انہوں نے کہا نبیذ ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: صاف کھجور مطہر اور مطہر پانی مطہر ہے آپ علیہ السلام نے اس سے وضو کیا۔

اس حدیث کی بعض سندیں درج ذیل ہیں:

۱۔ حدثنا العباس بن الوليد الدمشقي ثنا مروان بن محمد ثنا ابن لهيعة ثنا قيس بن الحجاج عن حنش الصنعاني عن عبدالله بن مسعود مرفوعا . ❷

یہ سند ابن لہیعۃ کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے اور قیس بن الحجاج میں بھی نظر ہے۔ نیز عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود نے خود نفی کی ہے کہ میں لیلۃ الجن کو رسول اللہ کے ساتھ موجود نہیں تھا۔ ❸

۲۔ حدثنا عثمان بن أحمد الدقاق حدثنا أبو القاسم يحي بن عبدالباقي حدثنا المسيب بن واضع حدثنا مبشر بن إسماعيل العلبي عن الاوزاعي عن يحي بن أبي كثير عن عكرمه عن

---

❶ الاوسط لابن المنذر: ۱/ ۴۲۸ شاملة .

❷ سنن ابن ماجة: ۳۸۵۔ السنن الدارقطني: ۲۴۰۔ السنن الكبرى للبيهقي: ۱/ ۱۰۔ مسند أحمد: ۱/ ۳۹۸۔ المعجم الكبير الطبراني: ۱/ ۷۶ .

❸ صحيح مسلم، كتاب الصلوٰة باب الجهر بالقراءة في الصبح، وسنن أبوداود: ۸۵ .

ابن عباس مرفوعا . ❶

اول:......اس سند میں میب بن واضح راوی ضعیف ہے۔ ❷

دوم:...... یحییٰ بن أبی کثیر مدلس ہے سماع کی صراحت نہیں ہے۔ ❸ باقی سند میں بھی نظر ہے۔ (راقم الحروف)

۳۔ حدثنا یحي بن زکریا، عن اسرائیل، عن أبی فزارة عن أبی زید مولی عمرو بن حریث، عن ابن مسعود مرفوعا . ❹

اس سند میں أبی زید راوی مجہول ہے۔ ❺ اس حدیث کی اور بھی کئی سندیں ہیں لیکن وہ تمام کی تمام ضعیف ہیں۔

یہ حدیث ''صاف کھجور اور مطہر پانی'' کے بارے میں امام ابو حاتم رازی اور امام ابوزرعہ رازی دونوں فرماتے ہیں: اس باب میں کوئی چیز (روایت) بھی صحیح نہیں۔ ❻

حدیث (۵):

حدیث میں ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیتے پھر صلوٰۃ کے لیے نکلتے اور آپ علیہ السلام وضو نہیں کرتے تھے۔ اس حدیث کی بعض سندیں درج ذیل ہیں:

۱۔ حدثنا وکیع بن جراح، قال حدثنا الاعمش، عن حبیب

---

❶ السنن الدارقطني: ۲۳۱۔ السنن الکبری للبیهقی: ۱/ ۱۲ .

❷ میزان الاعتدال للذهبی: ٤/ ۱۱٦، ۱۱۷ .

❸ الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین، ص: ۸۲ .

❹ مسند أحمد: ۱/ ٤۰۲، ٤٥۰، ٤٥۸۔ سنن أبوداود: ۸٤۔ سنن ابن ماجة: ۳۸٤۔ السنن الترمذی: ۸۸۔ مصنف ابن أبی شیبة، مترجم: ۱/ ۸۸، ح ۲٦٤۔ السنن الکبری للبیهقی: ۱/ ۹ .

❺ تهذیب التهذیب لابن حجر: ۷/ ۳۷۱، ۳۷۲ .

❻ علل الحدیث: ۱/ ۲٥۱، ح: ۹۹ .

بن ابي ثابت، عن عروة، عن عائشة مرفوعا. ❶

اس روایت میں اعمش اور حبیب بن اَبی ثابت دونوں مدلس ہیں۔ ❷ اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ نیز امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث ضعیف ہے اور حبیب بن اَبی ثابت نے عروہ سے نہیں سنا۔ ❸

۲۔ حدثنا هشام، نا عبدالحميد، ثنا الاوزاعی، نا عمرو بن شعيب، عن زينب انها سألت عائشة مرفوعا. ❹

اس سند میں زینب مجہولہ ہے جیسا کہ امام دارقطنی نے کہا ہے۔ ❺

۳۔ حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا يحي وعبدالرحمن قالا ثنا سفيان (ثوری) عن أبی روق عن ابراهيم التيمی عن عائشة مرفوعا. ❻

اس سند میں انقطاع ہے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا: ابراہیم تیمی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا۔ ❼ اس حدیث کی اور بھی کئی سندیں ہیں لیکن وہ تمام کی تمام ضعیف ہیں۔

---

❶ مصنف ابن أبی شيبة، مترجم: ۱/ ۱۲۱، ح: ٤٨٨۔ السنن الترمذی: ٨٦۔ سنن أبوداود: ۱۷۹۔ سنن ابن ماجة: ٥٠٢۔ مسند أحمد: ٦/ ٢١٠۔ السنن الدارقطني: ٤٨٨، ٤٨٩، ٤٩٠۔ السنن الكبرى للبيهقی: ١/ ١٢٦، ١٢٧.

❷ الفتح المبين فی تحقيق طبقات المدلسين: ص ٧٣، ٨٨.

❸ السنن الترمذی، تحت الحديث: ٨٦.

❹ السنن الدارقطني: ٤٩٨۔ سنن ابن ماجة: ٥٠٣۔ مسند أحمد: ٦/ ٦٢۔ تفسير طبری: ٥/ ٦٧.

❺ السنن الدارقطني، تحت الحديث: ٤٩٨.

❻ سنن أبوداود: ۱۷۸۔ السنن الدارقطنی: ٤٩٣۔ سنن نسائی: ۱۷۲۔ مسند أحمد: ٦/ ٢١٠۔ السنن الكبرى للبيهقی: ١/ ١٢٦، ١٢٧.

❼ سنن أبوداود: تحت الحديث: ۱۷۸.

مذکورہ حدیث کے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس باب (اپنی بیوی کا بوسہ لینے کے بعد وضو نہ کرنا) میں اس سے بہتر کوئی حدیث نہیں لیکن یہ مرسل (ضعیف) ہے۔ ❶

امام ابن حزم رحمہ اللہ (۳۸۴ھ، ۴۵۶) نے فرمایا: کہ اس باب میں کوئی چیز (حدیث) بھی صحیح نہیں۔ ❷

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس باب میں نبی علیہ السلام سے کوئی چیز (روایت) صحیح ثابت نہیں۔ ❸

امام ترمذی رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ بھی حسن لغیرہ (یعنی متاخرین محدثین کی مروجہ حسن لغیرہ) کو قابل حجت نہیں سمجھتے تھے، اس کی کئی مزید مثالیں ''سنن ترمذی'' میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث کہ ''نبی علیہ السلام کے پاس ایک رومال تھا، جس کے ساتھ آپ وضو کرنے کے بعد پانی خشک کیا کرتے تھے۔'' ❹ کو نقل کرنے کے بعد (امام ترمذی) فرماتے ہیں: یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا قابل اعتبار نہیں ہے اور اس باب میں نبی علیہ السلام سے کوئی چیز (حدیث) صحیح ثابت نہیں ہے۔ (مزید مثالوں کے لیے سنن ترمذی کا مطالعہ کریں) حالانکہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا حدیث کو ''صحیح یا حسن'' کہنے میں تساہل مشہور ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان لوگوں کی بات غلط ثابت ہوئی، جو یہ کہتے ہیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ مروجہ حسن لغیرہ کے قائل تھے یا یہ اصطلاح سب سے پہلے امام ترمذی رحمہ اللہ نے معروف کی۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں الغرض

---

❶ سنن نسائی، تحت الحدیث: ۱۷۲۔

❷ المحلی لابن حزم، مترجم: ۱/ ۳۶۲ وسبل السلام الصنعانی، مترجم: ۱/ ۱۲۶، ۱۲۷۔

❸ السنن الترمذی: تحت الحدیث: ۸۶۔

❹ السنن الترمذی: ۵۳۔ مستدرك حاکم: ۵۵۰۔ السنن الدار قطنی: ۳۸۲۔

کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی کسی حدیث کی کئی متعدد ضعیف سندیں ہوں تو وہ روایت ضعیف ہی رہتی ہے، موجودہ مروجہ حسن لغیرہ نہیں بنتی۔ (مزید وضاحت آگے آ رہی ہے)

یہاں پر ایک اہم نکتہ کی مختصراً وضاحت ضروری ہے کہ جو لوگ (خود ساختہ) حسن لغیرہ کو حجت سمجھتے ہیں جب ان کو اہل الرائے (المعروف احناف) اپنے مسلک کی تائید میں کوئی ایک حدیث مثلاً ''کہنیوں تک تیمم'' وغیرہ پیش کرتے ہیں تو یہ لوگ ان کی حدیث کی ہر ہر سند پر جرح کر کے ضعیف قرار دے دیتے ہیں اس وقت ان کے ہاں ''حسن لغیرہ'' کی تعریف ہی بدل جاتی ہے (اس کی اور بھی بیسوں مثالیں موجود ہیں) اور اگر اپنی تائید میں کسی حدیث کو حسن لغیرہ بنانا ہو تو پھر اللہ کی پناہ......

بہرکیف ان چھ مثالوں (جو پچھلے صفحات پر گزر چکی ہیں) کے علاوہ اور بھی کئی اسی طرح کی مثالیں موجود ہیں، جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل، امام ابو حاتم رازی، امام ابو زرعہ رازی، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن منذر، امام عقیلی، امام ابن حزم، امام عبدالبر وغیرہ ''ضعیف حدیث+ضعیف حدیث= (موجودہ مروجہ) حسن لغیرہ'' کو قابل حجت نہیں سمجھتے تھے اور ان متقدمین محدثین (ومتاخرین محدثین) سے اس کے خلاف کوئی ایک حدیث بھی ثابت نہیں، جس کی تمام سندیں ضعیف ہوں اور انہوں نے اسے ''حسن لغیرہ'' قرار دے کر قابل حجت سمجھا ہو۔

امام ترمذی رحمہ اللہ کا ''حسن'' کہنا:

امام ترمذی رحمہ اللہ کا کسی حدیث کو ''حسن'' کہنے کو بعض لوگ ''ضعیف حدیث+ضعیف حدیث= حسن لغیرہ'' سے تعبیر کرتے ہیں جب کہ ''جامع ترمذی'' کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا ''حسن'' کہنے کی اصطلاح عام محدثین کے ''حسن'' کہنے کی اصطلاح سے بالکل مختلف ہے یعنی عام محدثین جس حدیث کو ''حسن''

کہے تو وہ قابلِ حجت ہوتی ہے جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کسی حدیث کو ''حسن'' کہے تو یہ ان کی اپنی خاص اصطلاح ہے۔ (امام ترمذی رحمہ اللہ جن روایات کو ''حسن'' کہے تو ایسی غالب روایات ضعیف ہوتی ہیں لہٰذا خوب تحقیق کرنے کے بعد بیان کرنی چاہیے) مثلاً امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن حدیث'' کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"وما ذكرنا في هذا الكتاب حديث حسن فانما أردنا به حسن إسناده عندنا كل حديث لا يكون في إسناده من يتهم بالكذب ولا يكون الحديث شاذا ويروى من غير وجه نحو ذاك فهو عندنا حديث حسن."

ہم نے اس کتاب میں جو حسن حدیث ذکر کی ہے تو اس سے ہماری مراد وہ حدیث ہے جس کی سند حسن ہے ہمارے نزدیک ہر وہ حدیث حسن ہے جس کی سند میں نہ کوئی راوی متہم بالکذب ہو اور نہ ہی وہ حدیث شاذ ہو اور وہ مختلف اسناد سے مروی ہو، تو یہ ہمارے نزدیک حسن حدیث ہے۔[1]

امام ترمذی رحمہ اللہ کی اس تعریف سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا ''عندنا'' (ہمارے نزدیک) کہنا یہ خاص اصطلاح امام ترمذی رحمہ اللہ کے اپنے نزدیک ہے، عام محدثین کے نزدیک نہیں کیونکہ تعریف میں ''عندنا'' کے الفاظ اس بات کی واضح دلیل ہے۔

نیز امام ترمذی رحمہ اللہ کا ''حدیث حسن'' کی تعریف میں کہنا کہ وہ حدیث اسی طرح کی مختلف اسناد سے مروی ہو، تو اس سے بعض لوگوں کا ''مروجہ حسن لغیرہ'' مراد لینا غلط ہے، بلکہ جامع ترمذی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں کئی مقامات پر جن حدیثوں کو ''حسن'' کہا ہے، تو ان کی کوئی دوسری سند نہیں ہے اور نہ ہی اس حدیث کے کوئی شواہد ہیں جیسا کہ امام ترمذی اپنے اسلوب کے مطابق (اگر

[1] العلل الصغير للترمذي: ص ٢٩٤

شواہد ہوں تو) ''وفی الباب'' کہہ کر ذکر کر دیتے ہیں، (یعنی امام ترمذی نے ان حدیثوں کے آخر پر''وفی الباب'' ذکر نہیں کیا)

بلکہ امام ترمذی کے اسلوب سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حدیث ''مختلف اسناد سے مروی ہو'' سے مراد ایسی حدیث جس کے مرکزی راوی سے بیان کرنے والے متعدد ہوں تو اس حدیث کی امام ترمذی کے نزدیک ایک سے زائد سندیں شمار ہوں گی۔ (مزید وضاحت آگے آرہی ہے)

مزید یہ کہ امام ترمذی رحمہ اللہ ایسی حدیث کو بھی ''حسن'' کہتے ہیں جس پر اہل علم کا عمل ہو، اور بے شک وہ حدیث نبی علیہ السلام سے ثابت نہ ہو، صرف اہل علم کے عمل کی بنا پر ہی امام ترمذی اس حدیث کو''حسن'' کہہ دیتے ہیں جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی جامع ترمذی کے مطالعہ کرنے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

راقم نے جتنی باتیں ذکر کی ہیں اب ان سب کے دلائل ملاحظہ فرمائیں، امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدثنا إسحاق بن موسى الانصاري، حدثنا معن بن عيسى القزاز، حدثنا مالك بن أنس، عن عمرو بن يحي، عن أبيه، عن عبدالله بن زيد مرفوعا.'' [1]

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ سر کا مسح کیا، آپ علیہ السلام ان دونوں ہاتھوں کو آگے سے پیچھے کی طرف اور پھر پیچھے سے آگے کی طرف لے گئے سر کے مقدم حصے (پیشانی) سے شروع کر کے ان کو گدی تک لے گئے پھر دونوں ہاتھوں کو اسی جگہ پر واپس لے آئے جہاں سے (مسح) شروع کیا تھا پھر آپ نے دونوں پاؤں دھوئے۔ [2]

[1] یہ حدیث صحیح بخاری: (۱۹۱) اور صحیح مسلم: (۲۳۵) میں بھی ہے۔
[2] السنن الترمذي: ۳۲.

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور اس باب میں معاویہ، مقدام بن معدی کرب اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں اس باب میں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث (سر کے مسح کے بارے میں) صحیح ترین اور عمدہ ہے اور یہی قول امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ کا ہے۔

اس حدیث کے بعد امام ترمذی درج ذیل حدیث ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حدثنا قتيبة بن سعد، حدثنا بشر بن المفضل، عن عبدالله بن محمد بن عقيل، عن الربيع بنت معوذ ابن عفراء مرفوعا."[1]

ربیع رضی اللہ عنہا بنت معوذ بن عفراء فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے اپنے سر کا مسح دو بار کیا اپنے سر کے پچھلے حصے سے شروع کیا پھر اگلے حصے کا مسح کیا اور اپنے دونوں کانوں کے اندرونی و بیرونی جانب مسح کیا۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے، اور جب کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی (سابقہ حدیث نمبر۳۲) روایت کردہ حدیث صحیح تر اور اسناد کے اعتبار سے زیادہ عمدہ ہے اور اہل کوفہ میں سے بعض کا اس حدیث پر عمل ہے جن میں امام وکیع بن جراح بھی ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو "حسن" کہنے کے بعد خود ہی اپنی بات کی مزید کرتے ہوئے پہلی حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو صحیح تر اور سند کے اعتبار سے زیادہ عمدہ قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو "حسن" اس لیے کہا ہے کہ اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے۔

اس حدیث ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہ کا کوئی شواہد اور متابع بھی موجود نہیں۔ (واللہ اعلم) اگر کوئی شواہد ہوتا تو امام ترمذی اپنے اسلوب کے مطابق "وفی الباب" کہہ کر ذکر کر دیتے، بلکہ اس حدیث کا دارومدار صرف اور صرف عبداللہ بن محمد بن عقیل راوی پر ہے۔ نیز امام

[1] السنن الترمذی: ۳۳.

ترمذی کا "حدیث حسن" کی تعریف میں یہ کہنا کہ اسی طرح کی مختلف اسناد سے مروی ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث عبداللہ بن محمد بن عقیل سے متعدد راویوں نے بیان کی ہے۔ مثلاً

١ـ حدثنا وكيع ، عن سفيان ، عن عبدالله بن محمد بن عقيل ، قال حدثني الربيع مرفوعا. ❶

اس سند میں سفیان کی تدلیس بھی ہے۔

٢ـ حدثنا احمد قال نا عمرو بن أبى سلمة قال نا صدقة بن عبدالله عن سعيد بن أبى عروبه عن عبدالله بن محمد بن عقيل ان الربيع بنت معوذ مرفوعا. ❷

اس سند میں سعید بن أبي عروبہ کی تدلیس بھی ہے۔

٣ـ اخبرنا عبدالرزاق ، نا معمر ، نا عبدالله بن محمد بن عقيل ، قال دخلت على الربيع بنت معوذ مرفوعا. ❸

٤ـ عبيدالله بن عمرو عن عبدالله بن محمد بن عقيل ان الربيع بنت معوذ مرفوعا. ❹

باقی سند میں بھی نظر ہے۔

٥ـ حدثنا مسدد قال حدثنا بشر بن المفضل قال حدثنا

---

❶ مصنف ابن أبى شيبة ، مترجم: ١٤٥ـ سنن ابن ماجة: ٤٣٨ـ مسند أحمد: ٦/ ٣٥٩ـ مسند إسحاق بن راهوية: ٥٤٠ .

❷ المعجم الاوسط للطبرانى: ٩٣٩ .

❸ مسند إسحاق بن راهويه: ٥٤١ـ المعجم الكبير للطبرانى: ٢٤/ ٢٦٦ ، ح: ٢٠٦٩٤ـ مصنف عبدالرزاق: ١/ ٣٧ ، ١١٩ .

❹ المعجم الكبير للبطرانى: ٢٤/ ٢٧١ ، ح: ٢٠٧٠٨ .

عبداللّٰه بن محمد بن عقیل عن الربیع بنت معوذ مرفوعا . ❶

اس حدیث کو عبداللہ بن محمد بن عقیل سے روایت کرنے والے پانچ راوی یعنی سفیان، سعید بن أبی عروبہ، معمر بن راشد، عبیداللہ بن عمرو اور بشر بن مفضل ہیں۔ پھر ان پانچوں راویوں سے بیان کرنے والے کئی راوی ہیں اس طرح اس حدیث کی ایک سے زائد کئی سندیں ہو جاتی ہیں۔

اس حدیث کے مرکزی راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل کو جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ ❷

لہٰذا یہ حدیث اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کا ''حسن'' کہنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ کسی بھی حدیث کو اہل علم کے عمل کی بنا پر ''حسن'' کہہ دیتے ہیں حالانکہ وہ حدیث نبی علیہ السلام سے ثابت نہیں ہوتی جیسے کہ امام ترمذی نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے ترک رفع یدین والی روایت کو اہل علم کے عمل کی بنا پر ''حسن'' کہا ہے (یہ حدیث سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے)

حالانکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے خود ہی اپنی بات کی تردید کرتے ہوئے اس حدیث پر جرح نقل کی ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (۱۱۸ھ، ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے ترک رفع یدین والی حدیث ثابت نہیں ہے (بلکہ) رفع یدین کرنے والی حدیث ثابت ہے۔ ❸

ایک اور مقام پر امام ترمذی فرماتے ہیں:

"حدثنا محمود بن غيلان، حدثنا أبو داود هو الطيالسي

---

❶ سنن أبوداود: ۱۲٦ ـ سنن ترمذی: ۳۳ ـ السنن الکبری للبیهقی: ۱/ ٦٤ ـ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲٤/ ۲۷۰، ح: ۷۰۷ .

❷ تهذیب التهذیب لابن حجر: ۳/ ۲۵۹، ۲٦۰ ـ وکتاب الضعفاء والمتروکین للخرم: ۱/ ۱۸۸، ۱۸۹ .

❸ السنن الترمذی، مترجم: ۱/ ۱۹۰، تحت الحدیث: ۲۵٦ .

حـدثنا شعبة، أخبرنا سعد بن إبـراهيم قال سمعت أبا عبيدة بن عبدالله بن مسعود يحدث، عن أبيه (عبدالله بن مسعود) كـان رسـول الله إذا جلس في الركعتين الأولين، كانه على الرضف......"

رسول اللہ جب پہلے تشہد میں بیٹھتے تو ایسے ہوتا جیسا کہ گرم پتھر پر بیٹھے ہیں (یعنی تیسری رکعت کے لیے جلدی سے اٹھ جاتے)۔ ❶

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے، مگر ابوعبیدہ کا اپنے باپ (عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود) سے سماع نہیں ہے اہل علم کے نزدیک اسی حدیث پر عمل ہے اور وہ یہی پسند فرماتے ہیں کہ مصلی پہلے تشہد کو لمبا نہ کرے اور نہ اس میں تشہد کی دعا سے زیادہ کوئی دعائیں پڑھے اگر اس نے تشہد سے زائد (دعائیں پڑھیں) تو اس پر سجدہ سہو ہوگا یہ امام شعبی وغیرہ سے مروی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے خود ہی اس حدیث کی علت کو بیان کر کے کہ یہ روایت منقطع ہے، پھر ''حسن'' کہا ہے۔ حالانکہ اس حدیث کا کوئی شواہد اور متابع نہیں ہے، صرف اور صرف اہل علم کے عمل کی بنا پر اس حدیث کو ''حسن'' کہا ہے مزید یہ کہ امام ترمذی نے ابوعبیدہ سے یہ بات ثابت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے کچھ نہیں سنا، ملاحظہ فرمائیں، امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حـدثـنـا مـحـمـد بن بشار، حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شـعـبة، عـن عمرو بن مرة، قال سألت أبا عبيدة بن عبدالله

❶ السنن الترمذي: ٣٦٦۔ سنن أبوداود: ٩٩٥۔ سنن نسائي: ٢/ ٢٤٣۔ مسند أحمد: ١/ ٣٨٦، ٤١٠، ٤٢٨، ٤٣٦، ٤٦٠.

هل تذكر عن عبدالله شيئا؟ قال: لا . [1]

عمرو بن مرہ فرماتے ہیں: میں نے ابوعبیدہ سے پوچھا کیا تمھیں (اپنے باپ) عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے کچھ (حدیثیں) یاد ہیں؟ انھوں (ابوعبیدہ) نے فرمایا: نہیں۔

یہ حدیث انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ الغرض "سنن ترمذی" میں اسی طرح کی اور بھی کئی حدیثیں موجود ہیں جن کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے اہل علم کے عمل کی بنا پر "حسن" کہا ہے حالانکہ نبی علیہ السلام سے وہ روایتیں ثابت نہیں ہیں۔

ہم انہی روایات پر جو بیان ہو چکی ہیں، اکتفا کرتے ہوئے اپنی بات کو ختم کرتے ہیں کیونکہ حق بات کو سمجھنے کے لیے یہ دلائل کافی ہیں۔

بہرحال امام ترمذی رحمہ اللہ کا کسی روایت کو "حسن" کہنا، اپنی خاص اصطلاح ہے جو کہ عام محدثین کے قاعدے کے مطابق ایسی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔ لہٰذا امام ترمذی رحمہ اللہ کا کسی روایت کو "حسن" کہنے سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ حدیث کی تحسین میں اور تصحیح میں متساہل بھی ہیں جیسے کہ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے وضاحت پیش خدمت ہے:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كأبي عيسى الترمذي، وأبي عبدالله الحاكم، وأبي بكر البيهقي متساهلون." [2]

"ابوعیسیٰ الترمذی، ابوعبداللہ الحاکم اور ابوبکر البیہقی متساہل تھے۔"

محققین اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ امام ترمذی حدیث اور راویوں کی تحسین و تصحیح کے معاملہ میں بہت متساہل واقع ہوئے ہیں، ایک محدث فرماتے ہیں، ترمذی نے اپنی

---

[1] السنن الترمذي: ٦٢٤ـ إسناده صحيح .

[2] ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل للذهبي: ص ١٥٩ .

کتاب (جامع ترمذی) میں کتنی ہی احادیث موضوعہ (جھوٹی) اور اسانید واہیہ کی تحسین کی ہے۔ ❶

اسی طرح امام ذہبی لکھتے ہیں:

"فلا يغتر بتحسين الترمذي فعند المحاققة غالبها ضعاف." ❷

پس ترمذی کی تحسین سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ محققین کے نزدیک ایسی غالب (عام، اکثر) روایتیں ضعیف ہیں۔"

مزید امام ذہبی فرماتے ہیں:

"فلهذا لا يعتمد العلماء على تصحيح الترمذي." ❸

"پس اس وجہ سے ترمذی کی تصحیح پر علماء (محدثین) اعتماد نہیں کرتے۔"

امام محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (۸۳۱ھ، ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

"وقسم منهم مقسمع كالترمذي، والحاكم" ❹

اور ان میں سے ایک قسم متساہل تھی، مثلاً ترمذی اور حاکم۔"

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی امام ترمذی رحمہ اللہ کو متساہل کہا ہے۔ ❺

الشیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں کہ امام ابو عیسیٰ ترمذی علوم الحدیث میں اپنی امامت وجلالت کے باوجود روایات کی تصحیح و تحسین میں متساہل تھے۔ ❻

---

❶ نصب الراية الزيلعي: ۲/ ۲۱۷، ۲۱۸. ❷ ميزان الاعتدال للذهبي: ٤/ ٤١٦.

❸ ميزان الاعتدال للذهبي: ۳/ ٤٠٧.

❹ المتكلمون في الرجال للسخاوي: ص ١٣٧.

❺ فتح الباري لابن حجر: ۹/ ۷۸.

❻ مقدمة تحفة الاحوذي المباركفوري: ص ٣٥٠.

علامہ البانی رحمہ اللہ ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اور یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ امام ترمذی روایات کو صحیح اور حسن قرار دینے میں متساہل ہیں، شیخ کوثری سے بھی یہ بات مخفی نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اور اس کو معاف فرمائے۔ چنانچہ شیخ کوثری نے اوعال کی حدیث پر کلام کرتے ہوئے جس کا اشارتاً پہلے ابن دحیہ سے ذکر ہو چکا ہے کہا ہے کہ امام ترمذی نے بہت سی موضوع (جھوٹی) اور ضعیف سند والی احادیث کو حسن کہہ دیا ہے۔ نیز امام ذہبی سے منقول ہے انہوں نے فرمایا: کہ علماء امام ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔ ❶

بہرکیف امام ترمذی رحمہ اللہ کا ''حسن'' (یا صحیح) کہنا قابل حجت نہیں ہے، جب تک اس کی تحقیق نہ کر لی جائے یا کوئی معتبر محدث امام ترمذی رحمہ اللہ کی تائید کریں، پھر قابل حجت ہے۔ اسی طرح باقی متساہل محدثین مثلاً امام عجلی، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام حاکم اور امام بیہقی یہ سب بھی روایات اور راوی کی تصحیح کرنے میں متساہل ہیں ان سب کا بھی وہی حکم ہے جو امام ترمذی رحمہ اللہ کے متعلق ہے۔ ان پانچوں محدثین کے متساہل ہونے کے بارے میں دلائل پڑھنے کے لیے اسی کتاب کا عنوان خود ساختہ اصول ''متساہل + متساہل'' کا تحقیقی جائزہ پڑھیے۔

تنبیہ: ...... راقم کے استاد محترم محدث العصر شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (۱۹۵۷ء، ۲۰۱۳ء) نے بھی امام ترمذی، امام ابن حبان، امام حاکم اور امام بیہقی رحمہم اللہ کو متساہل کہا ہے۔ ❷ راقم الحروف نے طوالت کے خوف کی وجہ سے یہ مضمون حسن لغیرہ حجت نہیں مختصر طور پر لکھا ہے۔ اس مضمون کو علیحدہ طور پر تفصیل سے لکھنے کا ارادہ ہے۔ ان شاء اللہ

---

❶ الاحادیث الضعیفة مترجم: ۱/ ۷۶.

❷ توضیح الاحکام: ۱/ ۵۷۲۔ ومقالات: ٤/ ٥٧٤۔

خبر مردود کا بیان

مُعَلّق:

لغت میں یہ علق سے اسم مفعول ہے جس کے معنی کسی چیز کو باندھ کر چھت میں آویزاں کرنے کے ہیں، اصطلاح میں ''معلق'' وہ روایت ہے جس کی سند کا ابتدائی حصہ حذف کر دیا ہو، یا تمام سند حذف کر دی ہو، اور قال رسول اللہ کہہ کر حدیث بیان کر دی ہو یا صحابی کے علاوہ باقی تمام سند حذف کر دی ہو، یا صحابی اور تابعی کے علاوہ باقی سند حذف کی ہو، یا مصنف نے اپنی جانب ابتدائے سند سے صرف ایک یا چند راویوں کو حذف کیا ہو، سب کو ''معلق'' کہا جاتا ہے۔ [1]

مُعَلّق کی مثال:

مصنف تمام سند کو حذف کر کے کہے:

"قال رسول الله كذا ."

دوسری مثال:

مصنف صحابی کے علاوہ تمام اسناد حذف کر کے کہے:

وقال أبو موسىٰ ، غطى النبي ركبته حين دخل عثمان . [2]

''اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری نے فرمایا: جب عثمان رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے تو نبی علیہ السلام

---

[1] التحديث في علوم الحديث: ص ١٧٦ ـ ونزهة النظر لابن حجر ، مترجم: ص ٤٧ .

[2] صحيح بخاري ، مترجم: ١/ ٢٤٦ .

نے اپنی رانوں کو ڈھانک لیا۔''

یہ حدیث ''صحیح مسلم'' میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوری سند کے ساتھ مذکور ہے لیکن یہاں محض تمثیل کے لیے ذکر کی گئی ہے۔

"كان ابن عمرو أبوهريرة يخرجان الى السوق في ايام العشر، يكبر ان ويكبر الناس بتكبيرهما." [1]

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بازار میں نکل کر تکبیرات کہتے اور لوگ بھی ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیرات کہتے تھے۔''

یہ اثر معلق اور بے سند ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اثر مجھے مفصل سند کے ساتھ نہیں ملا، اور امام بیہقی اور امام بغوی رحمہما اللہ نے بھی اس اثر کو ''معلق'' روایت کیا ہے۔ [2] یعنی صحابی کے علاوہ پوری سند حذف ہے۔

تیسری مثال:

مصنف تابعی کے علاوہ تمام سند حذف کر کے کہے:

"قال عروة وثويبه مولاة لابى لهب وكان أبولهب اعتقها فارضعت النبى فلما مات أبو لهب اريه بعض اهله بشر جيبة قال له ماذا لقيت قال أبو لهب لم الق بعدكم غير انى سقيت في هذه بعتاقتى ثويبه." [3]

ثقہ تابعی عروہ بن زبیر (۲۳ھ، ۹۴ھ) رحمہ اللہ نے فرمایا: ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا، جب اس نے نبی علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبر ابولہب کو دی

---

[1] صحيح بخاري، مترجم: ١/ ٤٥٣.

[2] فتح الباري لابن حجر: ٢/ ٥٩٠.

[3] صحيح بخاري، مترجم: ٣/ ٧٨.

تھی پھر اس نے آپ علیہ السلام کو دودھ پلایا تھا جب ابولہب مر گیا تو اس کے کسی عزیز نے مرنے کے بعد اس کو خواب میں برے حال میں دیکھا، پوچھا کیا حال ہے کیا گزری وہ کہنے لگا جب سے میں تم سے جدا ہوا ہوں کبھی آرام نہیں مگر ایک ذرا سا پانی اس میں مل جاتا ہے ابولہب نے اس گڑھے کی طرف اشارہ کیا جو انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے بیچ میں ہوتا ہے یہ بھی اس وجہ سے کہ میں نے ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا۔

یہ اثر بھی معلق ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کی ایک سند کے بارے میں کہا: أخرجه الإسماعیلی" لیکن یہ سند بھی صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہی ہے۔

چوتھی مثال:

مصنف نے اپنی جانب ابتدائے سند صرف ایک یا دو (یا چند) راویوں کو حذف کر کے کہے:

وقال یونس (بن یزید) عن الزهری قال عروة قالت عائشه كان النبی یقول فی مرضه الذی مات فیه یا عائشه ما أزال أجد الم الطعام الذي أكلت بخيبر، فهذا أو ان انقطاع أبهری من ذلك السم ."❶

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی علیہ السلام مرض الموت میں یوں فرماتے تھے: اے عائشہ! مجھ کو اب تک اس (زہر آلود بکری کا گوشت) کھانے کی تکلیف معلوم ہوتی ہے، جو خیبر میں میں نے کھایا تھا اب مجھ کو معلوم ہوا، اس زہر کے اثر سے میری زندگی کی رگ کٹ گئی۔"

یہ حدیث بھی (اس متن کے ساتھ) معلق ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ یونس

❶ صحیح بخاری، مترجم: ۲/ ۷۵۸، ۷۵۹.

بن یزید رحمہ اللہ ۱۵۲ھ میں فوت ہوئے۔ ❶ اور امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے درمیان دو راوی حذف ہیں اس متن کے ساتھ اس روایت کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔ (واللہ اعلم)

بہر حال نبی علیہ السلام کو زہر دینے والی حدیث (اس متن کے بغیر) صحیح بخاری ہی میں اور دوسری کتب سے ثابت ہے۔

معلق حدیث مردود ہے اس لیے کہ اس کا محذوف راوی مجہول الحال ہوتا ہے پس اگر کسی سند میں راوی (یا راویوں) کی نشاندہی ہو جائے (بشرائط صحیح) تو پھر روایت صحیح قرار پائے گی۔ ❷

مرسل:

مرسل جس کی جمع مراسیل ہے، مرسل لغت میں اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ ارسل سے مشتق ہے جس کے معنی کھلا چھوڑنے کے ہیں مرسل کو مرسل اس لیے کہتے ہیں کہ منتہائے سند کو کسی راوی معین کے ساتھ مقید نہیں کیا جاتا ہے۔ ❸

اصطلاح میں مرسل وہ حدیث ہے جس کے آخر میں تابعی کے بعد کا راوی ساقط ہو مرسل کہلائے گی اور اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا کہے: رسول اللہ نے یہ فرمایا، یا ایسے کہا یا آپ علیہ السلام کی موجودگی میں ایسا ہوا۔ ❹

امام حاکم کہتے ہیں: مرسل حدیث وہ ہے جس میں محدث کی متصل اسناد تابعی تک پہنچتی ہیں اور وہ تابعی یوں کہتا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: مرسل حدیث کی اس تعریف میں مشائخ حدیث کا کوئی اختلاف نہیں۔ ❺

---

❶ تذکرة الحفاظ للذهبی، مترجم: ۱/ ۱۴۳.

❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۴۸. ❸ تقریب النووی، مترجم: ص ۹۵.

❹ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۴۸.

❺ معرفة علوم الحدیث للحاکم، مترجم: ص ۷۵.

مرسل حدیث کی مثال:

حدثنا ابن بشار، نا أبو داؤد، نا هشام، عن قتادة ان رسول اللّٰه قال: "ان الجارية اذا حاضت لم يصلح أن يرى منها الا وجهها ويداها الى المفصل."❶

"تابعی قتادہ رحمہ اللہ (۶۰ھ، ۱۱۷ھ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: لڑکی کو جب حیض آئے تو یہ مناسب نہیں کہ کوئی شخص اس کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا کچھ دیکھے۔"

دوسری مثال:

"حدثنا محمد بن عثمان الدمشقى أبو الجماهر ان سليمان بن بلال حدثهم، نا شريك بن أبى نمر، عن أبى سلمه بن عبدالرحمن أن رسول الله كان يغسل وجهه بيمينه."❷

"تابعی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (م۹۴ھ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ اپنا چہرہ دائیں ہاتھ سے دھوتے تھے۔"

جمہور کے نزدیک مرسل حدیث ضعیف ہوتی ہے:

امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: مرسل حدیث اکثر ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے جس کو بہت سے ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے جن ائمہ نے مرسل روایت کو ضعیف قرار دیا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ ائمہ نے ثقہ اور غیر ثقہ ہر قسم کے راویوں سے روایات روایت کی ہیں جب کوئی مرسل حدیث روایت کرتا ہے تو اس میں احتمال ہوتا ہے کہ شاید اس نے کسی غیر ثقہ سے روایت کی ہو، امام عتبہ بن أبی حکیم کہتے ہیں: امام زہری (۵۰ھ، ۱۲۴ھ) نے اِسحاق بن

❶ كتاب المراسيل لابى داؤد: ص ٤٧٠، ح: ٤٢٤.

❷ كتاب المراسيل لابى داؤد: ص ١١١، ح: ٦.

عبداللہ بن أبي فروہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے رسول اللہ نے فرمایا، امام زہری کہنے لگے، ابن أبي فروہ اللہ تجھے برباد کرے تو ہمارے پاس ایسی روایات لاتا ہے جن کی کوئی لگام (سند) نہیں ہوتی (یعنی مرسل روایت قابل حجت نہیں)۔ ❶

امام مسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہمارے اور محدثین کے قول کے مطابق مرسل روایت حجت نہیں ہے۔ ❷

امام ابن أبي حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد امام ابو حاتم اور امام ابوزرعہ رازی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مراسیل قابل حجت نہیں اور دلیل کی بنیاد ایسی حدیث ہوسکتی ہے جس کی سند صحیح اور متصل ہو اور میری بھی یہی رائے ہے۔ ❸

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم مرسل اور ضعیف روایات سے حجت نہیں لیتے۔ ❹

امام دارقطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "والحديث مرسل، لا تقوم به الحجة" یہ حدیث مرسل ہے اور اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوسکتی۔ ❺

امام ابن المنذر رحمہ اللہ (م ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں: "والمرسل من الحديث، لا تقوم به الحجة" مرسل حدیث سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ ❻

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرسل روایت ہمارے نزدیک نہ ہونے کے برابر ہے، کیونکہ اگر ہم ثقہ فاضل تابعی کے ارسال کو حسن ظن کرتے ہوئے قبول کرلیں تو ہمیں تبع تابعین کا ارسال بھی اسی طرح قبول کرنا پڑے گا اور جب ہم یہ بھی کرلیں گے تو تبع تابعین کے بعد والوں کا بھی ارسال قبول کرنا پڑے گا، جب یہ بھی کرلیں گے تو پھر ان کے بعد

---

❶ العلل الصغير للترمذي: ص ۲۹۰، ۲۹۱. ❷ صحيح مسلم، مترجم: ۱/ ٦٥.

❸ كتاب المراسيل لابن أبي حاتم: ص ۷. ❹ كتاب التوحيد لابن خزيمة: ۱/ ۱۳۷.

❺ السنن الدارقطني: ۱/ ۳۹۸.

❻ الاوسط لابن المنذر: ۱/ ۲۳٦، ح: ۱۸٤ الشاملة.

والوں کا ارسال بھی قبول کرنا پڑے گا، جب ایسا بھی کر لیں گے تو پھر ہمیں ہر انسان کا یہ کہنا قبول کرنا پڑے گا کہ رسول اللہ نے فرمایا حالانکہ اس کام میں شریعت کی مخالفت ہے۔ ❶

طحاوی (۲۳۸ھ، ۳۲۱ھ) کہتے ہیں "وهم لا يحتجون بالمراسيل" وہ (محدثین) مرسل روایات سے حجت نہیں لیتے۔ ❷

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم نے جو یہ کہا ہے کہ مرسل سے حجت نہیں لی جا سکتی اور اس پر ضعف کا حکم لگے گا، یہ قول وہ ہے، جس پر حفاظِ حدیث اور نقادِ آثار کی ایک جماعت کا عمل رہا ہے اور انہوں نے اپنی تصانیف میں اسے جا بجا ذکر کیا ہے۔ ❸

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ثم المرسل حديث ضعف عند جماهير المحدثين والشافعي و كثير من الفقهاء واصحاب الاصول، ❹

پھر جمہور محدثین اور امام شافعی رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء اور اصحاب الاصول کے نزدیک مرسل حدیث ضعیف ہے۔

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "المرسل غير مقبول والذي يدل على ذلك أن إرسال الحديث يودي إلى الجهل بعين راويه ويستعيل العلم بعدالته مع الجهل بعينه وقد بينا من قبل أنه لا يجوز قبول الخبر إلا ممن عرضت عدالته فوجب لذلك كونه غير مقبول." ❺

مرسل حدیث مقبول نہیں اور جو چیز اس پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث کا ارسال راوی کے مجہول العین ہونے کا باعث ہوتا ہے اور اس کے مجہول العین ہونے کی وجہ

---

❶ صحيح ابن حبان، مترجم: ۳/ ۲٤۱، ۲٥۲، تحت حديث: ۲۱۱۰.

❷ نصب الراية للزيلعي: ۱/ ٥۸.

❸ مقدمة ابن الصلاح: ص ۲٦.

❹ تقريب النووی، مترجم: ص ۹٥، ۹٦.

❺ الكفاية في علم الرواية للخطيب: ص ۳۳٦.

سے اس کی عدالت کا علم مستحیل ہو جاتا ہے ہم اس سے پہلے واضح کر چکے ہیں کہ صرف اسی راوی کی خبر کو قبول کرنا جائز ہے۔ جس کی عدالت معروف ہو۔ اس بنا پر یہ لازم ہے کہ مرسل خبر (حدیث) غیر مقبول ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے (۳۸۴ھ، ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں: اور جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مرسل روایت متصل سے بھی قوی ہوتی ہے، وہ اس بے وقوف کی طرح ہے، جو کہے کہ رات، دن سے زیادہ روشن ہے اور نابینا بینا سے زیادہ دیکھنے والا ہے، کیونکہ مرسل کا معاملہ غیبی ہوتا ہے، اس کے بارے میں یہ علم نہیں ہوتا کہ جس نے ارسال کیا ہے، اس نے کس سے اسے اخذ کیا ہے؟ اور جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ارسال کرنے والا صرف ثقہ سے ہی روایت لیتا تھا تو اس نے ایسا دعویٰ کیا ہے، جو سارے محدثین کے خلاف ہے کیونکہ ہم محدثین کو دیکھتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں سے بھی روایات لیتے اور غیر ثقہ راویوں سے بھی بیان کرتے ہیں اور بسا اوقات وہ اس وقت تک اس شخص کا نام نہیں لیتے، جس سے انہوں نے سنا ہوتا ہے، جب تک ان سے پوچھ نہ لیا جائے، پھر بسا اوقات وہ ایسے شخص کا نام لیتے ہیں، جو روایت و دیانت میں سے کسی ایک چیز میں یا دونوں چیزوں میں ناقابل التفات ہوتا ہے۔ نیز اہل علم راوی پر جرح کرنے کے اسباب میں مختلف ہیں، لہٰذا محذوف راوی کا نام بیان کیا جانا ضروری ہے تاکہ اس کے حالات پر واقفیت حاصل کی جا سکے اور یوں اس کی عدالت یا جرح ان اہل علم (محدثین) پر واضح ہو جائے، جن کے پاس اس کی حدیث پہنچے۔ [1]

امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث مرسل ہے، صحیح نہیں ہے اس حدیث کو چھوڑ دو۔ [2] (امام بخاری کے نزدیک بھی مرسل قابل حجت نہیں)۔

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرسل کو مردود کی اقسام میں اس لیے ذکر کیا

---

[1] کتاب القراءۃ خلف الامام للبیهقی، مترجم: ۱۱۷، ۱۱۸.

[2] صحیح بخاری، مترجم: ۳/ ۵۷۱.

گیا ہے کہ اس میں محذوف راوی نامعلوم ہوتا ہے اس میں یہ احتمال موجود ہوتا ہے کہ محذوف راوی صحابی ہو یا تابعی اور تابعی ہونے کی صورت میں یہ احتمال رہتا ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ پھر اگر ثقہ ہے تو یہ احتمال رہتا ہے کہ اس نے یہ حدیث صحابی سے سنی ہے یا تابعی سے اور پھر تابعی ثقہ ہے یا ضعیف علی ہذا القیاس یہ سلسلہ عقلی لحاظ سے تو غیر متناہی ہو سکتا ہے اور بلحاظ تتبع چھ سات سلسلوں تک چلا جاتا ہے کیونکہ بعض تابعین کا بعض سے روایت کا سلسلہ غالباً چھ سات سلسلوں تک ہی پایا جاتا ہے۔ ❶

بہرکیف مرسل روایت درحقیقت ضعیف اور مردود احادیث کی ایک قسم ہے کیونکہ اس میں اتصال سند مفقود ہوتا ہے جب کہ یہ صحیح حدیث کی ایک لازمی شرط ہے۔ اور دوسرا جو راوی حذف کیا گیا ہے اس کی عدالت مفقود ہے۔

مراسیل صحابہ حجت ہیں:

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم کی مراسیل قابل قبول ہیں، اس لیے کہ تمام صحابہ عادل اور اللہ کے پسندیدہ ہیں۔ ❷

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرسل کے بارے میں جو اختلاف ہے اس سے مراد وہ مرسل ہے جو صحابی کی نہ ہو۔ جہاں تک صحابی کی مرسل روایت کا تعلق ہے تو صحیح مذہب کے مطابق اس کی حیثیت صحیح کی ہے۔ ❸

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصول فقہ میں جسے مرسل الصحابی کا نام دیا جاتا ہے اسے ہم مرسل کی انواع میں شمار نہیں کرتے جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی طرح کم سن صحابہ رسول اللہ سے روایت کریں جب کہ ان کا سماع ثابت نہ ہو، اس لیے کہ ایسی روایات

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٤٨، ٤٩.

❷ الكفاية في علم الرواية للخطيب: ص ٣٣٤.

❸ تقريب النووي، مترجم: ص ٩٦.

موصول مسند کے حکم میں ہیں ان کی روایات صحابہ سے ہیں اور صحابی کی ناواقفیت مضر نہیں کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ [1]

سیوطی فرماتے ہیں: جیسے صحابی کی وہ روایت جس میں اس نے رسول اللہ کے کسی فعل وغیرہ کو نقل کیا ہو اور یہ معلوم ہو کہ کم سنی یا حلقہ اسلام میں دیر سے آنے کی بناء پر اس نے براہ راست رسول اللہ سے وہ روایت نہ سنی ہو تو صحیح قول کے مطابق وہ حجت ہے۔ یہی وہ رائے ہے جسے ہمارے اصحاب وغیرہم نے اختیار کیا ہے۔ [2]

بہر حال امام شافعی کی ''کتاب الرسالہ'' اور امام بخاری کی ''صحیح بخاری'' اور امام مسلم کی ''صحیح مسلم'' وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہی پتہ چلتا ہے کہ امام شافعی، امام بخاری اور امام مسلم ﷭ کے نزدیک بھی صحابہ ﷢ کی مرسل روایات موصول مسند کے حکم میں ہیں۔

نیز جمہور محدثین وفقہاء کا یہ مسلک ہے کہ صحابی کی مرسل متفقہ طور پر قابل حجت ہے، اور مدار استدلال یہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لیے اگر کوئی صحابی رسول اللہ کی طرف کوئی بات منسوب کرتا ہے تو اس میں جھوٹ کا احتمال نہیں ہے۔

امام ابن کثیر ﷫ نے فرمایا: بعض نے مراسیل صحابہ کے مقبول ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، حافظ ابن حجر العسقلانی ﷫ نے فرمایا: محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابی کی مرسل متصل کے حکم میں ہے۔ [3]

معضل

لغت میں اعضلہ سے اسم مفعول ہے، جس کے معنی ہیں سخت ہونا، مشکل ہونا، تنگ ہونا۔ [4]

محدثین کی اصطلاح میں معضل وہ حدیث ہے جس کی سند میں دو یا دو سے زائد راوی

---

[1] مقدمة ابن الصلاح، مترجم: ص ٢٦، دوسرا نسخه، ص ٢٦.

[2] تدريب الراوی السيوطی: ص ١٠٩. [3] اختصار علوم الحديث، مترجم: ص ٣٧.

[4] التحديث فی علوم الحديث: ص ١٨١.

ایک ہی مقام سے ساقط ہوں۔ ❶

معضل حدیث کی مثال:

عن مالك انه بلغه ان رسول اللّٰه قال: استقيوا ولن تحصوا واعلموا ان خير اعمالكم الصلوٰة ولا يحافظ على الوضوء الا مومن . ❷

''امام مالک کہتے ہیں کہ انہیں رسول اللہ کی یہ بات پہنچی ہے کہ استقامت اختیار کرو اور کسی ایک جانب زیادہ نہ جھک جاؤ اور عمل کرو کیونکہ تمہارے اعمال میں سے اچھا عمل صلوٰۃ ہے اور وضو کی محافظت صرف مومن کرتا ہے۔''

یہ حدیث معضل ہے کیونکہ اس کی سند میں امام مالک اور رسول اللہ کے درمیان دو (یا تین) راوی مسلسل حذف ہیں، ایک صحابی اور دوسرا تابعی نیز اس روایت کے متصل مسند جتنے شواہد ہیں وہ تمام ضعیف ہیں۔ ❸ بہرحال معضل حدیث سخت ضعیف ہوتی ہے۔

منقطع:

منقطع اسم فاعل کا صیغہ ہے یہ ضد ہے متصل کی اصطلاح میں منقطع ہر اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں انقطاع ہو، خواہ انقطاع اسناد کے اول میں ہو یا وسط میں ہو یا آخر میں ہو، اور محذوف راوی ایک ہو یا دو۔ ❹ (لیکن مسلسل نہ ہوں بلکہ الگ الگ جگہوں سے حذف ہوئے ہوں)۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: منقطع وہ حدیث ہے جس کی سند سے کوئی راوی ساقط

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٤٩ .

❷ موطا امام مالك، مترجم: ص ٣٥ .

❸ ارواء الغليل للالباني: ٢/ ١٣٥ .

❹ تقريب النووى، مترجم: ص ٩٩، ١٠٠۔ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٥٠ .

ہو یا اس میں کوئی مبہم راوی ذکر کیا گیا ہو۔ ❶

منقطع وہ حدیث ہے جس کی سند متصل نہ ہو خواہ انقطاع کی کوئی بھی صورت ہو۔ ❷

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ ''منقطع'' کی تعریف بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: راوی کا سقوط کبھی اس قدر واضح ہوتا ہے کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور کبھی یہ ایسا پوشیدہ ہوتا ہے کہ اس کا علم صرف ان حفاظ حدیث ہی کو ہو سکتا ہے جو طرق حدیث اور اسانید وعلل سے خوب واقف ہیں واضح سقوط کا ادراک راوی اور مروی عنہ کی عدم ملاقات کی معرفت پر ہے۔ مثلاً راوی مروی عنہ کا معاصر نہ ہو اور اگر معاصر ہو تو دونوں میں وجادت حاصل نہ ہو ان امور کا تعلق تاریخ سے ہے بلاشبہ رواۃ کی پیدائش، وفات، تحصیل علم کا زمانہ، طلب حدیث کے لیے مختلف سفر وغیرہ کا تذکرہ کتب تاریخ ہی میں ہوتا ہے اس لیے محدثین کے نزدیک علم تاریخ بنیادی اہمیت کا حامل ہے اس علم کے ذریعے کئی رواۃ کے روایت عن الشیوخ کے دعوے غلط ثابت ہو چکے ہیں۔ ❸

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ شخص جو منقطع (حدیث) کے سلسلے میں ہمارے بیان پر غور کرے گا اسے یقینی علم ہوگا کہ یہ ایک ایسا دقیق علم ہے جسے صرف وہی حاصل کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی ہو اور سیکھنے کی طلب رکھتا ہو۔ ❹

منقطع حدیث کی مثال:

حدثنا بشر بن موسى، ثنا أبو عبدالرحمن المقرى، حدثنا ابن لهيعة قال: حدثني أبو هبيرة (عبدالله بن هبيرة) عن

❶ اختصار علوم الحديث، مترجم: ص ٣٨.

❷ تدريب الراوي للسيوطي: ص ١٠٩.

❸ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٥٠.

❹ معرفة علوم الحديث للحاكم، مترجم: ص ٨١.

حبيب بن مسلمة الفهري مرفوعا. ❶

”رسول اللہ نے فرمایا: کوئی بھی گروہ جمع نہیں ہوتا کہ ان میں سے کوئی شخص دعا کرتا ہے اور باقی سارے لوگ آمین کہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول کرتا ہے۔“

• اس حدیث کی اسناد منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ حبیب بن مسلمہ الفہری اور ابوہبیرہ وہ عبداللہ بن ہبیرہ بن أسعد بن کہلان السبائی الحضرمی ابوہبیرۃ المصری رحمہ اللہ کے درمیان انقطاع ہے۔ وضاحت ملاحظہ فرمائیں: حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ۴۲ھ میں فوت ہوئے۔ ❷ اور ابوہبیرہ عبداللہ بن ہبیرہ رحمہ اللہ ۴۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ھ میں فوت ہوئے اور ایک قول کے مطابق ۱۲۶ھ میں فوت ہوئے۔ ❸

دوسری مثال:

حدثنا حميد بن مسعدة عن حماد بن زيد عن منصور عن عبيد بن نسطاس عن أبي عبيدة قال قال عبدالله بن مسعود مرفوعا. ❹

”عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود نے فرمایا: جو کوئی جنازے کے ساتھ جائے تو اس کے چاروں کونے اٹھائے (یعنی میت کی چار پائی کے چاروں کونے باری باری ایک بار اٹھائے) یہ سنت ہے پھر چاہے تو نفل طور پر اٹھائے اور اگر چاہے تو

❶ المعجم الكبير للطبراني: ٣٥٣٦ـ مستدرك حاكم، مترجم: ٤/ ٦٥٤، ح: ٥٤٧٨، دوسرا نسخه: ٤/ ٦١، ح ٥٥٦١ـ دلائل النبوة للبيهقي: ٣٠٣٩.

❷ الاصحابة في تمييز الصحابة، مترجم: ١/ ٥٧٣ـ التاريخ الصغير للبخاري: ١/ ١١٨، ١٥٦.

❸ تهذيب التهذيب لابن حجر: ٣/ ٢٨٩ـ الكاشف للذهبي: ٢/ ١٢٤.

❹ سنن ابن ماجة: ١٤٧٨.

چھوڑ دے (یعنی نہ اٹھائے)۔

یہ حدیث منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ ابوعبیدہ نے (اپنے باپ) عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے نہیں سنا، وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوعبید بن عبداللہ بن مسعود کا اپنے باپ عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے سماع ثابت نہیں ہے۔ ❶

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: ابوعبیدہ کا اپنے باپ عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے سماع نہیں ہے۔ ❷ بلکہ ابوعبیدہ نے خود اعتراف کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے کچھ نہیں سنا۔

حدثنا محمد بن بشار، حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، عن عمرو بن مرة، قال سالت أبا عبيدة بن عبدالله، هل تذكر عن عبدالله (بن مسعود) شيئا؟ قال: لا. ❸

"امام عمرو بن مرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبیدہ بن عبداللہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ تمہیں عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کوئی شئی یاد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔"

تیسری مثال:

حدثنا شجاع بن مخلد أخبرنا هشيم انبانا يونس بن عبيد عن الحسن "أنّ عمر بن الخطاب جمع الناس على أبي بن كعب فكان يصلى لهم عشرين ليلة ولا يقنت بهم الا فى النصف الباقى فاذا كانت العشر الاواخر تخلف (وصلى) فصلى في

❶ كتاب المراسيل لابن أبى حاتم: ص ٢٥٦، ٢٥٧.

❷ السنن ترمذى مع تحفة الاحوذى: ٣٦٦.

❸ السنن الترمذى، مترجم: ١/ ٤١١، إسناده صحيح.

بیته ، فكانوا يقولون: أبق أبي . ❶

''امام حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اُبی رضی اللہ عنہ بن کعب کی امامت پر جمع کیا، وہ لوگوں کو بیس (۲۰) راتوں تک صلوٰۃ پڑھاتے رہے اور قنوت صرف آخری نصف میں کرتے جب آخری عشرہ آیا تو (ابی بن کعب) اپنے گھر میں صلوٰۃ پڑھا کرتے، لوگ کہنے لگے اُبی رضی اللہ عنہ بن کعب بھاگ گئے۔''

اس روایت کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ امام حسن بصری رحمہ اللہ ۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ ❷ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۲۳ھ میں فوت ہوئے۔ ❸

اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ۱۹ھ میں فوت ہوئے اور ایک قول کے مطابق ۲۲ھ میں فوت ہوئے۔ ❹

حدثني أبي (أبو حاتم) قال سمعت يونس بن عبدالاعلیٰ الصدفي يقول: قال لی محمد بن ادريس الشافعي ، نقول: الأصل قرآن أوسنة ، فإن لم يكن فقياس عليهما ، و إذا اتصل الحديث عن رسول الله ، وصح الأسناد به ، فهو سنة ، وليس المنقطع بشيء . ❺

---

❶ سنن أبي داود شرح عون المعبود: ١٤٢٦ .

❷ تذكرة الحفاظ للذهبي ، مترجم: ١/ ٧٦ .

❸ تذكرة الحفاظ للذهبي ، مترجم: ١/ ٣١ .

❹ تذكرة الحافظ للذهبي ، مترجم: ١/ ٣٨ .

❺ كتاب المراسيل لابن أبي حاتم: ص ٦ ، إسناده صحيح .

''امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شریعت کا اصل ماخذ قرآن ہے یا سنت اگر ان دونوں میں کوئی دلیل نہ ہے تو ان دونوں پر مبنی قیاس ہے اور رسول اللہ کی ایسی حدیث جس کی سند متصل ہو، اور اسناد بھی صحیح ہو، تو وہ سنت ہے اور منقطع (روایت) کوئی شئی نہیں۔''

مزید امام شافعی رحمہ اللہ ایک روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ روایت ایک مجہول راوی کی وجہ سے منقطع ہے، اور ہم اس قسم کی منقطع روایت کو کسی شئی کے حق میں حجت نہیں تسلیم کرتے۔ [1]
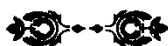
[1] کتاب الرسالة للشافعی، مترجم: ص ۱۵۷ .

تدلیس اور مرسل خفی

تدلیس کی تعریف:

تدلیس ''دلس'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ظلمت کو نور سے ملانا ہے اور اسے مدلس اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اخفاء اور پوشیدگی پائی جاتی ہے۔[1] عربی لغت میں ہے ''والتدليس فى البيع كتمان عيب السلعة عن المشترى''[2] ''دوکاندار نے اپنے مال کا عیب گاہک سے چھپایا۔'' مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے تدلیس کی یعنی اس نے اپنے سامان کے عیب کو دوسرے سے چھپایا گویا اس نے اس دوسرے شخص کو اندھیرے میں رکھا چونکہ مدلس (تدلیس کرنے والا) حدیث پر واقفیت اور خبر رکھنے والے سے اپنے معاملے کو تاریک رکھتا ہے یعنی چھپا لیتا ہے اس لیے اس کی حدیث کو مدلس کہتے ہیں اور اصطلاحاً سند میں عیب کو مخفی اور پوشیدہ رکھنا اور اس کے ظاہر کو اچھا یا حسین پیش کرنا ہے۔[3]

تدلیس الاسناد:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰ھ،۷۷۴ھ) فرماتے ہیں: راوی اس (استاد) سے جس سے اس کی ملاقات ہوئی ہے، ایسی روایت (عن یا قال، ذکر وغیرہ کے ساتھ) بیان کریں جو راوی نے اس (استاد) سے نہیں سنی یا اپنے معاصر جس سے اس کی ملاقات نہیں ہے (ایسی روایت بیان کرے جو اس نے اس سے نہیں سنی) یہ وہم ڈالتے ہوئے کہ اس نے یہ

---

[1] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۱۹۹ . [2] لسان العرب: ٦/ ٨٦ شاملة .

[3] تيسير مصطلح الحديث، مترجم: ص ۷۵ .

روایت اپنے معاصر سے سنی ہے۔ ❶

ہمارے بعض اہل علم بھائی امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی اس تعریف کے اول الذکر کو تدلیس اور ثانی الذکر کو مرسل کہتے ہیں ان کے نزدیک ثانی الذکر کو تدلیس کہنا غلط ہے جب کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعریف سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ تدلیس الاسناد کی تعریف میں مرسل خفی اور تدلیس دونوں شامل ہیں اور متقدمین محدثین ومتاخرین محدثین کے نزدیک بھی مرسل خفی اور تدلیس دونوں ایک چیز ہیں، اس کی وضاحت ان شاءاللہ آگے آ رہی ہے۔ بہرحال متقدمین محدثین ومتاخرین محدثین کے مقابلے میں بعض متاخرین محدثین کا مرسل خفی کو تدلیس سے الگ شمار کرنا غلط اور ناقابل حجت ہے۔ اب تدلیس الاسناد کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

مثال نمبر(۱):

امام عباس بن محمد نے فرمایا:

نا أبو عاصم عن سفيان (بن سعيد الثوري) عن عاصم عن أبي رزين عن ابن عباس في المرأة ترتد قال: تستحيا، ثم قال أبو عاصم: نا أبو حنيفة، عن عاصم بهذا فلم أكتبه وقلت: قد حدثنا به سفيان يكفينا وقال أبو عاصم يرى أن سفيان الثوري إنما دلسه عن أبي حنيفة فكتبتهما جميعا.

"ہمیں ابو عاصم نے حدیث سنائی کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مرتد ہونے والی عورت کے بارے فرماتے ہیں کہ اسے زندہ رکھا جائے گا۔ (یعنی قتل نہیں کی جائے گی) امام ابوعاصم رحمہ اللہ (ضحاک بن مخلد، ۱۲۲ھ، ۲۱۲ھ) نے فرمایا: ابوحنیفہ (نعمان بن ثابت متروک، مرجئیہ، جہمی ❷) نے عاصم کے حوالے سے

---

❶ اختصار علوم الحديث لابن كثير، مترجم: ص ٤٢.

❷ التاريخ الكبير للبخاري: ٧/ ٣٨٦، كتاب الضعفاء لأبي زرعه: ٤٩٤.

اس روایت کو نقل کیا، لیکن میں نے اسے نوٹ نہیں کیا میں نے کہا: یہ روایت سفیان کے حوالے سے ہمیں سنائی جا چکی ہے وہی ہمارے لیے کافی ہے۔ امام ابوعاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سفیان ثوری نے اس حدیث میں ابوحنیفہ (نعمان بن ثابت) سے تدلیس کی ہے لہٰذا میں نے دونوں سندیں لکھ دی ہیں۔ [1]

اس روایت میں امام سفیان ثوری کا تدلیس کرنا ثابت ہوا۔ الحمد للہ

مثال نمبر (۲):

امام عیسیٰ بن یونس نے عن الاعمش عن مجاہد عن ابن عباس کی سند سے ایک حدیث بیان کی، تو الاعمش سے کہا گیا آپ نے مجاہد سے (یہ حدیث) سنی ہے؟ تو امام اعمش رحمہ اللہ (سلیمان بن مہران، ۶۱ھ، ۱۴۸ھ) نے فرمایا: نہیں مجھ سے یہ حدیث لیث بن أبی سلیم (ضعیف، مدلس) نے بیان کی ہے۔ [2] امام اعمش ''ثقہ'' ہونے کے ساتھ مدلس ہیں جیسا کہ اس روایت میں خود اپنی تدلیس کی وضاحت کی ہے۔

مثال نمبر (۳):

امام شعبۃ بن الحجاج رحمہ اللہ (۸۲ھ، ۱۶۰ھ) نے ایک حدیث عن حماد (بن أبی سلیمان) عن ابراہیم کی سند سے بیان کی، پھر امام شعبۃ نے حماد سے پوچھا کہ آپ نے یہ حدیث ابراہیم سے سنی ہے؟ تو امام حماد بن أبی سلیمان رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰ھ) نے فرمایا: مجھ سے یہ حدیث مغیرہ (بن مقسم، ثقہ مدلس) نے بیان کی ہے۔ [3]

---

[1] سنن الدارقطني: ۳/ ۲۰۱، ح: ۳۴۲۳، إسناده صحيح الى العباس بن محمد الدوري.

[2] مسند ابن الجعد: ص ۱۲۹، إسناده صحيح الى ابن يونس.

[3] الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ۳/ ٤، إسناده صحيح.

اس روایت سے امام حماد بن أبی سلیمان کا تدلیس کرنا ثابت ہوا۔ الحمد للہ

مثال نمبر (۴):

حدثنا عبدالرحمن نا أبی (محمد بن ادریس بن المنذر أبی حاتم الرازی) نا مقاتل بن محمد نا ابوداود نا شعبة عن أبی إسحاق (عمرو بن عبداللّٰه السبیعی) عن أبی عبدالرحمن السلمی عن علی انه کان یصلی بعد الجمعة ستا . ❶

''امام ابواسحاق نے جب یہ حدیث بیان کی تو کہا گیا کہ کیا آپ نے یہ حدیث ابوعبدالرحمٰن السلمی سے سنی ہے؟ تو امام ابواسحاق رحمہ اللہ (ثقہ امام، متوفی ۱۲۷ھ) نے فرمایا: مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں نے ان سے سنی ہے یا نہیں لیکن مجھے عطاء بن السائب نے یہ حدیث ابوعبدالرحمٰن السلمی سے سنائی ہے۔''

مثال نمبر (۵):

ثقہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (۱۰۷ھ، ۱۹۸ھ) نے ایک دفعہ ''عن عمرو بن دینار ان ابن الزبیر رضی اللہ عنہ'' کی سند سے ایک حدیث بیان کی تو کہا گیا کہ کیا اے ابومحمد (یہ امام سفیان بن عیینہ کی کنیت ہے) آپ نے یہ حدیث عمرو سے سنی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھ سے راوی العلاء نے عن عمرو بن دینار بیان کی ہے پھر کہا گیا کہ کیا اے ابومحمد آپ نے یہ حدیث العلاء (عن عمرو بن دینار) سنی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھ سے العلاء عن سلم بن قتیبة (مجہول راوی) عن عمرو بن دینار کی سند سے بیان کی گئی ہے۔ ❷

اس روایت میں امام سفیان بن عیینہ نے زبردست تدلیس کی ہے یعنی سند میں اپنے

---

❶ الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: ۱/ ۱۵۹، إسناده صحیح.

❷ کتاب العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ۲/ ۲۵۷، إسناده صحیح.

سے اوپر دو راوی گرائے ہیں اور جن میں سے ایک راوی مجہول ہے بعض متاخرین محدثین امام ابن حبان وغیرہ کا کہنا کہ امام سفیان بن عیینہ صرف ''ثقہ'' سے تدلیس کرتے تھے یہ ان کی بات غلط ہے جیسا کہ اس (اوپر والی) روایت میں امام سفیان نے جو تدلیس کی ہے اس میں ایک راوی مجہول ہے اس کے علاوہ امام سفیان بن عیینہ کا مدلس، ضعیف، اور متروک راویوں سے بھی تدلیس کرنا ثابت ہے۔

بہرحال تفصیل سے وضاحت کرنے کا یہ موقع محل نہیں ہے یہ ایک مثال ہی کافی ہے پھر بھی بعض لوگ اگر امام سفیان بن عیینہ کو ''مدلس'' نہیں سمجھتے تو ان کا اس حدیث کے بارے میں کیا خیال ہے؟

أخرجة المعجم الاسماعيلي: ٣٣٦۔ اخبار مكة للفاكهي: ٢/ ١٤٩، ح ١٣٣٤۔ شرح مشكل الآثار للطحاوي: ٧/ ٢٠١، ٢٧٧١۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٤/ ٣١٦۔ كلهم من طرق حدثنا سفيان بن عيينة عن جامع بن أبي راشد عن أبي وائل قال حذيفة مرفوعا، "لا إعتكاف الا في المساجد الثلاثة ."

''آپ علیہ السلام نے فرمایا: تین مساجد کے علاوہ (کسی مسجد میں) اعتکاف نہیں ہے۔''

یہ حدیث اصول حدیث کی روشنی میں امام سفیان بن عیینہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے کسی کتاب میں سماع کی تصریح موجود نہیں ہے لیکن جو امام سفیان بن عیینہ کو مدلس نہیں سمجھتے تو ان کو ان تین مساجد کے علاوہ اعتکاف نہ بیٹھنے کا فتویٰ دینا چاہیے۔ اللہ حق بات کو تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الغرض! ان پانچ مثالوں سے امام سفیان ثوری، امام اعمش، امام حماد بن اُبی سلیمان، امام ابواسحاق اور امام سفیان بن عیینہ کا ''تدلیس فی الاسناد'' کرنا ثابت ہوا۔ الحمد للہ

نیز امام سفیان ثوری اور امام اعمش کے مدلس ہونے کی تفصیل جاننے کے لیے راقم

الحروف کی کتاب ”صلوٰۃ وتر کا مسنون طریقہ“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

تدلیس الشیوخ:

حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۲ھ) فرماتے ہیں:

تدليس الشيوخ وهو ان يروي عن شيخ حديثا سمعه منه فيسميه، أو يكنيه، أو ينسبه، أو يصعفه بما لا يعرف به كي لا يعرف. ❶

”تدلیس الشیوخ یہ ہے کہ وہ ایک شیخ سے ایسی حدیث بیان کرے جسے اس نے شیخ سے سنا ہو پھر وہ اسے ایسا نام، کنیت، نسبت یا اس کا ایسا وصف بیان کرے جس سے وہ معروف نہیں تاکہ اسے پہچانا نہ جا سکے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تدلیس الشیوخ کے بارے میں فرماتے ہیں:

فهو اتيان باسم الشيخ أو كنيته على خلاف المشهور به، تعمية لأمره وتوعيدا للوقوف على حاله. ❷

اپنے استاد کا نام یا کنیت (جو لوگوں کے درمیان) مشہور ہو، کے خلاف بیان کرنا تاکہ اس کا معاملہ خفیہ رہے اور لوگ اس کے حال پر واقف نہ ہوں۔ (کیونکہ وہ راوی ضعیف یا معمولی درجہ کا آدمی ہوتا ہے وغیرہ)

تدلیس الشیوخ کی حیثیت کے بارے میں حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
تدلیس الشیوخ کی کراہت کا تعین اس کا ارتکاب کرنے والے کے مقاصد کے مطابق ہوگا کبھی شیخ کا غیر ثقہ ہونا اس پر آمادہ کرے کہ وہ اس کا نام تبدیل کردے کبھی مروی عنہ راوی سے کم سن ہونا اس کا سبب ہوتا ہے اور کبھی یہ وجہ بھی ہوتی ہے کہ راوی مروی عنہ سے بہت

---

❶ مقدمة ابن الصلاح: ص ۳۵.
❷ اختصار علوم الحديث لابن كثير، مترجم: ص ٤٤.

زیادہ روایات بیان کرتا ہے لہٰذا اسے یہ بات پسند نہیں کہ ایک ہی مروی عنہ کا ذکر ایک ہی صورت میں بہت زیادہ مرتبہ ہوتا رہے ابوبکر خطیب بغدادی کا شمار انہی میں ہوتا ہے انہوں نے اپنی تصانیف میں اس کا بکثرت استعمال کیا ہے۔ ❶ (راقم کہتا ہے اس تعریف کے بعض حصہ میں نظر ہے)

تدلیس الشیوخ کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

مثال نمبر (۱):

راوی عطیہ بن سعد بن جنادہ العوفی (ضعیف، مدلس) اپنے استاد (ابوسعید محمد بن السائب الکلبی، کذاب راوی) سے روایت کرتے ہوئے ''عن أبي سعید'' یا ''حدثني ابوسعید'' کہہ کر روایت کرتے ہوئے یہ دھوکا دیتا تھا کہ وہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کر رہا ہے یہ بہت بڑا فراڈ ہے یاد رہے کہ عطیہ بن سعد العوفی اگر عن أبي سعید کے ساتھ الخدری کی صراحت بھی کر دے تو اس سے الکلبی کذاب ہی مراد ہے۔ ❷

مثال نمبر (۲):

امام اسحاق بن راہویہ نے بقیۃ بن الولید سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ بقیۃ بن الولید نے کہا: ''قال حدثني أبو وهب الاسدی'' ابووہب الاسدی سے مراد عبیداللہ بن عمرو ہے۔ ❸ راوی بقیۃ بن الولید نے ایسا کیوں کیا اس کی وضاحت آگے ''تدلیس تسویہ'' میں آئے گی۔

---

❶ مقدمة ابن الصلاح: ص ۳۵، ۳٦.

❷ كتاب المجروحين لابن حبان: ۲/ ۱٦۷، ۱٦۸.

❸ كتاب العلل الحديث لابن أبي حاتم: ۲/ ٤٤۰، ٤٤۱، ح: ۱۹۵۷، و الكفاية للخطيب: ص ۳۱٦.

تدلیس التسویہ:

تدلیس تسویہ یہ ہے کہ مدلس ایک ایسے ضعیف یا متروک راوی سے روایت کرے جو دو ثقہ راویوں کے درمیان ہو پھر یہ مدلس ضعیف راوی کو ساقط کر دے اور دو ثقہ راویوں کے درمیان ایسی عبارت لائے جو سند کے متصل ہونے کا تاثر دے۔

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۳۹۲ھ، ۴۶۳ھ) نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"وربما لم يسقط المدلس اسم شيخه الذى حدثه لكنه يسقط ممن بعده فى الاسناد رجلا يكون ضعيفا فى الرواية او صغير السن ويحسن الحديث بذلك"

اور کبھی مدلس اپنے شیخ کی بجائے اس کے بعد والے ضعیف شخص یا کم عمر راوی کو ساقط کر دیتا ہے تاکہ اس سے حدیث بہتر معلوم ہو۔ [1]

حافظ عراقی رحمہ اللہ (۷۲۵ھ، ۸۰۶ھ) تدلیس تسویہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وصورة هذا القسم من التدليس ان يجى المدلس الى حديث سمعه من شيخ ثقه، و قد سمعه ذلك الشيخ الثقة من شيخ ضعف و ذلك الشيخ الضعيف يرويه عن شيخ ثقه فيعمل المدلس الذى سمع الحديث من الثقة الاول فيسقط منه شيخ شيخه الضعف ويجعله من رواية شيخه الثقة عن الثقة الثانى بلفظ معتمل كالعنعة ونحوها فيصير الاسناد كله ثقات ويصرح هو بالاتصال بينه وبين شيخه، لانه قد سمعه منه. [2]

[1] الكفاية للخطيب: ص ۳۱٦.

[2] التقييد والايضاح: ص ۹۵، ۹٦ المكتبة الشاملة.

''تدلیس کی اس قسم کی صورت یہ ہے کہ مدلس ایک حدیث پیش کرتا ہے جیسے اس نے ایک ثقہ شیخ سے سنا ہوتا ہے، اس ثقہ شیخ نے ایک ضعیف شیخ سے اس کا سماع کیا ہوتا ہے اور وہ ضعیف شیخ ایک ثقہ شیخ سے روایت کرتا ہے مدلس یہ کرتا ہے کہ وہ ضعیف شیخ کو ساقط کر کے ''عن'' فلاں جیسے الفاظ استعمال کر کے ثقہ کی ثقہ سے روایت کا اسلوب اختیار کرتا ہے اس طرح پوری سند ثقات پر مشتمل نظر آتی ہے نیز اپنے اور شیخ کے درمیان اتصال کی تصریح کرتا ہے کیونکہ اسے سماع حاصل ہوتا ہے۔''

تدلیس تسویہ کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

مثال نمبر (۱)

اس کی مثال یہ حدیث جس کو امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (۱۶۱ھ، ۲۳۸ھ) نے ''عن بقية قال حدثني أبو وهب الاسدى قال: حدثنا نافع عن ابن عمر قال: ''لاتحمدوا إسلام امرئ حتى تعرفوا عقدة رأية'' کی سند سے روایت کیا ہے۔ ''تم کسی شخص کے اسلام کی اس وقت تک تعریف نہ کرو جب تک اس کی رائے کی قوت نہ معلوم کرلو۔''

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ابن أبی حاتم رحمہ اللہ (ابو محمد عبدالرحمن بن محمد بن ادریس بن المنذر (۲۴۰ھ، ۳۲۷ھ) فرماتے ہیں:

قال أبي: هذا الحديث له علّة قل من يفهمها، روى هذا الحديث عبيد الله بن عمرو عن إسحاق (بن عبدالله) بن أبي فروة عن نافع عن ابن عمر، عن النبى، وعبيدالله بن عمرو كنيته أبو وهب وهو أسدي فكأنّ بقيّة بن الوليد كنّى عبيدالله بن عمرو ونسبه إلى بنى أسد لكيلا يفطن به، حتى إذا ترك

إسحاق بن أبی فروة من الوسط لا يهتدى له، وكان بقيّة من أفعل الناس لهذا.

میرے والد (امام ابو حاتم رحمہ اللہ (۱۹۵ھ، ۲۷۷ھ) نے فرمایا کہ اس حدیث میں ایسی علت موجود ہے جسے کم لوگ ہی سمجھ سکیں گے اس حدیث کو عبیداللہ بن عمرو نے اسحاق (بن عبداللہ) بن اَبی فروہ (متروک الحدیث راوی) سے اور انہوں نے نافع سے اور نافع نے بواسطہ ابن عمر عن النبی علیہ السلام سے روایت کی ہے، عبیداللہ بن عمرو کی کنیت ابو وہب ہے اور وہ اسدی ہے پھر ایسا ہوا کہ بقیہ بن الولید نے عبیداللہ بن عمرو کی کنیت سے ان کا ذکر کیا اور بنو اسد کی طرف منسوب کیا تاکہ معلوم نہ ہو سکے حتیٰ کہ اسحاق بن اَبی ضروہ (متروک راوی) کو درمیان سے ساقط کر دیا تاکہ اس (متروک راوی) کا پتہ نہ چل سکے اور ایسا کرنے پر بقیہ بن الولید تمام لوگوں سے زیادہ قدرت رکھتا تھا۔ ❶

امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ (۱۱۸ھ، ۱۸۱ھ) نے فرمایا:

"نعم الرجل بقية لولآ انه يكنى الاسامي ويسمى الكنى كان دهرًا يحدثنا عن أبي سعيد الوحاظيّ فنظرنا فاذا هو عبدالقدوس." ❷

بقیہ بن الولید (۱۹۷ھ) اچھا آدمی تھا اگر وہ ناموں کو کنیت سے اور کنیت کو ناموں سے بیان نہ کرتا (بقیہ بن ولید ایسا راویوں کا عیب چھپانے کے لیے کرتا اور نام کو کنیت سے اور کنیت کو نام سے بدل دیتا تاکہ لوگوں کو پہچان نہ ہو سکے) ایک مدت تک ہم سے ابو سعید الوحاظی سے حدیث بیان کرتا تھا جب ہم نے غور کیا (کہ ابو سعید الوحاظی کون شخص ہے) تو معلوم ہوا کہ وہ عبدالقدوس

---

❶ علل الحديث لابن أبي حاتم: ٢/ ٤٤٠، ٤٤١، ح: ١٩٥٧.

❷ صحيح مسلم، مترجم: ١/ ٥٣.

(کذاب راوی) ہے۔"

ان مثالوں سے بقیہ بن الولید کا تدلیس تسویہ کرنا ثابت ہوا۔ الحمد للہ

مثال نمبر (۲):

امام ولید بن مسلم رحمہ اللہ (۱۱۹ھ، ۱۹۵ھ) تدلیس تسویہ کرتے تھے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"الوليد بن مسلم يرسل، يروي عن الأوزاعي أحاديث الأوزاعي عن شيوخ ضعفاء عن شيوخ أدركهم الأوزاعي مثل: نافع وعطاء والزهري فيسقط أسماء الضعفاء ويجعلها عن الأوزاعي عن عطاء يعني مثل عبدالله ابن عامر الأسلمي وإسماعيل بن مسلم." ❶

"ولید بن مسلم مرسل روایتیں بیان کرتے تھے، وہ اوزاعی سے ان کی حدیثیں بیان کرتے جو انہوں نے ضعیف استادوں سے بیان کی تھیں انہوں نے ان استادوں سے بیان کی تھیں جنہیں اوزاعی نے پایا یعنی دیکھا۔ مثلاً نافع، عطاء (بن أبي رباح) اور زہری پھر وہ ضعیف راویوں کے نام گرا دیتے اور ان روایتوں کو عن اوزاعی عن عطاء بیان کر دیتے، یعنی عبداللہ بن عامر الاسلمی اور اسماعیل بن مسلم جیسے (ضعیف راویوں کو وہ سند سے گراتے تھے)۔"

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"الوليد بن مسلم القرشي مولاهم أبوالعباس الدمشقي ثقة لكنه كثير التدليس والتسوية." ❷

❶ الضعفاء والمتروكين للدارقطني: ص ٤١٥.

❷ تقريب التهذيب لابن حجر، ص: ٣٧١.

''ولید بن مسلم ثقہ ہیں لیکن تدلیس تسویہ کا بکثرت ارتکاب کرتے تھے۔''

تدلیس تسویہ کرنے والے راوی کی روایت اس وقت قابل حجت ہوتی ہے جب راوی اپنی روایت میں سماع یا تسلسل کی تصریح کریں یعنی اس راوی سے لے کر آخری راوی تک "حدثنا، سمعت، أخبرنا" وغیرہ الفاظ کے ساتھ صراحت ہو۔

مدلس اور مرسل خفی:

متقدمین محدثین ومتاخرین محدثین کے ہاں تدلیس اور مرسل خفی دونوں ایک ہی چیز ہیں لیکن بعض الناس مرسل خفی کو تدلیس میں شمار نہیں کرتے ان کی یہ بات متقدمین محدثین و متاخرین متقدمین کے مقابلے میں غلط ہے مثال کے طور پر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والفرق بين المدلس والمرسل الخفي دقيق يحصل تحريره بما ذكر ههنا وهو ان التدليس يختص بمن روى عمن عرف لقائه اياه فاما ان عاصره ولم يعرف انه لقيه فهو المرسل الخفي ومن ادخل في تعريف التدليس المعاصرة ولو بغير اللقاء لزمه دخول المرسل الخفي في تعريفه والصواب التفرقة بينهما ويدل على ان اعتبار اللقى في التدليس دون المعاصرة وحدها لا بدمنه اطباق اهل العلم بالحديث. [1]

کہ مدلس اور مرسل خفی میں دقیق فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ تدلیس مختص ہے اس راوی سے جو اس شخص سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف ہو، اگر وہ معاصر ہوں لیکن ان کی ملاقات معروف نہ ہو تو وہ مرسل خفی ہوگی جس نے تدلیس کی تعریف میں معاصرت کو شامل کیا خواہ ان کی ملاقات ثابت نہ ہو

[1] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۲۰۱.

تو اس نے مرسل خفی کو تدلیس کی تعریف میں داخل کیا، صحیح بات یہ ہے کہ دونوں کے درمیان فرق ہے اور یہ فصاحت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ تدلیس میں معاصرت کی بجائے صرف ملاقات شرط ہے۔ علماء حدیث کا اس پر اتفاق ہے۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس کے بعد جو مثالیں دی ہیں فی الحال ان کا جواب دینے کا یہ موقع محل نہیں پھر کسی وقت اس کا جواب ان شاء اللہ دیا جائے گا۔ بہر حال متاخرین محدثین اور متقدمین محدثین کے نزدیک مرسل خفی، تدلیس ہی ہے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حافظ ابن الصلاح (۵۷۷ھ، ۶۴۳ھ):

حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تدليس الاسناد وهو أن يروى عمن لقيه ما لم يسمعه منه موهما أنه سمعه منه، أو عمن عاصره ولم يلقه موهما أنه قد لقيه وسمعه منه." [1]

"تدلیس الاسناد یہ ہے کہ وہ ایسے شخص سے، جس کو وہ ملا ہو لیکن اس سے کچھ سنا نہ ہو یا تاثر دیتے ہوئے روایت کرے کہ گویا یہ حدیث اس سے سنی ہے، یا وہ اس شخص کا معاصر ہو لیکن ان کی ملاقات نہ ثابت ہو، یہ تاثر دے کر وہ اس سے ملا ہے اور اس سے سماع کیا ہے۔"

۲۔ حافظ ابن کثیر (۷۰۰ھ، ۷۷۴ھ):

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: راوی اس سے جس سے اس کی ملاقات ہوئی ہے، ایسی روایت بیان کرے جو راوی نے اس سے نہیں سنی۔ یا اپنے معاصر جس سے اس کی ملاقات نہیں ہے (ایسی روایت بیان کرے جو اس نے اس سے نہیں سنی) یہ وہم ڈالتے

[1] مقدمة ابن الصلاح: ص ٣٤.

ہوئے کہ اس نے یہ روایت اپنے معاصر سے سنی ہے۔ ❶

۳۔ امام نووی (۶۳۱ھ، ۶۷۶ھ):

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"تدليس الإسناد بأن يروى عمن عاصره ما لم يسمعه منه موهما سماعه." ❷

''تدلیس الاسناد یہ ہے کہ وہ اس شخص سے جو اس کا معاصر ہے لیکن اس سے احادیث نہیں سنیں، اس تاثر کے ساتھ روایت کرے گویا اس نے اس شخص سے حدیث سنی ہیں۔''

۴۔ حافظ محمد بن احمد الذہبی (۶۷۳ھ، ۷۴۸ھ):

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"المدلس: ما رواه الرجل عن آخر ولم يسمعه منه أو لم يدركه." ❸

''تدلیس کرنے والا، اس شخص سے روایت کرے، جس سے اس نے نہ سنا ہو، اور نہ ملاقات ہو۔''

مزید امام ذہبی ایک راوی کے متعلق فرماتے ہیں:

"ثقة في نفسه إلا أنه يدلس عمن لحقهم وعمن لم يلحقهم." ❹

یہ راوی فی نفسہ ثقہ ہے مگر ان سے جن سے اس کی ملاقات ہے، اور جن سے ملاقات

---

❶ اختصار علوم الحديث لابن كثير، مترجم: ص ٤٢ .

❷ التقريب للنوى: مترجم، ص ١١١ . ❸ الموقظة للذهبى: ص ٤٧ .

❹ ميزان الاعتدال للذهبى: ٢/ ٤٢٦ .

نہیں ان سے تدلیس کرتا ہے۔

ایک اور جگہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لم یسمع هشيم من يزيد بن أبی زياد ولا من الحسن بن عبيدالله ولا من أبي خالد ولا من سيار ولا من موسى الجهني ولا من علی بن زيد بن جدعان ، ثم سمی جماعة كثيرة يعني فروائيه عنهم مدلسه .“❶

”ہشیم نے نہیں سنا، یزید بن أبي زیاد سے، اور نہ حسن بن عبیداللہ سے، اور نہ أبي خالد سے اور نہ سیار سے اور نہ موسیٰ الجہنی سے، اور نہ علی بن زید بن جدعان سے، پھر اس نے راویوں کی ایک کثیر جماعت کا نام لیا یعنی ان سب راویوں سے روایت کرتا ہے پھر ان سے تدلیس کرتا ہے۔“

۵۔ حافظ ابن ملقن (متوفی: ۸۰۴ھ):

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”تدليس الإسناد بأن يروى عمن لقيه أو عاصره ما لم يسمعه منه موهما سماعه .“❷

”تدلیس الاسناد یہ ہے کہ وہ ایسے شخص سے جس کو وہ ملا ہے یا اس شخص کا معاصر ہے لیکن اس سے احادیث نہیں سنیں، اس تاثر کے ساتھ روایت کرے گویا اس نے اس شخص سے احادیث سنی ہیں۔“

۶۔ حافظ خطیب البغدادی (۳۹۲ھ،۴۶۳ھ):

حافظ أبي بکر احمد بن علی بن ثابت المعروف خطیب البغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

❶ اعلام النبلاء للذهبی: ۸/ ۲۸۹ .

❷ المقنع لابن ملقن: ۱/ ۱۵٤ ، المكتبة الشاملة .

والمدلس رواية المحدث عمن عاصره ولم يلقه فتيوهم أنه سمع منه ، أو روايته عمن قد لقيه ما لم يسمعه منه ، هذا هو التدليس في الإسناد . "❶

''اور مدلس راوی ایسے شخص سے جو اس کا معاصر تو ہے لیکن اس سے ملاقات نہیں ہے اور وہم ڈالتے ہوئے یہ تاثر دے کہ اس نے یہ روایت اپنے معاصر سے سنی ہے، یا وہ ایسے شخص سے روایت کرے جس کو وہ ملا ہے لیکن اس سے کچھ سنا نہ ہو، یہ تدلیس فی الاسناد ہے۔''

۷۔ امام حاکم (۳۲۱ھ، ۴۰۵ھ):

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والجنس السادس من التدليس قوم رووا عن شيوخ لم يروهم قط ولم يسمعوا منهم ، إنما قالوا قال فلان فحمل ذلك عنهم على السماع وليس عندهم عنهم سماع عالٍ ولا نازل . "❷

''تدلیس کی چھٹی قسم یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے شیوخ سے روایت کرتے ہیں جن کو نہ انہوں نے دیکھا ہے اور نہ ان سے کچھ سنا ہے، ان کے بیان کرنے کا انداز یہ ہے کہ فلاں نے یہ بیان کیا ہے، اس کو سماع پر محمول کر لیا جاتا ہے حالانکہ وہاں کوئی سماع نہ علو میں ہوتا ہے نہ نزول میں۔''

۸۔ امام دارقطنی (۳۰۶ھ، ۳۸۵ھ):

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

❶ الكفاية للخطيب: ص ٢٥ .

❷ معرفة علوم الحديث للحاكم ، مترجم: ص ١٩٠ ، دوسرا نسخه: ص ١٠٩ .

"والحجاج (بن أرطاة) فرجل مشهور بالتدليس وبأنه يحدث عمن لم يلقه ولم يسمع منه." ❶

''اور حجاج راوی تدلیس میں مشہور ہے اور ایسے راویوں سے حدیث روایت کرتا ہے جن سے ملاقات نہیں ہے اور نہ ان سے کچھ سنا ہے۔''

ایک اور جگہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"لأن ابن جريج لم يسمع من المطلب شيئا [ويقال: كان يدلسه]." ❷

''ابن جریج نے راوی مطلب (بن عبداللہ حطب) سے کچھ نہیں سنا [اور کہا گیا ہے کہ اس نے ان سے تدلیس کی ہے]۔''

۹۔ امام ابن حبان (۲۷۴ھ،۳۵۴ھ):

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا:

"ومنهم المدلس عمن لم يره، كالحجاج بن أرطاة وذويه، كانو يحدثون عمن لم يروه ويدلسون حتى لا يعلم ذلك منهم." ❸

اور حجاج بن ارطاۃ جن لوگوں کو دیکھا نہیں، ان سے تدلیس کرتا ہے جن لوگوں کو نہیں دیکھا، پھر ان سے حدیث روایت کرتا ہے اور ان سے تدلیس کرتا ہے، حتیٰ کہ ان لوگوں کو وہ (حجاج بن ارطاۃ) نہیں جانتا۔''

ایک اور جگہ امام ابن حبان راوی یحییٰ بن اَبی کثیر کا ثقہ راویوں میں ذکر کرنے کے بعد

❶ السنن الكبرى للبيهقي: ٨/ ٧٥، إسناده حسن.

❷ العلل للدارقطني: ١٢/ ١٧١، ح ٢٥٨٣.

❸ كتاب المجروحين لابن حبان: ١/ ٧٧.

فرماتے ہیں:

"كان يدلس، فكلما روى أنس فقد دلس عنه، ولم يسمع من أنس ولا من صحابي شيئا."❶

"وہ تدلیس کرتا ہے پس وہ تمام روایات جو انس سے بیان کرتا ہے، تحقیق اس میں ان سے تدلیس کرتا ہے اور اس نے اس سے نہیں سنا اور نہ کسی صحابی سے کچھ سنا ہے۔"

تنبیہ:...... امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام ابو حاتم ان تینوں نے فرمایا: یحییٰ بن أبي کثیر نے انس رضی اللہ عنہ بن مالک کو دیکھا ہے اور امام ابو حاتم نے مزید یہ فرمایا: یحییٰ بن أبي کثیر نے انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے نہیں سنا۔❷

۱۰۔ امام ابن عدی (۲۷۷ھ، ۳۶۵ھ):

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"هشيم لم يسمع حديث أبى بشر ...... إنما دلسه."❸

"ہشیم نے راوی أبي بشر سے حدیث نہیں سنی، انہوں نے ان سے تدلیس کی ہے۔"

۱۱۔ طحاوی (۲۳۷ھ، ۳۲۱ھ):

طحاوی نے فرمایا:

"فلم يسمعه الزهري من عروة (بن زبير) انما دلس به."❹

"امام زہری (محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری) نے امام عروہ (بن

---

❶ كتاب الثقات لابن حبان: ۷/ ۵۹۲ شاملة.

❷ كتاب المراسيل لابن أبي حاتم: ص ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۴ إسناده صحيح.

❸ الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى: ۸/ ۴۵۳.

❹ شرح معانى الآثار للطحاوى، مترجم: ۱/ ۱۴۸.

زبیر) سے نہیں سنا، انہوں نے اس میں تدلیس کی ہے۔" ❶

امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے فرمایا:

"الزهري لا يثبت له السماع من عروة بن الزبير ." ❷

"امام زہری کا عروہ بن زبیر سے سماع ثابت نہیں ہے۔"

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بلاشبہ امام ہشیم کا شمار بڑے بڑے قابل اعتماد حفاظ حدیث میں ہوتا ہے مگر یہ تدلیس کرنے کے بہت عادی تھے ایک ایسی جماعت سے احادیث بیان کرتے تھے جن سے ان کو سماع حاصل نہیں ہے۔ ❸

۱۲۔ امام یعقوب بن سفیان (متوفی: ۲۷۷ھ):

امام یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ ایک حدیث سالم بن اَبی الجعد عن ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ولم يسمع سالم (بن أبي الجعد) من ثوبان إنما هو تدليس ." ❹

"اور سالم (ثقہ امام) نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، انہوں نے اس میں تدلیس کی ہے۔"

مزید امام یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"وقد روى سعيد بن أبي عروبة عن عبيدالله بن عمر وعن هشام بن عروه وعن أبي بشر ، ولم يسمع منهم ، إنما دلس

---

❶ كتاب المراسيل لابن أبى حاتم: ص ١٩٢ .

❷ كتاب المراسيل لابن أبى حاتم: ص ١٩٢ .

❸ تذكرة الحفاظ للذهبى ، مترجم : ١/ ٢٠٢ ، ٢٠٣ .

❹ المعرفة والتاريخ الفسوى: ٣/ ٢٧٣ .

عنهم .“ ❶

”اور امام سعید بن أبی عروبہ راوی عبیداللہ بن عمر اور ہشام بن عروہ اور أبی بشر سے روایت کرتا ہے اور اس (سعید) نے ان سب سے نہیں سنا، اس نے انہوں (عبیداللہ، ہشام، أبی بشر) سے تدلیس کی ہے۔“

۱۳۔ امام ابوزرعہ رازی (متوفی: ۲۶۴ھ):

امام ابن أبی حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد (ابوحاتم رازی) اور امام ابوزرعہ سے ایک حدیث ”عن حمید عن انس رضی اللہ عنہ“ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: یہ روایت صحیح ”عن حمید عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ ہے“ اس کے بعد انہوں نے فرمایا:

”ولكن قصروا، وكان حميد كثيرًا ما يرسل .“ ❷

۱۴۔ امام ابوحاتم رازی (۱۹۵ھ، ۲۷۷ھ):

امام ابوحاتم رحمہ اللہ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”أنـه دلـس له هذا الإسناد، لأنّ ابن لهيعة لم يسمع من سعد ابن سعيد .“ ❸

”بے شک اس (ابن لھیعہ) نے اس سند میں تدلیس کی ہے، ابن الھیعہ نے سعد ابن سعید سے نہیں سنا۔“

مزید امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”الزهرى لم يسمع من عروة هذا الحديث، فلعله دلسه .“ ❹

”زہری نے عروہ سے یہ حدیث نہیں سنی اس میں تدلیس کی ہے۔“

❶ المعرفة التاريخ الفسوى : ٢/ ٧٥ .
❷ علل الحديث لابن أبى حاتم: ٢/ ٤٩٩، ٥٠٠، ح: ٢٠٧١ .
❸ علل الحديث لابن أبى حاتم: ٢/ ٣٦، ح: ١١٠٤ .
❹ علل الحديث لابن أبى حاتم: ١/ ٦٧٠، ح ٩٦٩ .

۱۵۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر کوفی (متوفی: ۲۳۴ھ):

امام محمد بن عبداللہ بن نمیر رحمہ اللہ نے فرمایا:

"أبو جناب يحي بن أبي حية صدوق، وكان صاحب تدليس أفسد حديثه بالتدليس، كان يحدث بما لم يسمع." ❶

''ابو جناب یحییٰ بن اَبی حیۃ راوی سچا ہے اور یہ صاحب تدلیس تھا، اس کی حدیث میں فساد تدلیس کرنا ہے، ان سے حدیث روایت کرتا ہے جن سے اس نے نہیں سنا۔ (اس راوی کو جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے)''

۱۶۔ امام احمد بن عبداللہ العجلی (۱۸۲ھ، ۲۶۱ھ):

امام احمد بن عبداللہ العجلی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"حجاج بن أرطاة النخعي، جائز الحديث...... كان يرسل عن يحي بن أبي كثير، ولم يسمع منه شيئا، ويرسل عن مجاهد ولم يسمع منه شيئا، ويرسل عن مكحول ولم يسمع منه شيئا، و يرسل عن الزهري ولم يسمع منه شيئا، فإنما يعيب الناس منه التدليس." ❷

''حجاج بن ارطاۃ النخعی جائز الحدیث ہے وہ یحییٰ بن اَبی کثیر سے ارسال (تدلیس) کرتے ہیں اس نے ان سے کچھ نہیں سنا، وہ مجاہد سے ارسال (تدلیس) کرتے ہیں اُس نے اُن سے کچھ نہیں سنا، وہ مکحول سے ارسال (تدلیس) کرتے ہیں اس نے ان سے کچھ نہیں سنا، وہ الزہری سے ارسال (تدلیس) کرتے ہیں اس نے ان سے کچھ نہیں سنا، پس لوگوں (محدثین) نے

---

❶ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۱/ ۲۶۶، إسناده صحيح.

❷ تاريخ الثقات للعجلي: ص ۱۰۷، ت۲۵۱.

ان راویوں سے تدلیس کرنے میں ان پر عیب لگایا ہے۔"

۱۷۔ امام المحدثین امام بخاری (۱۹۴ھ، ۲۵۶ھ):

امام المحدثین امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"الحسن عن سمرة (بن جندب) ما لم يذكر فيه خبرًا، فهو المرسل (مدلس)"❶

"حسن نے "عن" سمرہ روایت کی ہے اس میں انہوں نے اپنی خبر (سماع) کا ذکر نہیں کیا، پس یہ مرسل (تدلیس) ہے (یعنی حسن بصری نے سمرہ بن جندب سے سننے کی صراحت نہیں کی سوائے عقیقہ کی حدیث میں)"❷

راقم کے استاد محترم محدث العصر شیخ الحدیث حافظ زبیر رحمہ اللہ علی زئی نے امام بخاری کی اس عبارت سے امام حسن بصری رحمہ اللہ کا "مدلس" ہونا ثابت کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مرسل (خفی) اور تدلیس دونوں ایک چیز ہیں۔ الحمد للہ

۱۸۔ امام احمد بن محمد بن حنبل (۱۶۴ھ، ۲۴۱ھ):

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی سند سے امام زہری (مدلس ثقہ) سے ایک روایت بیان کی کہ امام زہری رحمہ اللہ (۵۰ھ، ۱۲۴ھ) نے فرمایا: "قال ابن عمر كذا وكذا" جب امام زہری سے پوچھا گیا کہ کیا اس روایت کی خبر آپ کو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے دی ہے؟ تو امام زہری نے فرمایا: ان کے بیٹے سالم نے (اپنے والد ابن عمر سے) بیان کی ہے۔❸ (زہری نے اس روایت میں تدلیس کی)

امام زہری عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (متوفی ۷۴ھ) کے معاصر ہیں ان کو صرف دیکھا ہے لیکن ان سے احادیث سننا ثابت نہیں ہے جیسا کہ محدثین نے فرمایا ہے۔

---

❶ التاريخ الأوسط للبخاري: ٢/ ١٨٠ . ❷ صحيح بخاري : ٥٤٧٢ .

❸ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ١/ ٢٩٤ ، ح:٤٧٦ ، إسناده صحيح

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا امام زہری رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے (احادیث) سنی ہیں؟ تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''نہیں'' اسی طرح امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے فرمایا: امام زہری کا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع صحیح ثابت نہیں ہے، ان کو دیکھا ہے اوران سے سنا نہیں ہے۔ [1] امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ کیا امام زہری نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہیں؟ امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۱۵۸ھ، ۲۳۳ھ) نے فرمایا: ''نہیں۔'' [2]

حدثنا هشيم عن الأعمش عن أبى وائل عن عبدالله قال: كنالا نتوضا من الموطى . [3] امام احمد بن حنبل نے اس روایت کونقل کرنے کے بعد فرمایا:
هذا لم يسمعه هشيم من الأعمش ولا الأعمش سمعه من أبي وائل ،
اس روایت میں ہشیم نے اعمش سے نہیں سنا اور نہ ہی اعمش کا اَبی وائل سے سماع ہے۔ [4]

امام احمد بن حنبل نے مزید فرمایا:

"لم يسمع هشيم من عاصم بن كليب ، ولا من يزيد بن أبى زياد ولا من موسى الجهنى ، ولا من محمد بن حجادة ، ولا من أبى خلدة ، ولا من سيار ، ولا من على بن زيد ، ولا من الحسن ابن عبيدالله شيئا ، وقد حدث عنهم ." [5]

''امام ہشیم نے نہ عاصم بن کلیب سے اور نہ یزید بن اَبی زیاد سے، اور نہ موسیٰ الجہنی سے اور نہ محمد بن حجادۃ سے، اور نہ اَبی خلدۃ سے اور نہ سیار سے، اور نہ علی

---

[1] كتاب المرسيل لابن أبى حاتم: ص ۱۹۰ ، ۱۹۲ ، إسناده صحيح .
[2] سوالات ابن الجنيد ليحيى بن معين ، ص ٤٨ .
[3] سنن أبى داود: (٢٠٤)۔ وسنن ابن ماجة: (١٠٤١) .
[4] العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ٢/ ٢٥٢ .
[5] كتاب المراسيل ، لابن أبى حاتم: ص ٢٣١ إسناده صحيح .

بن زید سے، اور نہ حسن بن عبیداللہ سے، کچھ سنا ہے (یعنی ان سب راویوں سے کچھ نہیں سنا) اور تحقیق ان سب سے روایت کرتا ہے۔"

امام صلاح الدین أبی سعید بن خلیل العلائی رحمہ اللہ (۶۹۴ھ، ۷۶۱ھ) نے امام احمد بن حنبل کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا: "وذكر له أحاديث أخر كثيرة مما دلسها يطول بها لكلام ."❶

۱۹۔ امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین (۱۵۸ھ، ۲۳۳ھ):

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:

"لم يلق يحيى بن أبي كثير ، زيد بن سلام وقدم معاوية بن سلام عليهم ، فلم يسمع يحي بن أبي كثير ، أخذ كتابه عن أخيه ولم يسمعه ، فدلسه عنه ."❷

"امام یحییٰ بن أبی کثیر نے زید بن سلام سے ملاقات نہیں کی۔ معاویہ بن سلام ان کے پاس آئے، یحییٰ بن أبی کثیر نے (زید بن سلام سے) نہیں سنا، اس کی کتاب اس کے بھائی سے لے لی اور اس سے کچھ نہیں سنا پھر اس سے تدلیس کی۔"

امام یحییٰ بن معین نے هشيم عن أبى اسحاق عن أبى قيس عن هزيل قال: قال عبدالله ، ما أبالي ذكري مست أو أنفي" ❸ کی سند سے روایت نقل کی ہے، پھر امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ہشیم نے ابواسحاق السبیعی اور ابو اسحاق جو کہا گیا ہے کہ ابواسحاق الکوفی ہے، ان دونوں سے ملاقات نہیں کی، اس (ھشیم) نے ان سے

❶ جامع التحصيل العلائی: ص ۲۹٤۔ وتحفة التحصيل العراقي: ص ۳۳۳ .
❷ تاريخ يحي بن معين: ۲/ ۱٦۳ ، ت ۳۹۸۳ .
❸ مصنف ابن أبي شيبة ، مترجم: ۱/ ۳۲٦ ، وسنن الدارقطنی ، مترجم: ۱/ ٥۷٤۔ ومصنف عبدالرزاق: ۱/ ۱۱۷ ، ۱۱۸ .

تدلیس کی ہے۔ ❶

مزید امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "دلس هشيم عن زاذان أبي منصور ولم يسمع منه ، ھشیم نے راوی زاذان اَبی منصور سے تدلیس کی ہے اور انہوں نے اس سے کچھ نہیں سنا۔ ❷ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے بھی فرمایا: "لم يسمع هشيم من زاذان" امام ھشیم نے راوی زاذان سے نہیں سنا۔ ❸

ان سارے دلائل سے یہ ثابت ہوا کہ متقدمین محدثین ومتاخرین محدثین کے ہاں مرسل خفی تدلیس ہے۔ الحمد للہ، اب طوالت کے خوف کی وجہ سے باقی محدثین کے صرف نام اور حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۲۰۔ امام خلف بن سالم البغدادی (متوفی: ۲۳۱ھ):

(معرفة علوم الحديث للحاكم: ص ۱۰۸) (بشرطیکہ یہ قول صحیح ثابت ہو)۔

۲۱۔ امام عباس بن عبدالعظیم البغدادی (متوفی: ۲۴۰ھ):

(سوالات الآجري: ٤٦٢) یہ کتاب امام ابوداود کی طرف منسوب ہے۔

۲۲۔ امام ابراہیم بن عبداللہ بن حاتم (متوفی: ۲۴۴ھ):

(كتاب المراسيل لابن أبي حاتم: ص ۲۳۲)

۲۳۔ امام اَبوداود (۲۰۲ھ، ۲۷۵ھ):

(سوالات الاجري: ٤٦٢ ، و رسالة أبي داود: ص ۳۰)

۲۴۔ امام احمد بن اسماعیل (متوفی: ۳۳۸ھ):

(ناسخ والمنسوخ: ۱/ ۵۵۷، رقم: ۱۰۸)

---

❶ تاريخ يحيي بن معين: ۲/ ۲۸۹، ۲۹۰، ت ٤٨٦١ .

❷ تاريخ يحيي بن معين: ۲/ ۲۹۳، ت ٤٨٨١ .

❸ كتاب المراسيل لابن أبي حاتم: ص ۲۳۱ .

۲۵۔ امام خلیل بن عبداللہ خلیلی (متوفی: ۴۴۶ھ):

(الارشاد: ۱/ ۳۴۹)

۲۶۔ امام احمد بن حسین البیہقی (۳۸۴ھ، ۴۵۸ھ):

(السنن الکبری للبیھقی: ۸/ ۷۵) ۔ امام دارقطنی کے قول پر امام بیہقی نے خاموش تائید کی ہے۔

۲۷۔ امام علی بن عبداللہ التبریزی (متوفی: ۷۴۶ھ)

(الکافی فی علوم الحدیث، ص: ۳۸۴)

۲۸۔ امام صلاح الدین أبی سعید بن خلیل (۶۹۴ھ، ۷۶۱ھ):

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۹۷، ۱۱۲)

۲۹۔ حافظ عراقی (متوفی: ۸۰۶ھ)

(شرح التبصر والتذکرۃ: ۱/ ۲۰۱)

۳۰۔ امام أبو البقاء محمد بن احمد بن عبدالعزیز (متوفی: ۹۷۲ھ):

(شرح الکوکب المنیر: ۲/ ۴۴۶)

۳۱۔ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (۸۴۹ھ، ۹۱۱ھ):

(تدریب الراوی: ۱/ ۱۱۸)

۳۲۔ امام محمد بن ابراہیم بن جماعۃ (متوفی: ۷۳۳ھ):

(المنھل الراوی، ص: ۷۲)

۳۳۔ ملا علی قاری (۹۳۰ھ، ۱۰۱۴ھ):

(شرح النخبۃ الفکر، ص: ۴۱۶)

۳۴۔ امام یعقوب بن شیبۃ بن صلت البصری (متوفی: ۲۶۲ھ):

امام یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

"فأما من دلس عن غير ثقة وعمن لم يسمع هو منه فقد جاوز حد التدليس الذي رخص فيه من رخص من العلماء." ❶

"پس جو شخص غیر ثقہ سے تدلیس کرے اور اس سے جس سے اس نے اسے نہیں سنا تو اس شخص نے تدلیس کی حد سے تجاوز کر لیا، جس کے بارے میں علما نے اجازت دی تھی۔"

ثقہ راویانِ حدیث تدلیس کیوں کرتے تھے؟

اس کی بعض وجوہات ہیں مثلاً:

١۔ تاکہ سند عالی اور مختصر ترین ہو۔

٢۔ جس راوی کو سند سے حذف کیا گیا ہے وہ تدلیس کرنے والے کے نزدیک ثقہ ہے۔

٣۔ جس راوی کو سند سے حذف کیا گیا ہے وہ تدلیس کرنے والے اور محدثین کے نزدیک غیر ثقہ ہے۔

٤۔ تدلیس کرنے والا اس عمل کو جائز سمجھتا ہو۔

٥۔ تدلیس کرنے والے نے جس راوی کو سند سے حذف کیا ہے، وہ سخت مجروح ہے۔

٦۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (١١٨ھ، ١٨١ھ) فرماتے ہیں:

"قلت لهشيم: لم تدليس وانت كثير الحديث؟ فقال: ان كبيريك قد دلسا الأعمش وسفيان." ❷

میں نے ھشیم سے کہا: آپ تدلیس کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ نے بہت سی احادیث سنی ہیں؟ ھشیم نے کہا: دو بڑے (بھی) تدلیس کرتے تھے یعنی اعمش اور سفیان (ثوری)۔"

---

❶ الكفاية في علم الرواية: ص ٣١٤، إسناده حسن.

❷ الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ٨/ ٤٥٢ إسناده صحيح.

۷۔ امام فضل بن موسیٰ فرماتے ہیں:

"قيل لهشيم ما يحملك على هذا؟ يعني التدليس، قاك إنه اشهى شيء." ❶

"میں نے ھشیم سے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو تدلیس پر آمادہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ بہت مزیدار چیز ہے۔

امام ھشیم بن بشیر کے متعلق امام خطیب البغدادی رحمہ اللہ (۳۹۲ھ،۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ وہ (ھشیم) جابر بن یزید الجعفی (سخت ضعیف) سے بھی تدلیس کرتے تھے۔ ❷

ان کے علاوہ اور بھی تدلیس کرنے کی دیگر وجوہات ہوسکتی ہیں۔

جمہور محدثین وتدلیس اور بعض الناس:

ثقہ راویانِ حدیث کی دو قسمیں ہیں:

۱:...... جن سے تدلیس کرنا ثابت نہیں مثلاً زید بن اسلم (متوفی: ۱۳۶ھ) ایوب بن أبی تمیمہ کیسان (متوفی: ۱۳۱ھ)، عطاء بن أبی رباح (متوفی: ۱۱۵ھ)، طاؤس بن کیسان (متوفی: ۱۰۶ھ) یحییٰ بن سعید انصاری (متوفی: ۱۴۳ھ)، عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص (متوفی: ۱۱۸ھ) یونس بن أبی اسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی (۱۵۲ھ) وغیرھم۔

۲:...... جن سے تدلیس کرنا ثابت ہے مثلاً محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری (۵۰ھ،۱۲۵ھ)، ابراہیم بن یزید النخعی (متوفی: ۹۶ھ)، سالم بن أبی الجعد (متوفی: ۹۷ھ) حماد بن أبی سلیمان (متوفی: ۱۲۰ھ)، حبیب بن أبی ثابت الکوفی (متوفی: ۱۱۹) محمد بن مسلم بن تدرس المکی، ابوالزبیر (متوفی: ۱۲۶ھ) یحییٰ بن أبی کثیر (متوفی: ۱۳۲ھ) یونس بن عبید (متوفی: ۱۳۹ھ) محمد بن اسحاق بن یسار (متوفی: ۱۵۰ھ) سعید بن أبی عروبہ (متوفی: ۱۵۷ھ)

---

❶ الكفاية في علم الرواية للخطيب: ص ٣١٣، إسناده صحيح.

❷ تاريخ بغداد للخطيب: ١٤/ ٨٨.

سفیان بن سعید الثوری (متوفی: ۹۷ھ، ۱۶۱ھ) حفص بن غیاث الکوفی (متوفی: ۱۹۵ھ) وغیرہم

بعض الناس کا تدلیس کے بارے میں موقف باطل اور مردود ہے ملاحظہ فرمائیں:

۱:...... اہل الرائے (المعروف احناف) کے نزدیک خیر القرون کے مدلسین کی معنعن روایات صحیح ہیں اور قرون ثلاثہ میں تدلیس وارسال مضر نہیں، یہ خود ساختہ اصول متقدمین محدثین واصول حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ومردود ہے اہل الرائے (المعروف احناف) کی اصلاح کے لیے ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

"حدثنا عبداللّٰه بن الوليد حدثني سفيان (ثوری) عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر قال رأيت النبي حين كبر رفع يديه حزاء أذنه ثم حين ركع ثم حين قال: سمع اللّٰه لمن حمده رفع يديه ورأيته ممسكا بيمينه عن شماله في الصلاة فلما جلس حلق بالوسطى والابهام وأشار بالسبابة ووضع يده اليمنى على فخذه اليمنى و وضع يده اليسرى على فخذه اليسرى ."[1]

"وائل رضی اللہ عنہ بن حجر سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا جب آپ نے تکبیر کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر اٹھایا پھر جب آپ نے رکوع کیا پھر جب آپ نے سمع اللّٰه لمن حمده کہا تو آپ نے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور میں نے آپ کو صلوٰۃ میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑے ہوئے حالت میں دیکھا تو جب آپ بیٹھے تو آپ نے درمیانی

[1] مسند أحمد، مترجم: ۸/ ۲۵۳، ۲۵۴، حدیث: ۱۹۰۷۶۔ ناشر مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، دوسرا نسخہ مسند أحمد: ۴/ ۳۱۸، و إسناده ضعيف۔ حوالہ مذکور کا ترجمہ غلط تھا اب ہم نے اس کی تصحیح کر دی ہے۔

انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنایا اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر رکھا اور بائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر رکھا۔''

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں لیکن ثقہ امام سفیان ثوری ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں اور احناف کے نزدیک قرون ثلاثہ میں تدلیس مضر نہیں۔ لہٰذا یہ حدیث اہل الرائے (المعروف احناف) کے اصول کے تحت ''صحیح'' ہے۔ ان شاء اللہ امید ہے کہ اب (المعروف احناف) اپنی صلوٰت میں رفع یدین شروع کر دیں گے اگرچہ اصول حدیث ومحدثین یہ سند امام سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن وائل رضی اللہ عنہ بن حجر کا رسول اللہ کو صلوٰۃ میں رفع یدین کرتے دیکھنا، صحیح مسلم اور دوسری کتب احادیث سے ثابت ہے۔ والحمد للہ

۲:...... بعض الناس کہتے ہیں کثیر التدلیس راوی کی معنعن روایت ضعیف ہے اور قلیل التدلیس راوی کی معنعن روایت صحیح ہے یہ اصول بھی اصول حدیث اور متقدمین جمہور محدثین سے صراحتاً ثابت نہیں لہٰذا یہ اصول غلط اور مردود ہے۔

۳:...... بعض الناس کہتے ہیں جو ثقہ راویوں سے تدلیس کرے اس کی معنعن روایت صحیح ہے۔ اس کی ایک مثال صرف امام سفیان بن عیینہ کی ہے اور اس کا مختصر جواب تدلیس الاسناد میں مثال نمبر ۵ میں گزر چکا ہے، لہٰذا یہ اصول بھی متقدمین محدثین واصولِ حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

تدلیس اور اس کا حکم:

حدثنا عبدالرحمن، نا أبي، قال سمعت أبا نعيم يقول سمعت شعبة يقول: "لأن أزني أحب إلي من أن أدلّس."

امام شعبہ رحمہ اللہ (۸۲ھ، ۱۶۰ھ) نے فرمایا: میرے نزدیک تدلیس کرنے سے زنا کرنا زیادہ بہتر ہے۔ [1] یعنی تدلیس زنا سے بڑا جرم ہے ایک دوسرے مقام پر ہے۔

---

[1] كتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۱/ ۱٦٣، وإسناده صحيح.

حدثنا عبدالرحمن ، نا محمد بن يحي ، أخبرني هشام بن عبدالملك قال: سمعت شعبة يقول: "لأن أخبر من السماء أحب إلى من أقول زعم فلان ولم أسمع منه ." ❶

"مجھے آسمان سے گر جانا پسند ہے کہ میں کہوں فلاں نے یہ کہا اور میں نے اس سے نہ سنا ہو۔"

اسی طرح ایک محدثین کی جماعت، مثلاً امام ابواسامہ (۱۲۱ھ، ۲۰۱ھ) اور امام جریر بن حازم (۸۰ھ، ۱۷۰ھ) وغیرہما سے تدلیس کی سخت مذمت مروی ہے۔ ❷

علاوہ ازیں امام خطیب البغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "التدليس للحديث مكروه عند أكثر أهل العلم وقد عظم بعضهم الشأن في ذمه وتبجح بعضهم بالبراء ة منه"

اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث میں تدلیس ناپسندیدہ ہے، بعض نے تو اس کی بہت مذمت کی ہے اور بعض نے اس سے براءت کا اعلان کیا ہے۔ ❸

بہرحال جمہور متقدمین محدثین کے نزدیک جن ثقہ راویوں نے تدلیس کی ہے ان کی تدلیس کرنے کی وجہ سے عدالت ساقط نہیں ہوئی بلکہ وہ زبردست صدوق اور ثقہ امام ہی تھے، تاہم ان کی غیر مصرح بالسماع روایات ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کے علاوہ دوسری کتابوں میں ساقط الاعتبار ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی جن روایات میں سماع کی صراحت یعنی حدثنا، سمعت، اخبرنی وغیرہ الفاظ سے بیان کریں وہ قابل حجت ہیں تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (۱۵۰ھ، ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

---

❶ كتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ١٦٤ ، وإسناده صحيح .

❷ الكفاية للخطيب: ص ٣٠٩ ، باسانيد صحيحة .

❸ الكفاية للخطيب: ص ٣٠٩ .

”ومن عرفناه دَلّس مرة فقد أبان لنا عورته فی روایته ولیست تلك العورة بالكذب فنرد بها حدیثه، ولا النصیحة فی الصدق، فنقبل منه ما قبلنا من أهل النصیحة فی الصدق فقلنا: لا نقبل من مدلس حدیثا حتی یقول فیه: حدثنی أو سمعت.“

جس شخص کے بارے میں ہمیں علم ہو جائے کہ اس نے صرف ایک ہی دفعہ تدلیس کی ہے تو اس کا باطن اس کی روایت پر ظاہر ہوگیا اور یہ اظہار جھوٹ نہیں ہے کہ ہم اس کی ہر حدیث رد کر دیں اور نہ خیر خواہی ہے کہ ہم اس کی ہر روایت قبول کر لیں، جس طرح سچے خیر خواہوں (غیر مدلسوں) کی روایت ہم مانتے ہیں، تو ہم نے کہا کہ ہم مدلس کی کوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کریں گے۔ جب تک وہ ”حدثنی“ یا ”سمعت“ نہ کہے۔ [1] (یعنی سماع کی صراحت کریں)

۲۔ امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لا یکون حجة فیما دلس“ مدلس راوی تدلیس والی روایت میں حجت نہیں ہوتا۔ [2]

۳۔ صحیح مسلم کے مصنف امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ (۲۰۴ھ، ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں: ”وإنما كان تفقدمن تفقد منهم سماع رواة الحدیث ممن روی عنهم إذا كان الراوی ممن عرف بالتدلیس فی الحدیث

---

[1] الرسالة للشافعی: مترجم، ۲۲۸۔ دوسرا نسخہ: ص ۲۵۶، ت ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵.

[2] الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۱/ ۱۰۷، وإسناده حسن، والكفایة: ص ۳۱۴، ۳۱۵.

وشهر به فحينئذ يبحثون عن سماعة في روايته ويتفقدون ذلك منه، كي تنزاح عنهم علة التدليس . "

جس نے بھی روایانِ حدیث کا سماع تلاش کیا ہے تو اس نے اس وقت تلاش کیا ہے جب راوی حدیث میں تدلیس کے ساتھ معروف (معلوم) ہو اور اس کے ساتھ مشہور ہو تو اس وقت روایت میں اس کا سماع (سمعت وغیرہ کے الفاظ) دیکھتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں تا کہ راویوں سے تدلیس کا ضعف دور ہو جائے۔ ❶

۴۔ امام اَبی خالد یزید بن ھشیم بن طہان رحمہ اللہ نے امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین سے سنا کہ انہوں نے (امام ابن معین) نے فرمایا:

"شهدت ابن أبي الليث، وقال لهشيم: إن قلت: أخبرنا وإلا لا كتبنا عنك حرفاً. "

''میں امام ابن اَبی اللیث کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے (امام ابن اَبی اللیث) نے ھشیم سے فرمایا: اگر تو ہم کو "اخبرنا" سے حدیث بیان کریں گا تو درست ہے، ورنہ ہم تجھ سے ایک حرف بھی نہ لکھیں گے۔'' ❷

۵۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۱۶۴ھ، ۲۴۱ھ) نے امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا:

"هو كثير التدليس جدًا، فكان أحسن حديثه عندي ما قال أخبرني وسمعت ."❸

محمد بن اسحاق بہ کثرت تدلیس کرتے ہیں میرے نزدیک ان کی سب سے عمدہ حدیث وہ ہے جس میں وہ ''اخبرنی'' یا "سمعت" کہے۔''

❶ صحيح مسلم، مترجم: ١/ ٦٩.   ❷ تاريخ يحيىٰ بن معين: ٢/ ٤٠٣.

❸ كتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٧/ ٢٦٢، وإسناده صحيح.

(یعنی سماع کی تصریح کریں) ایک دوسری جگہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

"إذا قال ابن جريج قال فلان وقال فلان وأخبرت، جاء بمناكير، فإذا قال أخبرني وسمعت فحسبك به." ❶

"جب امام ابن جریج کہے: قال فلان، قال فلان، أخبرت، تو وہ منکر روایت بیان کرتے ہیں اور جب وہ کہے: أخبرني، سمعت تو اس پر قناعت کیجیے۔"

٦۔ حدثنا عبدالرحمن، نا صالح بن أحمد بن حنبل، نا علی یعنی ابن المدینی، قال: سمعت عبدالرحمن، وذکر شعبة، فقال: سمعته یقول: کنت اتفقد فم قتادة، فإذا قال سمعت وحدثنا تحفظته فإذا قال حدث فلان ترکته. ❷

"امام شعبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں قتادہ کے منہ کو دیکھتا رہتا جب وہ کہتے کہ میں نے سنا ہے یا فلاں نے ہمیں حدیث بیان کی تو میں اسے یاد کر لیتا اور جب کہتے فلاں نے حدیث بیان کی تو میں اسے چھوڑ دیتا تھا۔"

۷۔ امام محمد بن فضیل بن غزوان رحمہ اللہ (متوفی: ۱۹۵ھ) نے فرمایا: "کان المغیرة یدلس، فکنا لا نکتب عنه إلا ما قال: حدثنا إبراهیم."

مغیرہ (بن مقسم) تدلیس کرتے تھے، پس میں نے ان سے صرف وہی روایت لکھی جس میں وہ "حدثنا" ابراہیم کہتے تھے۔ ❸

۸۔ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ (۱۶۸ھ، ۲۳۰ھ) نے ہشیم بن بشیر کے بارے میں فرمایا:

---

❶ تاریخ بغداد للخطیب: ١٠/ ٤٠٤، وإسناده حسن.
❷ کتاب الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: ١/ ١٦٠، إسناده صحیح.
❸ مسند علی بن الجعد: ص ١١٠، ت ٦٤٤ وإسناده حسن.

"وكان ثقة كثير الحديث ثبتاً يدلس كثيراً، فما قال في حديثه أخبرنا فهو حجة وما لم يقل فيه أخبرنا فليس بشيء." ❶

اور وہ (ھشیم) ثقہ کثیر الحدیث اور ثبت ہیں اور کثرت سے تدلیس کرتے ہیں لہٰذا وہ اپنی جس حدیث میں کہیں: اخبرنا، وہ حجت ہیں اور جس میں وہ "أخبرنا" نہ کہیں تو وہ کچھ نہیں۔"

۹۔ امام أبو نعیم الفضل بن دکین رحمہ اللہ (۱۳۰ھ، ۲۱۳ھ) نے یحییٰ بن أبی حیۃ ابو جناب الکلبی (سخت ضعیف راوی) کے بارے میں فرمایا: "ما كان به بأس، إلا انه كان يدلس، وما سمعت منه شيئا، إلا شيئا قال فيه: حدثنا"

اس میں کوئی حرج نہیں، مگر وہ تدلیس کرتا تھا، میں اس سے کچھ نہیں سنتا، ہاں، وہی چیز سنتا ہوں جس میں وہ کہتا ہے: "حدثنا" ❷

۱۰۔ امام ابو حاتم (محمد بن ادریس رازی) رحمہ اللہ (۱۹۵ھ، ۲۷۷ھ) نے فرمایا: "حجاج بن أرطاة صدوق يدلس عن الضعفاء، يكتب حديثه، وإذا قال حدثنا فهو صالح" "حجاج بن ارطاۃ (جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے) راوی سچا ہے، ضعیف راویوں سے تدلیس کرتا ہے۔ اس کی حدیث (متابعت میں) لکھی جائے گی اور جب وہ "حدثنا" کہے تو صالح ہے۔ ❸

۱۱۔ امام ابو زرعہ رازی (عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید) رحمہ اللہ (۲۰۰ھ، ۲۶۴ھ) نے راوی مبارک بن فضالہ کے بارے میں فرمایا: "يدلس كثيرًا، فإذا قال: حدثنا، فهو ثقة" کثرت کے ساتھ تدلیس کرتا ہے، جب وہ "حدثنا" کہے، تب وہ ثقہ ہے۔ ❹

---

❶ طبقات ابن سعد، مترجم: ۷/ ۳۳۳.
❷ كتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۹/ ۱۷۱، إسناده صحيح.
❸ كتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۳/ ۱۶۹.
❹ كتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۸/ ۳۸۹.

۱۲۔ امام نسائی (احمد بن شعیب بن علی بن سنان) رحمہ اللہ (۲۱۵ھ، ۳۰۳ھ) نے ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی کے بارے میں فرمایا: "فإذا قال سمعت جابراً فهو صحيح وكان يدلس" اور وہ تدلیس کرتا ہے، جب وہ کہے: میں نے جابر سے سنا، تب اس کی حدیث صحیح ہے۔ ❶ (یعنی سماع کی تصریح کریں)

۱۳۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان رحمہ اللہ (۲۷۴ھ، ۳۵۴ھ) نے فرمایا:

"وأما المدلسون الذين هم ثقات و عدول ، فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بينوا السماع فيما رووا مثل والثوری والأعمش وأبي إسحاق وأضرابهم من الأئمة المتقنين......"

''وہ مدلس راوی جو ثقہ عادل ہیں، ہم ان کی صرف ان روایات ہی سے حجت پکڑتے ہیں، جن میں وہ سماع کی تصریح کریں مثلاً سفیان ثوری، اعمش اور ابواسحاق وغیرہم جو کہ زبردست ثقہ امام تھے...... الخ'' ❷

بلکہ مزید فرماتے ہیں:

"الثقات المدلسون الذين كانوا يدلسون فی الأخبار مثل قتادة ويحي بن أبي كثير والأعمش وأبو إسحاق و ابن جريج وابن إسحاق والثوری وهشيم...... فربما دلسوا عن الشيخ بعد سماعهم عنه عن أقوام ضعفاء، لا يجوز الاحتجاج بأخبارهم، فما لم يقل المدلس وإن كان ثقة حدثنی أو سمعت، فلا يجوز الاحتجاج بخبره، وهذا أصل أبي عبدالله محمد بن إدريس الشافعي رحمه الله ومن تبعه من

❶ السنن الكبرى للنسائی: ۱/ ٦٤٠، ح: ۲۱۰۱.

❷ صحيح ابن حبان، مترجم: ۱/ ۱٥٦۔ دوسرا نسخة: ۱/ ۱٥٠.

شیوخنا. "❶

"وہ ثقہ مدلس راوی جو اپنی احادیث میں تدلیس کرتے تھے، مثلاً قتادہ، یحییٰ بن أبی کثیر، اعمش، ابواسحاق، ابن جریج، ابن اسحاق، ثوری اور ھشیم بعض اوقات آپ اپنے اس شیخ سے جس سے سنا تھا وہ روایت بطور تدلیس بیان کر دیتے، جنہیں انہوں نے ضعیف ناقابل حجت لوگوں سے سنا تھا، تو جب تک مدلس اگرچہ ثقہ ہی ہو یہ نہ کہے "حدثنی" یا "سمعت" اس نے مجھے حدیث بیان کی یا میں نے سنا تو اس کی خبر سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے اور یہ اصول ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کی اصل ہے اور ہمارے اساتذہ کا اصول ہے جنہوں نے اس میں ان کی اتباع (یعنی موافقت) کی ہے۔"

۱۴۔ امام احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (۳۸۴ھ، ۴۵۸ھ) نے فرمایا:

"وحبیب بن أبی ثابت وإن كان من الثقات فقد كان يدلس ولم أجده ذكر سماعه فی هذا الحديث عن طاؤس" الخ

اور حبیب بن أبی ثابت اگرچہ ثقہ راویوں میں سے تھا، پس وہ تدلیس کرتا تھا اور میں نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے اس حدیث میں طاؤس سے سماع کی تصریح کی ہے۔❷

۱۵۔ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"وقال آخرون: خبر المدلس لا يقبل إلا أن يورده على وجه مبين غير محتمل لإيهام فإن أورده على ذلك قبل، وهذا هو الصحيح عندنا. "❸

❶ کتاب المجروحین لابن حبان: ۱/ ۸٦، دوسرا نسخہ: ۱/ ۹۲.

❷ السنن الکبری للبیهقی، مترجم: ٤/ ٤٩٥۔ دوسرا نسخة: ۳/ ۳۲۷.

❸ الكفاية فی علم الرواية للخطيب: ص ۳۱٤.

''اور دوسروں نے فرمایا: مدلس کی خبر (روایت) مقبول نہیں ہوتی الا یہ کہ وہ وہم کے احتمال کے بغیر صریح طور پر تصریح بالسماع کے ساتھ بیان کرے، اگر وہ ایسا کرے تو اس کی روایت مقبول ہے اور ہمارے نزدیک یہی بات صحیح ہے۔''

۱۶۔ امام ابن عبدالبر (یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم) رحمہ اللہ (۳۶۸ھ، ۴۶۳ھ) نے فرمایا:

"إلا يكون الرجل معروفاً بالتدليس فلا يقبل حديثه حتى يقول: حدثنا أو سمعت ، فهذا لا أعلم فيه أيضًا خلافاً." [1]

سوائے اس کے کہ (اگر) آدمی تدلیس کے ساتھ مشہور ہو تو اس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی الا یہ کہ وہ راوی ''حدثنا'' یا ''سمعت'' کہے (یعنی سماع کی تصریح کرے) اس کے بارے میں مجھے کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے۔

۱۷۔ امام ابن الصلاح (عثمان بن صلاح الدین بن عبدالرحمٰن بن عثمان) رحمہ اللہ (۵۷۷ھ، ۶۴۳ھ) نے فرمایا: ''اگر مدلس راوی کسی مقام پر اپنے سماع، مثلاً ''سمعت'' اور حدثنا'' اور ''أخبرنا'' کی وضاحت کر دیتا ہے تو ایسی روایت کو قبول کیا جائے گا، اگر وہ کسی مقام پر اس قسم کی وضاحت نہیں کرتا بلکہ ''عن'' وغیرہ سے روایت بیان کرتا ہے، تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ [2]

۱۸۔ امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (احمد بن علی بن محمد بن حجر) رحمہ اللہ (۷۷۳ھ، ۸۵۲ھ) نے فرمایا:

"وحكم من ثبت عنه التدليس إذا كان عدلاً ، أن لا يقبل منه إلا ماصرح فيه بالتحديث على الأصح"

---

[1] التمهيد لابن عبدالبر: ۱/ ۱۳ ، شاملة .

[2] مقدمة ابن الصلاح ، مترجم: ص ٣٤۔ دوسرا نسخة : ص ٣٥ .

صحیح ترین بات یہ ہے کہ جس راوی سے تدلیس ثابت ہو جائے، اگرچہ وہ عادل (ثقہ) ہو تو اس کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں وہ سماع کی تصریح کرے۔ [1] اور ایک مقام پر امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:

لانـه لا يـلـزم مـن كون رجاله ثقات أن يكون صحيحاً، لأن الأعمش مدلس ولم يذكر سماعه من عطاء." [2]

کیونکہ کسی سند کے راویوں کا ثقہ ہونا صحیح ہونے کو لازم نہیں ہے، چونکہ اعمش راوی مدلس ہے اور اس نے عطاء سے اپنا سماع (حدثنا یا سمعت اس حدیث میں) ذکر نہیں کیا ہے۔

صحیحین اور مدلسین:

امام نووی (یحییٰ بن شرف لقب محی الدین) رحمہ اللہ (۶۳۱ھ، ۶۷۶ھ) نے فرمایا:

"وما كان في الصحيحين وشبههما عن المدلسين بعن معمولة على ثبوت السماع من جهة أخرى."

اور جو کچھ صحیحین میں مدلسین سے معنعن مذکور ہے تو وہ دوسری اسانید میں صراحت بالسماع موجود ہے۔ [3] یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مدلس راویوں کی "عن" والی روایات میں سماع کی تصریح یا متابعت صحیح بخاری اور صحیح مسلم یا دوسری کتب حدیث میں ثابت ہے۔ والحمد للہ

طبقات المدلسین:

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ وغیرہ نے مدلسین کے جو طبقات بنائے ہیں وہ متقدمین محدثین واصول حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے غلط اور مردود ہیں اس سلسلے میں راقم

---

[1] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۵۱۔ دوسرا نسخہ: ص۸۸.

[2] التلخيص الحبير لابن حجر: ۳/ ۱۹.

[3] تقريب النووي، مترجم: ص ۱۱۴، ۱۱۵ و تدريب الراوى السيوطى: ۱/ ۱۲۲.

الحروف کے استاد محترم محدث العصر شیخ الحدیث حافظ زبیر رحمہ اللہ علی زئی (۱۹۵۷ء، ۲۰۱۳ء) لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی طبقاتی تقسیم کئی وجہ سے غلط ہے۔ مثلاً

۱: یہ طبقاتی تقسیم جمہور محدثین کے اصول تدلیس کے خلاف ہے۔

۲: یہ تقسیم خود حافظ ابن حجر کی شرح نخبۃ الفکر کے اصول کے خلاف ہے۔

۳: یہ تقسیم خود حافظ ابن حجر کی "التلخیص الحبیر" (۳/ ۱۹) کے خلاف ہے۔

۴: اہل حدیث اور اہل الرائے (المعروف حنفی بلکہ بریلوی اور دیوبندی) سب اس طبقاتی تقسیم پر متفق نہیں ہیں۔ [1]

محمد رفیق طاہر حفظہ اللہ (مدرس جامعہ دارالحدیث محمدیہ ملتان) نے حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ (شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ) سے طبقات المدلسین کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''اصل تو یہی ہے کہ روایت مردود ہوگی، طبقات تو بعد کی پیداوار ہیں پہل محدثین میں یہی طریق چلتا رہا ہے کہ سماع کی تصریح مل جائے یا متابعت ہوتو مقبول، ورنہ مردود، یہ فلاں طبقہ اور فلاں طبقہ اس کی کوئی ضرورت نہیں، یہ تو بعد کے علماء کی اپنی طبقات ہیں، یہ کوئی وزنی اور پکا اصول نہیں ہے۔'' حافظ صاحب نے مزید فرمایا: ''جی ہاں، یہی سیدھا اور پکا اصول ہے، طبقات سے پہلے والے محدثین والا کہ مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔'' [2]

---

[1] مقالات: ٤/ ١٦٦ .
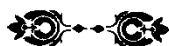
[2] الحدیث حضرو: ۹۵ ، ص ۹۷ ۔ وسہ ماہی مجلۃ المکرم گوجرانوالہ، شمارہ ۱۳، ص ۳۷، ۳۸۔

بعض ثقۃ وصدوق مدلسین کا تذکرہ

۱۔الحسن بن أبی الحسن البصری (۲۲ھ،۱۱۰ھ):

۱۔ وقال محمد بن إسماعيل البخاری رحمہ اللہ: "الحسن عن سمرة ما لم يذكر فيه خبرًا فهو المرسل." ❶

۲۔ وقال محمد بن حبان رحمہ اللہ: "وكان يدلس" ❷

۳۔ أبی سعيد بن خليل العلائی رحمہ اللہ فی ذكر المدلسين. ❸

٤۔ وقال محمد بن أحمد الذهبی: "لكنه يدلس عن أبی هريرة وغير واحد فإذا قال حدثنا فهو ثقة بلا نزاع." ❹

٥۔ وقال إبراهيم بن محمد (متوفی: ۸٤۱ھ): "من المشهورين بالتدليس" ❺

٦۔ وقال ابن حجر العسقلانی: "وهو مع ذلك كثير الإرسال فلا تحمل عنعنته على السماع" ❻ "وكان يرسل كثيرًا ويدلس" ❼

---

❶ التاريخ الاوسط للبخاری: ۲/ ۱۸۰.

❷ كتاب الثقات لابن حبان: ٤/ ۱۲۳ شاملة.

❸ جامع التحصيل العلائی: ص ۱۰۵. ❹ ميزان الاعتدال للذهبی: ۱/ ٤۸۳.

❺ الأسماء المدلسين الحلبی: ص ٦۳. ❻ فتح الباری لابن حجر: ۱/ ۱٤٦، ح: ٤۷.

❼ تقريب التهذيب لابن حجر: ص ٦۹.

۷۔ مفسر بن غرم اللّٰہ الدمینی في ذكر المدلسين . [1] وغيرهم

۲۔ حفص بن غیاث الکوفی (۱۱۷ھ، ۱۹۴ھ):

۱۔ وقال أحمد بن حنبل رحمہ اللہ: ”هـذا مما لم يسمعه حفص من الشيباني ، كان يدلسه ، ليس فيه شك . “ [2]

۲۔ وقـال محمد بن سعد رحمہ اللہ: ”وكـان ثـقة مأمونًا ثبتًا إلا كان يدلس . “ [3]

۳۔ أبی سعيد بن خليل العلائی فی ذكر المدلسين . [4]

٤۔ مفسر بن عزم اللّٰہ الدمينی فی ذكر المدلسين . [5]

٥۔ إبراهيم بن محمد الحلبی في ذكر المدلسين . [6] وغيرهم

۳۔ حبیب بن أبی ثابت الکوفی (متوفی: ۱۱۹ھ):

۱۔ قال محمد بن إسحاق بن خزيمه رحمہ اللہ: ”كان فی القلب من هذا الإسناد شئ فإن حبيب بن أبي ثابت مدلس . “ [7]

۲۔ قـال أحـمـد بـن حسيـن بـن علی بن موسیٰ البيهقی رحمہ اللہ: ”وحبيـب بـن أبـی ثابت وإن كان من الثقات فقد كان يدلس ولم أجد ذكر سماعه فی هذا الحديث عن طاؤس“ الخ [8]

---

[1] التدليس في الحديث الدمينی ، ص: ۲۹۱ .

[2] العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ۲/ ۱۸٤ ، ت ۱۹٤۱ .

[3] طبقات ابن سعد ، مترجم: ٦/ ٤۱۳ . [4] جامع التحصيل العلائی: ص ۱۰٦ .

[5] التدليس فی الحديث الدمينی: ص ۱۹٤ ، ۱۹٥ .

[6] الأسماء المدلسين الحلبی: ص۷۲ .

[7] صحيح ابن خزيمه ، مترجم: ۱/ ٤۲۹ ، ح: ٤٤۸ .

[8] السنن الكبرى للبيهقی: ۳/ ۳۲۷ .

٣ـ قال محمد بن حبان رحمه الله: "كان مدلسًا" ❶

٤ ـ إبراهيم بن محمد الحلبي في ذكر المدلسين . ❷

٥ ـ صلاح الدين أبي سعيد بن خليل العلائي في ذكر المدلسين . ❸

٦ـ قال ابن حجر العسقلاني رحمه الله: "ثقة ، فقيه ، جليل ، وكان كثير الإرسال والتدليس" ❹

٧ـ مسفر بن غرم الله الدميني في ذكر المدلسين وغيرهم . ❺

۴۔ زکریا بن أبی زائدۃ الکوفی (متوفی: ۱۴۷ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

١ ـ قال أحمد بن حنبل رحمه الله: "ثقة لا بأس به...... كان عند زكريا كتاب فكان يقول (فيه): سمعت الشعبي ولكن زعموا كان يأخذ عن جابر (بن يزيد الجعفي ، متروك راوى) وبيان ، ولا يسمى ، يعني ما يروى من غير ذاك الكتاب يرسلها عن الشعبي . " ❻

٢ ـ قال أبو حاتم الرازي: "لين الحديث ، كان يدلس" ❼

٣ـ قال أبو زرعة الرازي: "صويلح ، يدلس كثيرًا عن

❶ كتاب الثقات لابن حبان: ٤/ ١٣٧ . ❷ الأسماء المدلسين الحلبي: ص ٥٩ .

❸ جامع التحصيل العلائي: ص ١٥٨ . ❹ تقريب التهذيب لابن حجر: ص ٦٣ .

❺ التدليس في الحديث الدميني: ص ٢٨٩ .

❻ سوالات أبي داود: ص ٢٩٧ ، ٢٩٨ ت ٣٥٩ .

❼ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٣/ ٥٣٠ .

الشعبی"[1]

٤ـ صلاح الدين أبي سعيد بن خليل العلائی فی ذكر المدلسين .[2]

٥ـ قال ابن حجر العسقلانی: "ثقة وكان يدلس وسماعة من أبي بأخرة" [3] وقال ابن حجر العسقلانی: يشير (الإسماعيلی) إلى ان زكريا مدلس وقد عنعنه ."[4]

٦ـ ابراهيم بن محمد الحلبی فی ذكر المدلسين .[5]

٧ـ مسفر بن غرم الله الدمينی فی ذكر المدلسين وغيرهم .[6]

٥ـ سفیان بن سعید الثوری (۹۷ھ، ۱۶۱ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں:

١ـ قال يحيي بن سعيد القطان رحمہ اللہ (١٢٠ هـ، ١٩٨ هـ): "ماكتب عن سفيان شيئًا إلا قال، حدثني أو حدثنا الا حديثين ."[7]

٢ـ قال هشيم بن بشر رحمہ اللہ (١٠٤ هـ، ١٨٣ هـ): "ان كبيريك قد دلسا الأعمش وسفيان (الثوری)"[8]

---

[1] الجرح والتعديل لابن أبی حاتم: ٣/ ٥٣٠ .

[2] جامع التحصيل العلائی: ص ١٠٦ .

[3] تقريب التهذيب لابن حجر: ص ١٠٧ .

[4] فتح الباری لابن حجر: ٩/ ٧٤٣، ح: ٥٤٧٥ .

[5] الأسماء المدلسين الحلبی: ص ٨٢ .

[6] التدليس فی الحديث الدمينی: ص ٢٩٧، ٢٩٨ .

[7] العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ١/ ٢٤٢ ت ٣٤٢، إسناده صحيح .

[8] الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ٨/ ٥٢، إسناده صحيح .

٣ـ قال أبو نعيم الفضل بن دكين رحمه الله (١٣٠هـ، ٢١٣هـ):
"وكان سفيان (الثورى) إذآ تحديث عن عمرو بن مرة بما سمع، يقول حدثنا، وأخبرنا، و إذا دلس عنه يقول قال عمرو بن مرة." ❶

٤ـ قال يحي بن معين رحمه الله: "وقد كان يدلس" ❷

٥ـ قال على بن عبدالله المدينى رحمه الله (١٦١هـ ـ ٢٣٤هـ):
"والناس يحتاجون فى حديث سفيان إلى يحي القطان لحال الأخبار يعنى على أن سفيان كان يدلس وان يحي القطان كان يوقفه على ما سمع مما لم يسمع." ❸

٦ـ قال أبو عاصم (الضحاك بن مخلد) رحمه الله (١٢٢هـ، ٢١٢هـ) "نرى أن سفيان الثورى إنما دلسه عن أبى حنيفة (نعمان بن ثابت)." ❹

٧ـ قال محمد بن إسماعيل البخارى رحمه الله: أعلم الناس بالثورى يحيٰي بن سعيد، لأنه عرف صحيح حديثه من تدليسه." ❺

٨ـ قال أبو حاتم الرازى رحمه الله: "ولا أظن الثورى سمعه من

---

❶ تاريخ أبى زرعة الدمشقى: ص ٢٢١ ت ١١٩٣.
❷ الجرح والتعديل لابن أبى حاتم: ٤/ ٢١١، إسناده صحيح.
❸ الكفاية للخطيب: ص ٣١٥ إسناده صحيح.
❹ السنن الدارقطنى: ٣/ ٢٠١، ح ٣٤٢٣ إسناده صحيح.
❺ الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى: ١/ ١٨٧، إسناده صحيح.

قیس ، أراه مدلسًا"❶

۹۔ قال یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ (متوفی: ۲۷۷ھ) "الا أنهما وسفیان یدلسون ، والتدلیس من قدیم"❷

۱۰۔ قال محمد بن حبان رحمہ اللہ: "الثقات المدلسون الذین کانوا یدلسون فی الأخبار مثل قتادة ویحي بن أبی کثیر والأعمش وابواسحاق وابن جریج وابن اسحاق والثوری......"❸

۱۱۔ قال محمد بن عبداللّٰه الحاکم رحمہ اللہ: "من یدلس عن أقوام مجهولین لا یدری من هم کسفیان الثوری"❹

۱۲۔ قال محمد بن أحمد الذهبی رحمہ اللہ: "کان یدلس عن الضعفاء ."❺

۱۳۔ صلاح الدین أبی سعید بن خلیل العلائی رحمہ اللہ فی ذکر المدلسین . ❻

۱٤۔ إبراهیم بن محمد الحلبی رحمہ اللہ: فی ذکر المدلسین . ❼

۱۵۔ بعض الناس میں سے اہل الرائے (المعروف احناف) کے ابن الترکمانی المعروف حنفی نے کہا: الثوری مدلس وقد عنعن"❽

---

❶ علل الحدیث: ۳/ ٤۱ ، ح: ۲۲۵ . ❷ المعرفة والتاریخ الفسوی: ۳/ ۱۲ .

❸ کتاب المجروحین لابن حبان: ۱/ ۹۲ .

❹ علوم الحدیث للحاکم: ص: ۱۰۵ ، ۱۰٦۔ جامع التحصیل:ص ۹۹ .

❺ میزان الاعتدال للذهبی: ۲/ ۱٦۹ .

❻ جامع التحصیل العلائی: ص ۱۰٦ .

❼ الأسماء المدلسین الحلبی: ص ۹۲ .

❽ الجوهر النقی: ۸/ ۲٦۲ .

١٦ ـ قال ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ: "وكان ربما دلس ." [1]

١٧ ـ مسفر بن غرم اللّٰه الدمينی رحمہ اللہ فی ذكر المدلسين وغيرهم . [2]

٦ـ سلیمان بن طرخان التیمی (۴۶ھ،۱۴۳ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

١ ـ قال يحي بن معين رحمہ اللہ: "كان سليمان التيمی يدلس ." [3]

٢ ـ قال محمد بن إسماعيل البخاری رحمہ اللہ: "ولم يذكر سليمان (بن طرخان التيمی) فی هذه الزيادة سماعًا من قتادة ولا قتادة من يونس بن جبير ." [4]

٣ ـ صلاح الدين أبی سعيد بن خليل العلائی رحمہ اللہ فی ذكر المدلسين . [5]

٤ ـ إبراهيم بن محمد الحلبی رحمہ اللہ: فی ذكر المدلسين . وغيرهم [6]

٧ـ سلیمان بن حیان ابو خالد الاحمر (۱۱۰ھ،۱۸۹ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

١ ـ قال أحمد بن حنبل رحمہ اللہ: "أراه كان يدلس ." [7]

---

[1] تقريب التهذيب لابن حجر: ص ١٢٨ . [2] التدليس فی الحديث الدمينی: ص ٢٦٦ .

[3] تاريخ يحي بن معين: ٢/ ١١٤ ت ٣٦٠٠ .

[4] جزء القراءة للبخاری: ص ٢٨٣ . [5] جامع التحصيل العلائی: ص ١٠٦ .

[6] الأسماء المدلسين الحلبی: ص ١٠٠ .

[7] جزء القراءة للبخاری: ص ٢٨٧ .

۸۔ سوید بن سعید الحدثانی (متوفی: ۲۴۰ھ):

یہ صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ کا راوی ہے۔

۱۔ قال أبو حاتم الرازی رحمہ اللہ: "کان صدوقا، وکان یدلس یکثر ذاك یعنی التدلیس." ❶

۲۔ قال أبو زرعة رحمہ اللہ: "وکان یدلس." ❷

۳۔ قال الإسماعیلی (أحمد بن إبراهیم بن إسماعیل) رحمہ اللہ (۲۷۷ھـ، ۳۷۱ھـ): "یومًا فی القلب من سوید شیء یعنی سوید بن سعید من جهة التدلیس" ❸

٤۔ صلاح الدین أبی سعید بن خلیل العلائي رحمہ اللہ: فی ذکر المدلسین. ❹

٥۔ قال ابن حجر السعقلانی رحمہ اللہ: "موصوف بالتدلیس." ❺

٦۔ إبراهیم بن محمد الحلبي رحمہ اللہ: فی ذکر المدلسین. ❻

٧۔ مسفر بن غرم اللہ الدمینی رحمہ اللہ فی ذکر المدلسین وغیرهم. ❼

تنبیہ:...... اس راوی کی "صحیح مسلم" کے علاوہ حدیث ضعیف ہیں۔

۹۔ صفوان بن صالح بن دینار (متوفی: ۲۳۸ھ):

یہ راوی سنن أبي داود، سنن ترمذی، سنن نسائی وغیرہ کا ہے:

❶ الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: ٤/ ٢٢٤.

❷ تاریخ بغداد للخطیب: ۹/ ۲۲۹، إسناده حسن.

❸ تاریخ بغداد للخطیب: ۹/ ۲۲۹ إسناده صحیح.

❹ جامع التحصیل العلائی: ص ۱۰٦.

❺ تعریف أهل التقدلیس لابن حجر: ص ١٦٥.

❻ الاسماء المدلسین الحلبی، ص: ۱۰۸. ❼ التدلیس فی الحدیث الدمینی: ص ۳۰٥.

١ ـ قال أبو زرعة الدمشقی رحمہ اللہ (متوفی: ٢٨١ھـ): "كان صفوان بن صالح و محمد (بن) المصفی یسویان الحديث" ❶

٢ ـ قال ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ: "ثقة وكان يدلس تدليس التسوية، قاله أبو زرعة الدمشقی" ❷

٣ ـ مسفر بن غرم اللّٰه الدمینی رحمہ اللہ: فی ذكر المدلسين وغیرهم ❸

١٠ ـ عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی (متوفی: ١٩٥ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں:

١ ـ قال أحمد بن حنبل رحمہ اللہ: "وبلغنا أن المحاربی كان يدلس" و "المحاربی كان يدلس عن الكذابين" ❹

٢ ـ صلاح الدين أبی سعيد بن خليل العلائی رحمہ اللہ: فی ذكر المدلسين . ❺

٣ ـ قال ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ: لا بأس به وكان يدلس قاله أحمد . ❻

٤ ـ ابراهيم بن محمد الحلبی رحمہ اللہ: فی ذكر المدلسين . ❼

❶ كتاب المجروحين لابن حبان: ١/ ٩٤ إسناده صحيح

❷ تقريب التهذيب لابن حجر: ص ١٥٣ .

❸ التدليس فی الحديث الدمینی: ص ٣٠٧ .

❹ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ٣/ ٣٦٤ ت ٥٥٩٧ ـ ٢/ ٣٧٠ ت ٢٦٤٤ ـ والضعفاء الكبير للعقيلی: ٢/ ٣٤٨ .

❺ جامع التحصيل العلائی: ص ١٠٨ . ❻ تقريب التهذيب لابن حجر: ص ٢٠٩ .

❼ الأسماء المدلسين الحلبی: ص ١٣٥ .

٥۔ مسفر بن غرم اللّٰہ الدمینی رحمہ اللہ: فی ذکر المدلسین وغیرھم [1]

١١۔ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی (٨٠ھ،١٥٠ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں:

١۔ قال أحمد بن حنبل رحمہ اللہ: إذا قال ابن جريج: أخبرني، في كل شيء، فهو صحيح" [2]

٢۔ قال أحمد بن صالح المصري رحمہ اللہ (١٧٥ھـ ٢٤٨ھـ):
"ابن جريج إذا أخبر الخبر، فهو جيد، و إذا لم يخبر، فلا يعباء به." [3]

٣۔ قال علي بن عمر بن احمد الدارقطني رحمہ اللہ: "يتجنب تدليسه فإنه وحش التدليس، لا يدلس إلا فيما سمعه من مجروح مثل إبراهيم بن أبي يحيي، وموسى بن عبيدة وغيرهما" [4]

وقال علي بن عمر بن أحمد الدارقطني رحمہ اللہ: ابن جريج ممن يعتمد عليه إذا قال أخبرني وسمعت كذلك قال أحمد ابن حنبل. [5]

٤۔ صلاح الدين أبي سعيد بن خليل العلائي رحمہ اللہ: في ذكر

---

[1] التدليس في الحديث الدميني: ص ٣٨١.
[2] سوالات أبي داؤد: ص ٢٣١ ت ٢٢٠.
[3] تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي: ص ٤٣۔ ت ١٠٠ إسناده صحيح.
[4] سوالات الحاكم للدارقطني: ص ١٧٤ ت ٢٦٥. [5] العلل للدارقطني: ٥/ ١١١.

المدلسين . ❶

٥ـ قال ابن حجر العسقلانى رحمه الله: "ثقة فقيه فاضل وكان يدلس ويرسل ." ❷

٦ـ قال مسفر بن غرم الله الدمينى حفظه الله: "ولا شك أنه مدلس، ويدلس عن الضعفاء" ❸

۱۲ـ عبدالوہاب بن عطاء الخفاف (متوفی:۲۰۴ھ):

یہ راوی صحیح مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ کا ہے:

١ـ قال يحي بن معين رحمه الله فى حديث عبدالوهاب بن عطاء عن ثور بن يزيد ...... وعبدالوهاب لم يقل فيه حدثنا ثور، ولعله دلس فيه، وهو ثقة" ❹

٢ـ قال محمد بن إسماعيل البخارى رحمه الله: "أرجو إلا أنه كان يدلس عن ثور (بن يزيد) وأقوام أحاديث مناكير" ❺

٣ـ قال أبو زرعة الرازى رحمه الله: "روى عن ثور بن يزيد حديثين ليسا من حديث ثور، وذكر ليحي بن معين هذين الحديثين، فقال: لم يذكر فيهما الخبر" ❻

٤ـ صلاح الدين أبى سعيد بن خليل العلائى رحمه الله: فى ذكر المدلسين . ❼

---

❶ جامع التحصيل العلائى: ص ١٠٨ . ❷ تقريب التهذيب لابن حجر: ص ٢١٩ .
❸ التدليس فى الحديث الدمينى: ص ٣٨٦ .
❹ تاريخ بغداد للخطيب: ١١/ ٢٥ إسناده حسن .
❺ التاريخ الأوسط للبخارى: ٢/ ٢١٣ .
❻ الجرح والتعديل لابن أبى حاتم: ٦/ ٩١ . ❼ جامع التحصيل العلائى: ص ١٠٨ .

٥ ـ إبراهيم بن محمد الحلبي رحمه الله: في ذكر المدلسين . [1]

٦ ـ قال ابن حجر العسقلاني رحمه الله: "صدوق ، ربما اخطا ، انكروا عليه حديثا في العباس ، يقال دلسه عن ثور" [2]

٧ـ مسفر بن غرم اللّٰه الدميني رحمه الله: في ذكر المدلسين وغيرهم [3]

۱۳ـ عکرمہ بن عمار الیمامی: (متوفی: ۱۵۹ھ):

یہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ کا راوی ہے۔

١ ـ قال أبو حاتم الرازي رحمه الله: "كان صدوقًا ، وربما وهم في حديثه وربما دلس ، في حديثه عن يحي بن أبي كثير بعض الأغاليط . [4]

٢ ـ صلاح الدين أبي سعيد بن خليل العلائي رحمه الله: في ذكر المدلسين . [5]

٣ـ ابن حجر العسقلاني رحمه الله: في ذكر المدلسين . [6]

٤ ـ إبراهيم بن محمد الحلبي رحمه الله: في ذكر المدلسين . [7]

٥ ـ مسفر بن غرم اللّٰه الدميني رحمه الله: في ذكر المدلسين وغيرهم [8]

---

[1] الأسماء المدلسين الحلبي: ص ١٤٤ .
[2] تقريب التهذيب لابن حجر: ص ٢٢٢، ٢٢٣ .
[3] التدليس في الحديث الدميني: ص ٣١٥، ٣١٦ .
[4] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٧/ ١٦ . [5] جامع التحصيل العلائي: ص ١٠٨ .
[6] تعريف أهل التقديس لابن حجر: ص ١٤٤ .
[7] الأسماء المدلسين الحلبي: ص ١٥٢ .
[8] التدليس في الحديث الدميني: ص ٣١٨، ٣١٩ .

۱۴۔علی بن غراب الکوفی (متوفی:۱۸۴ھ):

یہ سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کا راوی ہے۔

۱ ـ قال أحمد بن حنبل رحمہ اللہ: "وكان يدلس ، ما أراه إلا كان صدوقا." ❶

۲ ـ صلاح الدين أبي سعيد بن خليل العلائي رحمہ اللہ: في ذكر المدلسين. ❷

۳ ـ إبراهيم بن محمد الحلبي رحمہ اللہ: في ذكر المدلسين. ❸

٤ ـ قال ابن حجر العسقلاني رحمہ اللہ: "صدوق وكان يدلس ويتشيع وأفرط ابن حبان في تضعيفه." ❹

٥ ـ مسفر بن غرم الله الدميني رحمہ اللہ: في ذكر المدلسين وغيرهم ❺

۱۵۔عمر بن علی المقدمی (متوفی:۱۹۰ھ)

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں:

۱ ـ قال عفان بن مسلم رحمہ اللہ (۱۳۰ھـ، ۲۲۰ھـ): "كان عمر بن علي رجلا صالحاً ولم يكونوا ينقمون عليه شيئًا غير أنه كان مدلسًا وأما غير ذلك فلا ، ولم أكن أقبل منه حتى يقول: حدثنا." ❻

---

❶ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ۳/ ۲۹۷ ت ۵۳۱۸.

❷ جامع التحصيل العلائي: ص ۱۰۸. ❸ الأسماء المدلسين الحلبي: ص ۱۵۵.

❹ تقريب التهذيب لابن حجر: ص ۲٤۸.

❺ التدليس في الحديث الدميني: ص ۳۲۰، ۳۲۱.

❻ طبقات ابن سعد، مترجم: ۷/ ۳۱۱.

٢۔ قال أحمد بن حنبل رحمه الله: "كان يدلس"❶

٣۔ قال يحي بن معين رحمه الله: "وكان يدلس"❷

٤۔ قال محمد بن سعد رحمه الله: "كان ثقة وكان يدلس تدليسًا شديدًا."❸

٥۔ قال أبو حاتم الرازى رحمه الله: "كان يدلس محله الصدق ولو لا تدليسه لحكمنا له إذا جاء بزيادة غير أنا نخاف بأن يكون أخذ عن غير ثقة."❹

٦۔ صلاح الدين أبى سعيد بن خليل العلائى رحمه الله: فى ذكر المدلسين. ❺

٧۔ إبراهيم بن محمد الحلبى رحمه الله فى ذكر المدلسين. ❻

٨۔ قال محمد بن أحمد الذهبى رحمه الله: "ثقة شهير، لكنه رجل مدلس."❼

٩۔ قال ابن حجر العسقلانى رحمه الله: "فقة وكان يدلس شديدًا. ❽

١٠۔ مسفر بن غرم الله الدمينى رحمه الله فى ذكر المدلسين وغيرهم❾

---

❶ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ٣/ ١٤ ت ٣٩٣٤.

❷ تاريخ يحي بن معين: ٢/ ١٥٩ ت ٣٩٥٥.

❸ طبقات ابن سعد، مترجم: ٧/ ٣١١.

❹ الجرح والتعديل لابن أبى حاتم: ٦/ ١٥٨.

❺ جامع التحصيل العلائى: ص ١٠٨. ❻ الأسماء المدلسين الحلبى: ص ١٥٧.

❼ ميزان الاعتدال للذهبى: ٣/ ٢١٤. ❽ تقريب التهذيب لابن حجر: ص ٢٥٦.

❾ التدليس فى الحديث الدمينى: ص ٣٨٨، ٣٨٩.

١٦۔ عمرو بن عبداللہ السبیعی الکوفی (متوفی: ١٢٧ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

١۔ قال يعقوب بن سفيان الفسوى رحمه الله: في أبي إسحاق (عمرو بن عبدالله) والأعمش: إلا انهما وسفيان يدلسون والتدليس من قديم" وقال يعقوب بن سفيان الفسوى ايضًا: "وحديث وأبي إسحاق والأعمش ما لم يعلم أنه مدلس يقوم مقام الحجة." ❶

٢۔ قال محمد بن حبان رحمه الله: الثقات المدلسون الذين كانوا يدلسون في الأخبار مثل قتادة، ويحي بن أبي كثير، والأعمش، وأبو إسحاق......" ❷

٣۔ قال علي بن عمر بن أحمد بن مهدى الدارقطني رحمه الله: "أبوإسحاق ربما دلس" ❸

٤۔ صلاح الدين أبي سعيد بن خليل العلائي رحمه الله: في ذكر المدلسين. ❹

٥۔ إبراهيم بن محمد الحلبي رحمه الله: في ذكر المدلسين. ❺

٦۔ قال ابن حجر العسقلاني رحمه الله: "مشهور بالتدليس" ❻

٧۔ مسفر بن غرم الله الدميني رحمه الله في ذكر المدلسين" ❼ وغيرهم

❶ المعرفة والتاريخ الفسوى: ٣/ ١٢، ١٤.
❷ كتاب المجروحين لابن حبان: ١/ ٩٢.
❸ الإلزامات والتتبع: ص ٣٦٣ وموسوعة أقوال الدارقطني: ٢/ ٤٩٤.
❹ جامع التحصيل العلائي: ص ١٠٨. ❺ الأسماء المدلسين الحلبي: ص ١٦٠.
❻ تعريف أهل التقديس لابن حجر: ص ١٤٦.
❼ التدليس في الحديث الدميني: ص ٣٢٧، ٣٢٨.

۸۔ قال ابن خزیمة رحمہ اللہ: "وأبو إسحاق لا یعلم أسمع هذا الخبر من برید أو دلسه عنه." ❶

۹۔ محمد بن عبداللّٰه الحاکم رحمہ اللہ: "فی ذکر المدلسین" ❷

۱۰۔ قال البیهقی رحمہ اللہ: "کان یدلس" ❸

۱۷۔ عبداللہ بن وہب بن مسلم المصری (۱۲۵ھ، ۱۹۷ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں:

۱۔ قال محمد بن سعد رحمہ اللہ: "کان کثیر العلم، ثقة فیما قال: حدثنا، وکان یدلس." ❹

۲۔ مسفر بن غرم اللّٰه الدمینی رحمہ اللہ: فی ذکر المدلسین وغیرهم ❺

۱۸۔ قتادۃ بن دعامۃ السدوسی: (۶۱ھ، ۱۱۸ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں:

۱۔ قال شعبه بن الحجاج رحمہ اللہ: "کنت أتفقد فم قتادة، فإذا قال: سمعت وحدثنا تحفظته فإذا قال حدث فلان ترکته." ❻

۲۔ قال محمد بن إسماعیل البخاری رحمہ اللہ: "ولم یذکر قتادة سماعا من أبی نضرة فی هذا" وقال البخاری ایضًا. "ولم یذکر سلیمان (التیمی) فی هذا الزیادة سماعًا من قتادة ولا

---

❶ صحیح ابن خزیمة، مترجم: ۲/ ۲۷۸، ح: ۱۰۹۶.

❷ معرفة علوم الحدیث: ص ۱۰۵. ❸ السنن الکبری للبیهقی: ۶/ ۱۳۷.

❹ طبقات ابن سعد، مترجم: ۷/ ۵۰۸.

❺ التدلیس فی الحدیث الدمینی: ص ۲۱۰، ۲۱۱.

❻ الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: ۱/ ۱۶۰ إسناده صحیح.

قتادة من يونس بن جبير"❶

٣ـ وسئل أبو حاتم الرازی رحمه الله: قتادة عن معاذة أحب اليك أو ايوب عن معاذة؟ فقال: قتادة إذا ذكر الخبر"❷

٤ـ قال محمد بن إسحاق بن خزيمة رحمه الله: "فانی لا أقف على سماع قتادة عن قدامة بن وبرة"❸

٥ـ قال محمد بن حبان رحمه الله: "الثقات المدلسون الذين كانوا يدلسون فی الأخبار مثل قتادة ويحي بن أبی كثير......" الخ❹

٦ـ قال الدارقطنی رحمه الله: "قتادة مدلس"❺

٧ـ قال محمد بن عبدالله الحاكم رحمه الله: "قتادة على علو قدره يدلس"❻

٨ـ أحمد بن على بن ثابت الخطيب البغدادی رحمه الله: فی ذكر المدلسين . ❼

٩ـ ابن الصلاح رحمه الله: فی ذكر المدلسين . ❽

١٠ـ صلاح الدين أبی سعيد بن خليل العلائي رحمه الله: فی ذكر المدلسين . ❾

---

❶ جزء القراءة للبخاری، مترجم: ص ١٦٢، ٢٨٢ .

❷ الجرح والتعديل لابن أبی حاتم: ٧/ ١٨٢ .

❸ صحيح ابن خزيمة، مترجم: ٣/ ٣٥٤، ح: ١٨٦١ .

❹ كتاب المجروحين لابن حبان: ١/ ٩٢ .

❺ الإلزامات والتتبع: ص ٢٦٣، وموسوعة أقوال الدارقطنی: ٢/ ٥٢٧ .

❻ المستدرك للحاكم: ١/ ٣١٧، ح ٧٨٢ . ❼ الكفاية للخطيب: ص ٣١٥ .

❽ مقدمة ابن الصلاح: ص ٣٥ . ❾ جامع التحصيل العلائی: ص ١٠٨ .

١١ ـ قال ابن التركماني الحنفي رحمه الله: "وقتادة مدلس وقد عنعن" ❶

١٢ ـ قال محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي رحمه الله: "حافظ ثقة ثبت لكنه مدلس" ❷ وقال الذهبي ايضًا "مشهور بالتدليس" ❸

١٣ ـ إبراهيم بن محمد الحلبي رحمه الله: في ذكر المدلسين. ❹

١٤ ـ قال ابن حجر العسقلاني رحمه الله "وهو مشهور بالتدليس" ❺

١٥ ـ قال صفي الدين أحمد بن عبدالله الخزرجي رحمه الله (متوفى: ٩٢٣هـ): "أحد الأئمة الأمام حافظ مدلس." ❻

١٦ ـ مسفر بن غرم الله الدميني رحمه الله: في ذكر المدلسين وغيرهم ❼

۱۹۔ مبارک بن فضالۃ البصری (متوفی: ۱۶۵ھ):

یہ سنن أبی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ کے راوی ہیں۔

١ ـ قال يحي بن سعيد القطان رحمه الله: "ولم أقبل منه شيئًا إلا شيئًا يقول فيه حدثنا" ❽

٢ ـ قال عبدالرحمن بن مهدي رحمه الله (١٣٥هـ، ١٩٨هـ) مبارك

---

❶ الجوهر النقي: ٢/ ٤٩٨.
❷ ميزان الاعتدال للذهبي: ٣/ ٣٨٥.
❸ تذكرة الحفاظ للذهبي، مترجم: ١/ ١١٤.
❹ الأسماء المدلسين الحلبي: ص ١٦٤.
❺ تعريف أهل التقديس لابن حجر: ص ١٤٧.
❻ خلاصة تذهيب تهذيب الكمال الخزرجي: ٢/ ٣٥٠.
❼ التدليس في الحديث الدميني: ص ٣٣٠، ٣٣١.
❽ تاريخ بغداد للخطيب: ١٣/ ٢١٤ ت ٧١٨٣، إسناده حسن.

بن فضالة يدلس وكنا لا نكتب عنه إلا ما قال: سمعت الحسن"❶

٣۔ قال أبو الوليد (هشام بن عبدالملك الطيالسی رحمه الله، (١٣٣هـ، ٢٢٧هـ): "وكان الربيع لا يدلس وكان المبارك بن فضالة أكثر تدليساً منه."❷

٤۔ قال أحمد بن حنبل رحمه الله: "وكان المبارك (بن فضالة) يدلس"❸

٥۔ قال أبو زرعة الرازی رحمه الله "يدلس كثيراً فإذا قال حدثنا فهو ثقة."❹

٦۔ قال ابو سعيد (عثمان بن سعيد بن خالد الدارمی رحمه الله، ٢٠٠هـ، ٢٨٠هـ): إلا أنه ربما دلّس"❺

٧۔ صلاح الدين أبی سعيد بن خليل العلائی رحمه الله: فی ذكر المدلسين.❻

٨۔ إبراهيم بن محمد الحلبی رحمه الله فی ذكر المدلسين.❼

٩۔ قال ابن حجر العسقلانی رحمه الله: "مشهور بالتدليس"❽

---

❶ مسند علی بن الجعد: ص ٤٧١ ت ٣٢٧١، إسناده حسن.

❷ كتاب الضعفاء للبخاری: ١١٧، إسناده صحيح.

❸ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ٢/ ٣٨، ت ١٤٨٠.

❹ الجرح والتعديل لابن أبی حاتم: ٨/ ٣٨٩.

❺ تاريخ عثمان بن سعيد الدارمی: ص ١١١، ت ٣٣٤.

❻ جامع التحصيل العلائی: ص ١٠٨ ● ❼ الأسماء المدلسين الحلبی: ص ١٦٧.

❽ تعريف أهل التقديس لابن حجر: ص ١٤٧.

١٠ ـ مسفر بن غرم الله الدمينى رحمه الله: فى ذكر المدلسين وغيرهم ❶

٢٠ ـ محمد بن خازم الكوفى (متوفى: ١٩٥ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

١ ـ قال يحي بن معين رحمه الله: أبو معاوية (محمد بن خازم) أنا حدثت الأعمش، عن هشام، عن سعيد العلاف، عن مجاهد: فى إطعام المسلم السغبان، فدلسه عنى" ❷

٢ ـ قال أبى (أحمد بن حنبل رحمه الله): زعموا: أنه الحسن بن عمارة قال أبى: الحسن ابن عمارة ينزل فى بجيلة أرى أبا معاوية غير اسمه" ❸

٣ ـ قال محمد بن سعد رحمه الله: "كان كثير الحديث يدلس وكان مرجئًا. ❹

٤ ـ قال يعقوب بن شيبة رحمه الله (متوفى: ٢٦٢ھـ): كان من الثقات وربما دلس وكان يرى الإرجاء." ❺

٥ ـ صلاح الدين أبى سعيد بن خليل العلائى رحمه الله: فى ذكر المدلسين. ❻

---

❶ التدليس فى الحديث الدمينى: ص ٣٤٦، ٣٤٧.

❷ التاريخ الكبير للبخارى: ١/ ٧٧.

❸ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ٢/ ٥٣٢ ت ٣٥١٧.

❹ طبقات ابن سعد، مترجم: ٦/ ٤١٦.

❺ تاريخ بغداد للخطيب: ص ٢/ ٣٠٦ ت ٧٩٤ إسناده صحيح.

❻ جامع التحصيل العلائى: ص ١٠٩.

٦- إبراهيم بن محمد الحلبي رحمه الله: في ذكر المدلسين. ❶

٧- مسفر بن غرم الله الدميني رحمه الله: في ذكر المدلسين وغيرهم ❷

٢١- محمد بن عبدالرحمٰن الطفاوی (متوفی: ١٨٣ھ):

یہ صحیح بخاری، سنن أبي داود، سنن ترمذی، سنن نسائی کے راوی ہیں۔

١- قال أحمد بن حنبل رحمه الله: "كان يدلس" ❸

٢- صلاح الدين أبي سعيد بن خليل العلائي رحمه الله في ذكر المدلسين. ❹

٣- إبراهيم بن محمد الحلبي رحمه الله: في ذكر المدلسين. ❺

٤- ابن حجر العسقلاني رحمه الله في ذكر المدلسين. ❻

٥- مسفر بن غرم الله الدميني رحمه الله: في ذكر المدلسين وغيرهم ❼

٢٢- محمد بن عجلان المدنی (متوفی: ١٤٨ھ):

یہ سنن اربعہ وغیرہ کے مشہور راوی ہیں:

١- قال أحمد بن محمد بن سلامه الطحاوی: (٢٣٧ھ، ٣٢١ھ) فوقضنا على أن محمد بن عجلان إنما حدث به عن الأعرج تدليساً عنه به وأنه إنما كان أخذه من ربيعة بن عثمان

❶ الأسماء المدلسين الحلبي: ص ١٧٨. ❷ التدليس في الحديث الدميني: ص ٢٨٠.

❸ تاريخ بغداد للخطيب: ٣/ ١١٠ ت ١١٠٥ إسناده صحيح.

❹ جامع التحصيل العلائي: ص ١٠٩. ❺ الأسماء المدلسين الحلبي: ص ١٨٦.

❻ تعريف أهل التقديس لابن حجر: ص ١٤٨.

❼ التدليس في الحديث الدميني: ص ٣٣٤.

عنه . ❶

٢ـ محمد بن حبان رحمه الله: "وصفه بالتدليس" ❷

٣ـ صلاح الدين أبي سعيد بن خليل العلائي رحمه الله: في ذكر المدلسين . ❸

٤ـ إبراهيم بن محمد الحلبي رحمه الله في ذكر المدلسين . ❹

٥ـ ابن حجر العسقلاني رحمه الله: في ذكر المدلسين . ❺

٦ـ مسفر بن غرم الله الدميني رحمه الله: في ذكر المدلسين . ❻

٢٣ـ محمد بن المصفی (متوفی: ٢٤٦ھ):

یہ راوی سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کا ہے۔

١ـ قال أبو زرعة الدمشقي رحمه الله: "كان صفوان بن صالح ومحمد بن مصفى يسويان الحديث" ❼

٢ـ ابن حجر العسقلاني رحمه الله: في ذكر المدلسين . ❽

٣ـ مسفر بن غرم الله الدميني رحمه الله: في ذكر المدلسين وغيرهم . ❾

---

❶ مشكل الآثار للطحاوي: ١/ ١٠٠، ١٠١ .

❷ كتاب الثقات لابن حبان: ٣٨٦، ٣٨٧ . ❸ جامع التحصيل العلائي: ص ١٠٩ .

❹ الأسماء المدلسين الحلبي: ص ١٨٩ .

❺ تعريف أهل التقديس لابن حجر: ص ١٤٩ .

❻ التدليس في الحديث الدميني: ص ٣٣٥ .

❼ كتاب المجروحين لابن حبان: ١/ ٨٨، إسناده صحيح .

❽ تعريف أهل التقديس لابن حجر: ص ١٥٣ .

❾ التدليس في الحديث الدميني: ص ٣٤٥ .

۲۴۔ میمون بن موسیٰ المرئی:

یہ راوی سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کا ہے:

١ ـ قال أحمد بن حنبل رحمه الله: "ما أرى به بأس وكان يدُلّس وكان لا يقول: حدثنا الحسن." ❶

٢ ـ قال عبدالله بن عدى رحمه الله: "وميمون هذا عزيز الحديث وإذا قال: حدثنا فهو صدوق لأنه كان متهمًا في التدليس" ❷

٣ ـ قال أحمد بن حسين بن على بن موسىٰ البيهقى رحمه الله: "ميمون هذا بصري ولا بأس به إلا أنه كان يدلس قاله أحمد بن حنبل رحمه الله وغيره" ❸

٤ ـ صلاح الدين أبى سعيد بن خليل العلائى رحمه الله: فى ذكر المدلسين. ❹

٥ ـ إبراهيم بن محمد الحلبى رحمه الله: فى ذكر المدلسين. ❺

٦ ـ قال محمد بن أحمد بن عثمان الذهبى رحمه الله: "صويلح يدلس" ❻

٧ ـ قال ابن حجر العسقلانى رحمه الله: "صدوق مدلس" ❼

٨ ـ مسفر بن غرم الله الدمينى رحمه الله: فى ذكر المدلسين

❶ العلل ومعرفة الرجال لأحمد ٢/ ٥٢٣، ت ٣٤٥٠.

❷ الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى: ٨/ ١٦٢.

❸ السنن الكبرى للبيهقي: ٣/ ٣٢، ٣٣.

❹ جامع التحصيل العلائي، ص: ١١١. ❺ الأسماء المدلسين الحلبى، ص: ٢٢٥.

❻ الكاشف للذهبى: ٣/ ١٧٠.

❼ تقريب التهذيب لابن حجر، ص: ٣٥٤.

وغيرهم ❶

۲۵۔ واصل بن عبدالرحمٰن أبو حرة البصری (متوفی: ۱۵۲ھ)

یہ صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی کے راوی ہیں۔

١ ـ قال غندر (محمد بن جعفر ، متوفى: ١٩٣ هـ) رحمه اللّٰه:

"وقفت أبا حرة على حديث الحسن فقال: لم أسمعها من الحسن . أو قال غندر: فلم يقف على شي منهما أنه سمعه من الحسن إلا حديثًا أو حديثين . " ❷

٢ ـ صلاح الدين أبي سعيد بن حنبل العلائى رحمه اللّٰه: في ذكر المدلسين . ❸

٣ ـ إبراهيم بن محمد الحلبي رحمه اللّٰه: في ذكر المدلسين . ❹

٤ ـ قال ابن حجر العسقلاني رحمه اللّٰه: "صدوق عابد، وكان يدلس عن الحسن . " ❺

٥ ـ مسفر بن عزم اللّٰه الدميني رحمه اللّٰه: في ذكر المدلسين . ❻

۲۶۔ ہشام بن حسان البصری (متوفی: ۱۴۸ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

١ ـ قال على بن عبد اللّٰه المديني (١٦١ هـ، ٢٣٤ هـ) رحمه

---

❶ التدليس في الحديث الدمينى، ص: ٣٥٥، ٣٥٦ .

❷ العلل و معرفة الرجال لأحمد: ٢/ ٥٩٥ ، ت ٣٨٢٣ـ إسناده صحيح .

❸ جامع التحصيل العلائي : ص ١١٢ . ❹ الأسماء المدلسين الحلبي : ص ٢٥٧ .

❺ تقريب التهذيب لابن حجر: ص ٣٦٨ .

❻ التدليس في الحديث الدميني : ص ٣٦٥ ، ٣٦٦ .

اللّٰه: "أحاديث هشام (بن حسان) عن محمد (بن سيرين فصحاح" (وأشار إلى تدليسه)[1]

٢ـ قال أبو حاتم الرازي: "ولعل هشام بن حسان أخذ من إسماعيل بن مسلم (سخت ضعیف راوی) فإنه كان يدلس"[2]

٣ـ مسفر بن عزم الله الدميني رحمه الله: في ذكر المدلسين.[3]

٤ـ ابن حجر العسقلاني رحمه الله: في ذكر المدلسين.[4]

٢٧ـ یونس بن عبید البصری (متوفی: ١٣٩ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

١ـ قال أبو محمد (عبد الرحمن بن أبي حاتم محمد بن إدريس الرازى، ٢٤٠هـ، ٣٢٧هـ) رحمه الله: "يعنى أن يونس أخذها من أشعث (ضعیف راوی) عن الحسن ودلسها عن الحسن ولم يذكر فيه الخبر"[5]

٢ـ صلاح الدين أبي سعيد بن خليل العلائي رحمه الله: في ذكر المدلسين.[6]

٣ـ مسفر بن عزم الله الدميني رحمه الله: في ذكر المدلسين.[7]

---

[1] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٩/ ٧١، إسناده صحيح.

[2] علل الحديث لابن أبى حاتم: ٣/ ٥١.

[3] التدليس في الحديث الدميني: ص ٣٥٧، ٣٥٨.

[4] تعريف أهل التقديس لابن حجر: ص ١٥٨.

[5] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ١٣٨، إسناده صحيح.

[6] جامع التحصيل العلائي: ص ١١٢.

[7] التدليس في الحديث الدميني: ص ٢٨٦، ٢٨٧.

اُن بعض ثقہ وصدوق راویوں کا تذکرہ

جن کی ''عن'' والی روایات سماع پر محمول ہوتی ہیں

اس عنوان میں اُن راویوں کے متعلق وضاحت ہے جن راویوں کی اپنے خاص شیوخ (استادوں) اور بعض تلامذہ سے ان کے خاص شیوخ روایت کریں تو ''عن'' والی روایات سماع پر محمول ہوتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ إسماعیل بن أبي خالد البجلي أبوعبداللہ الکوفي (متوفی: ۱۴۵ھ):

یہ راوی صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا ہے۔

حدثنا عبد الرحمن، نا صالح بن أحمد، نا علی، یعني ابن المدیني، قال: قلت لیحیی ابن سعید: ما حملت عن إسماعیل، عن عامر (بن شرجیل الشعبي) صحاح؟ قال: نعم"[1]

یعنی اسماعیل بن أبي خالد سے جب یحییٰ بن سعید القطان روایت کریں تو اسماعیل کی "عن" عامر والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

۲۔ الحکم بن عتیبۃ الکوفي (متوفی: ۱۱۵ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔

حدثنا عبد الرحمن، نا صالح بن أحمد، نا علی، (بن عبداللہ المدیني) قال: سمعت یحیی (بن سعید القطان) یقول: "کل شيء یحدث بہ شعبۃ (بن الحجاج)، عن رجل فلا تحتاج أن تقول عن ذاک الرجل أنہ سمع فلانًا، قد کفاک أمرہ"[2]

---

[1] الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: ۲/ ۱۱۶، إسنادہ صحیح.

[2] الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: ۱/ ۱۵۷، إسنادہ صحیح.

یعنی امام شعبہ بن حجاج جب حکم بن عتیبہ سے روایت کریں تو حکم بن عتیبہ کی "عن" والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

۳۔ سفیان بن سعید الثوری (۹۷ھ، ۱۶۱ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

قال أبي (أحمد بن حنبل): قال يحيى بن سعيد: "ما كتبت عن سفيان (بن سعيد الثوري) شيئًا إلا قال: "حدثني" أو "حدثنا" إلا حديثين" [1]

امام سفیان ثوری سے جب امام یحییٰ بن سعید القطان روایت کریں تو امام سفیان ثوری کی "عن" والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

دوسری دلیل: "قال البخاري (محمد بن إسماعيل): أعلم النّاس بالثوري يحيى بن سعيد، لأنه عرف صحيح حديثه من تدليسه" [2]

تیسری دلیل: قال علي بن عبد الله المديني: "والناس يحتاجون في حديث سفيان الى يحيى القطان لحال الأخبار يعنى علٰى أن سفيان كان يدلس وأن يحيى القطان كان يوقفه علٰى ما سمع مما لم يسمع." [3]

۴۔ سلیمان بن مہران الاعمش (۶۱ھ، ۱۴۸ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

[1] العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ١/ ٢٤٢، ت ٣١٨، إسناده صحيح.

[2] الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ١/ ١٨٧، إسناده صحيح.

[3] الكفاية في علم الرواية للخطيب: ص ٣١٥، إسناده صحيح.

قال يحيى (بن سعيد القطان): "كل شيء يحدث به شعبة (بن الحجاج)، عن رجل فلا تحتاج أن تقول عن ذاك الرجل أنه سمع فلانًا، قد كفاك أمره"❶

قال شعبة (بن الحجاج): كفتيكم تدليس ثلاثة: الأعمش وأبي إسحاق وقتادة."❷

۵۔ یونس بن عبید البصری (متوفی: ۱۳۹ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

حدثنا عبيد الله بن عمر عن يزيد بن زريع (١٠١هـ، ١٨٢هـ) قال: "ما منعني أن أحمل عن يونس أكثر مما حملت عنه إلا أني لم أكتب عنه إلا ما قال: سمعت أو سألت أو حدثنا الحسن"❸

یونس بن عبید سے جب یزید بن زریع روایت کریں تو یونس کی "عــن" والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہیں۔

۶۔ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی (۸۰ھ،۱۵۰ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

حدثنا إبراهيم بن عرعرة، قال: نا يحيى بن سعيد القطان، عن ابن جريج قال: إذا قلت: قال عطاء (بن أبي رباح ١٧هـ،

❶ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ١٥٧، إسناده صحيح.

❷ مسألة التسمية لمحمد بن طاهر المقدسي: ص ١٤٧، إسناده صحيح بحواله الحديث: ٣٣، ص: ٣٣.

❸ تهذيب التهذيب لابن حجر: ٦/ ٢٨٠، ٢٨١ إسناده صحيح وروى ابن أبي خيثمة في التاريخ.

١١٥هـ) فأنا سمعته منه، وإن لم أقل سمعت". ❶

یعنی ابن جریج کی عطاء بن أبی رباح سے "عن" والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

حدثنا عبد الرحمن، نا محمد بن إبراهيم، نا عمرو بن علی قال: سمعت يحيى بن سعيد القطان يقول: "أحاديث ابن جريج، عن ابن أبي مليكة كلها صحاح"❷

یعنی ابن جریج کی "عن" ابن أبی ملیکۃ والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

۷۔ عکرمۃ بن عمار الیمامی (متوفی: ۱۵۹ھ):

یہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔

حدثنا عبد الرحمن، نا أبي (أحمد بن حنبل)، نا أبو قدامة، عبيدالله بن سعيد السرخسی، قال سمعت عبد الرحمن بن مهدی، قال: قال لی سفيان الثوری بمنی: مربنا إلی عكرمة بن عمار اليمامي، قال: فجعل يملی علی سفيان ويوفقه عند كل حديث: قل حدثني: سمعت"❸

یعنی سفیان ثوری کی "عن" عکرمہ بن عمار والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

۸۔ عمرو بن عبداللہ السبیعی الکوفی (تقریباً ۳۵ھ، ۱۲۷ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

قال يحيى (بن سعيد القطان): "كل شيء يحدث به شعبة (بن الحجاج)، عن رجل فلا تحتاج أن تقول عن ذاك الرجل أنه

---

❶ التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة: ص ١٥٢، ١٥٧، إسناده صحيح.

❷ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ٢١١، إسناده صحيح.

❸ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ١٢٦، إسناده صحيح.

سمع فلانًا، قد كفاك أمره"[1]

قال شعبة (بن الحجاج): "كفيتكم تدليس ثلاثة: الأعمش وأبي إسحاق (عمرو بن عبدالله) وقتادة."[2]

یعنی اَبی اسحاق سے جب امام شعبہ بن حجاج روایت کریں تو اَبی اسحاق کی "عن" والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

۹۔ قتادہ بن دعامۃ السدوسی البصری (۶۱ھ، ۱۱۸ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

قال يحيى (بن سعيد القطان): "كل شيء يحدث به شعبة (بن الحجاج)، عن رجل فلا تحتاج أن تقول عن ذاك الرجل أنه سمع فلانًا، قد كفاك أمره"[3]

قال شعبة (بن الحجاج): "كفيتكم تدليس ثلاثة: الأعمش وأبي إسحاق (عمرو بن عبدالله) وقتادة."[4]

قال شعبة (بن الحجاج): كنت اتفقدفم قتادة، فإذا قال سمعت وحدثنا تحفظته فإذا قال حدث فلان تركته."[5]

یعنی قتادہ بن دعامہ سے جب امام شعبہ روایت کریں تو قتادہ بن دعامہ کی "عن" والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

---

[1] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ١٥٧، إسناده صحيح.
[2] مسألة التسمية لمحمد بن طاهر المقدسي، ص ١٤٧، إسناده صحيح.
[3] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ١٥٧، إسناده صحيح.
[4] مسألة التسمية لمحمد بن طاهر المقدسي، ص ١٤٧، إسناده صحيح.
[5] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ١٦٠، إسناده صحيح.

۱۰۔ مبارک بن فضالۃ البصری (متوفی: ۱۶۵ھ):

یہ سنن أبی داؤد، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ وغیرہ کے راوی ہیں۔

قال عبد الرحمن بن مهدی (۱۳۵ھـ، ۱۹۸ھـ): "مبارك بن فضالة يدلس وكنا لا نكتب عنه إلا ما قال: سمعت الحسن" ❶

یعنی مبارک بن فضالہ سے جب امام عبدالرحمٰن بن مہدی روایت کریں تو مبارک بن فضالہ کی "عن" والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

۱۱۔ محمد بن فضیل بن غزوان (متوفی: ۱۹۵ھ):

"كان المغيره يدلس فكنا لا نكتب عنه إلا ما قال: حدثنا إبراهيم. ❷

یعنی مغیرہ بن مقسم (متوفی: ۱۳۶ھ) سے جب محمد بن فضیل بن غزوان روایت کریں تو مغیرہ بن مقسم کی "عن" والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

۱۲۔ ہشام بن حسان البصری (متوفی: ۱۴۸ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

نا عبد الرحمن، نا محمد بن أحمد بن البراء البغدادي، قال: قال علي بن المديني: "أما أحاديث هشام (بن حسان) عن محمد (بن سيرين)، فصحاح" ❸

یعنی ہشام بن حسان "عن" محمد بن سیرین روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

---

❶ مسند علي بن الجعد: ص ۴۷۱، ت ۳۲۷۱، إسناده حسن.

❷ مسند علي بن الجعد، ص: ۱۱۰، ت ٦٤٤، اسناده حسن.

❸ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۹/ ۷۱، إسناده صحيح.

۱۳۔عمر بن علی المقدمی (متوفی: ۱۹۰ھ):

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

قال عفان بن مسلم (۱۳۰ھـ، ۲۲۰ھـ): "كان عمر بن علي رجلًا صالحًا ولم يكونوا ينقمون عليه شيئًا غير أنه كان مدلسًا وأما غير ذلك فلا، ولم أكن أقبل منه حتى يقول: حدثنا." [1]

یعنی عمر بن علی سے جب امام عفان بن مسلم روایت کریں تو عمر بن علی کی "عن" والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

معنعن ومؤنن:

لغت میں "عنعن" سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں عن عن کہنا، اصطلاح میں اس روایت کو معنعن کہا جاتا ہے جسے راوی لفظ "عــــن" کے ساتھ روایت کرے یعنی راوی کا یہ کہنا کہ "فلاں عن فلاں" [2]

۱:...... امام نووی رحمہ اللہ نے معنعن روایت کے متعلق فرمایا:

"فروع احدها: الاسناد المعنعن وهو فلان عن فلان قيل، انه مرسل والصحيح الذى عليه العمل وقاله الجماهير من اصحاب الحديث، والفقه والاصول، انه متصل بشرط ان لا يكون المعنعن مدلسا وبشرط امكان لقا."

ان فروعات میں سے ایک یہ ہے کہ اسناد معنعن جو فلان عن فلان پر مشتمل ہو کہا گیا کہ یہ مرسل ہے اور وہ قول جو صحیح ہے اور جس کے جمہور محدثین، فقہاء

---

[1] طبقات ابن سعد، مترجم: ۷/ ۳۱۱، إسناده صحيح.

[2] التحديث في علوم الحديث: ص ۱۹۳.

اور اصحاب اصول قائل ہیں نیز جس پر عمل بھی ہے وہ یہ کہ اس شرط کے ساتھ متصل ہے کہ عنعن کرنے والا مدلس نہ ہو اور راوی کی جس سے وہ روایت کر رہا ہے، ملاقات ممکن ہو۔‘‘ ❶

۲:...... امام ذہبی رحمہ اللہ نے معنعن روایت کے بارے میں فرمایا:

”ثم بتقدير يتقن اللقاء يشترط أن لا يكون الراوي عن شيخه مدلّسًا فإن لم يكن حملناه على الاتصال فإن كان مدلسًا فالأظهر أنه لا يحمل على السماع.“

’’پھر اگر ملاقات کا یقین ہو تو اس حالت میں شرط یہ ہے کہ راوی اپنے استاذ سے مدلس (تدلیس کرنے والا) نہ ہو، پس اگر وہ نہ ہو تو ہم اسے (عن والی روایت کو) اتصال پر محمول کرتے ہیں پس اگر وہ مدلس ہو تو ظاہر یہی ہے کہ وہ سماع پر محمول نہیں ہے۔‘‘ ❷

۳:...... امام بدر الدین محمد بن ابراہیم بن جماعہ (متوفی: ۷۳۳ھ) نے معنعن روایت کے بارے میں فرمایا:

”والصحيح الذي عليه جماهير العلماء والمحدثين والفقهاء والأصوليين أنه متصل إذا أمكن لقاؤهما مع براء تهما من التدليس.“

’’اور صحیح یہ ہے، جس پر جمہور علماء، محدثین، فقہاء اور اصول کے ماہرین (متفق) ہیں کہ وہ متصل ہے بشرطیکہ ملاقات ممکن ہو اور استاذ شاگرد دونوں

❶ تقريب النووى، مترجم: ص ۱۰۲، ۱۰۳ .

❷ الموقظة للذهبى: ص ٤٥ .

تدلیس سے بری ہوں۔"❶

۴:......امام العراقی رحمہ اللہ (متوفی:۸۰۶ھ) نے فرمایا:

"وصحو اوصل معنعن سلم، من دلسة راوية واللقا علم"

"اور انھوں (محدثین) نے اس معنعن روایت کو موصول صحیح قرار دیا ہے، جو راوی کی تدلیس (عن) سے محفوظ ہو (اور استاذ، شاگرد) کی ملاقات معلوم ہو۔"❷

۵:......امام علی بن محمد علی بن الحسینی (متوفی:۸۱۶ھ) نے فرمایا:

"والصحيح أنه متصل إذا أمكن اللقاء مع البراة عن التدليس"

"اور صحیح یہ ہے کہ وہ متصل ہے، بشرطیکہ ملاقات ممکن ہو اور راوی تدلیس سے بری ہو۔"❸

۶:......سیوطی (۸۴۹ھ، ۹۱۱ھ) نے معنعن روایت کے بارے میں فرمایا:

"ومن روى بعن وأن فاحكم بوصله إن اللقاء يعلم ولم يكن مدلسًا."

"اور جو "عــن" اور "أن" سے روایت بیان کرے تو اُس کے متصل ہونے کا فیصلہ کرو، بشرطیکہ ملاقات معلوم ہو اور وہ مدلس نہ ہو۔"❹

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"صحة الاحتجاج بالحديث المعنعن إذا أمكن لقآء المعنعنين ولم يكن فيهم مدلس."

---

❶ المنهل الراوی: ص ۴۸ شاملة.

❷ الفية العراقی: ص ۱۰۵، شاملة.

❸ رسالة في اصول الحديث: ص ۷۸ شاملة.

❹ الفية السيوطی، ص: ۱۸ شاملة.

''معنعن حدیث سے حجت پکڑنا صحیح ہے، جب کہ معنعن والوں کی ملاقات ممکن ہو اور ان میں کوئی تدلیس کرنے والا نہ ہو۔'' ❶

۷:...... امام أبي عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم رحمہ اللہ نے فرمایا:

"هٰذا النوع من هذه العلوم هو (معرفة) الأحاديث المعنعنية وليس فيها تدليس، وهى متصلة بإجماع أئمة أهل النقل على تورّع رواتها عن أنواع التدليس."

''یہ قسم معنعن'' احادیث کا علم ہے جن میں تدلیس نہ ہو۔ یہ باجماع ائمۂ حدیث متصل ہوتی ہے بشرطیکہ اس کے رواۃ تدلیس سے ہر طرح بری ہوں۔'' ❷

۸:...... امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ معنعن روایت یعنی "فلان عن فلان" کو قابل حجت سمجھتے ہیں جیسا کہ انھوں نے دیگر محدثین سے ثابت کیا ہے۔ امام مسلم کے نزدیک "عن" کے ساتھ روایت کرنے والا راوی مدلس نہ ہو اور جس سے وہ روایت کر رہا ہے اس سے ملاقات ممکن ہو تو وہ روایت متصل ہوگی۔ ❸

۹:...... امام شافعی رحمہ اللہ بھی معنعن روایت کو قابل حجت سمجھتے ہیں بشرطیکہ وہ راوی تدلیس کرنے والا نہ ہو اور اپنے استاد سے اس کی ملاقات ممکن ہو تو "فلاں عن فلاں" اتصال پر محمول ہوگا۔ ❹

لغت میں انن سے اسم مفعول ہے جس کے معنی "اَنّ ، اَنّ" کہنا ہے اصطلاح میں وہ روایت ہے جو ان الفاظ سے مروی ہو: حدثنا "فلان اَنّ فلانًا قال" جمہور محدثین فرماتے ہیں کہ: "اَنّ" بھی "عن" کی مانند ہے، حدیث مؤنن کو سماع پر ہی محمول کیا جائے گا

❶ صحيح مسلم، مترجم: ۱/ ٦۱.

❷ معرفة علوم الحديث، مترجم: ص ۸۸، دوسرا نسخة: ص ۳٤.

❸ تفصیل کے لیے دیکھیے: صحيح مسلم، مترجم: ۱/ ٦۲ تا ۷۳.

❹ الرسالة للشافعي، مترجم: ص ۲۲۷، ۲۲۸.

جب کہ اس میں ''معنعن'' کے لیے ذکر کردہ شرائط پائی جائیں (تو قابل حجت ہے)❶

معنعن ومؤنن کی مثال:

حدثنا يحيى عن مالك عن نافع أنّ عبدالله بن عمر...... الخ❷

اس روایت میں امام یحیٰ "عن" سے امام مالک "عن" سے امام نافع "أنّ" سے روایت کر رہے ہیں اور تینوں کی آپس میں ملاقات ثابت ہے اور تینوں میں سے کوئی مدلس بھی نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں "عن" اور "أنّ" سماع پر محمول ہے۔
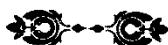
❶ التحديث في علوم الحديث: ص ١٩٤، وتقريب النووی، مترجم، ص: ١٠٥، دوسرا نسخة: ص ٢٥٥، ٢٥٦.

❷ موطا مالك، مترجم: ص ٧٢.

باب 3

بیانِ خبرِ مردود بلحاظِ طعن راوی

راوی میں دس سبب سے طعن کیا جاتا ہے ان میں سے پانچ کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق ضبط سے ہے۔ ❶

موضوع:

موضوع وضع سے ماخوذ ہے جس کے معنی پھینکنا یا گرانا ہے، کہا جاتا ہے:

"وضع فلان الشيء اى القاه من يده." ❷

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واما من حيث اللغة، فقد قال ابو الخطاب ابن دحيه، الموضوع، الملصق، وضع فلان على فلان كذا اى الصقه به وهو ايضا، الحط والاسقاط والاول اليق بهذه الحيثية." ❸

''جہاں تک لغوی معنی کا تعلق ہے تو ابوالخطاب ابن دحیہ کا کہنا ہے کہ موضوع کے معنی غلط طور پر منسوب بات ہے کہا جاتا ہے فلاں شخص نے دوسرے پر وضع کیا یعنی اس کے ذمہ ایسی بات لگائی جو اس نے نہیں کہی اس کے معنی پھینکنا اور گرانا بھی ہے لیکن اس موقع کے لیے پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں۔''

"ووضع منه فلان اى حط من درجته والوضيع الدنى من

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٥٣ .

❷ المعجم الوسيط: ٢/ ١٠٥١ .

❸ النكت: ٢/ ٨٣٨ـ والقاموس: ٣/ ٩٤، ماده وضع .

الناس ." ❶

"اس سے فلاں شخص گرا یعنی اپنے مرتبہ سے گرا اور وضع کے معنی گھٹیا انسان۔"

لغوی طور پر یہ لفظ رتبہ اور مقام کے لحاظ سے انتہائی نیچے اور گری ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں وہ جھوٹی، خود ساختہ اور مصنوعی بات جسے رسول اللہ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو، وہ حدیث موضوع (جھوٹی) کہلاتی ہے۔ ❷

وضع کے اسباب:

وضع کرنے والے کے لیے وضع حدیث کا باعث یا تو بے دینی ہے، جیسے زنادقہ، یا جہالت کا غلبہ جسے مصنوعی عبادت گزار یا عصبیت کا افراط جیسے مقلدین یا خواہشات کے پیرو بعض حکام یا شہرت کی خاطر انوکھی بات کرنا، پھر کبھی موضوع روایت کو خود واضع تراش لیتا ہے اور کبھی سلف صالح، حکماء متقدمین کے کلام یا بنی اسرائیل کے قصص سے اخذ کرتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ ضعیف اسناد کو پکڑتا ہے اور اس کے ساتھ صحیح اسناد جوڑتا ہے تاکہ اسے رواج دے۔ ❸

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے عابد واعظین لوگوں کو اتنا جھوٹا کسی چیز میں نہیں دیکھا جتنا جھوٹا حدیث کی روایت کرنے میں دیکھا۔ ❹

موضوع حدیث کی معرفت:

موضوع حدیث کی پہچان یہ ہے، کہ وضع کرنے والا اقرار کرے یا کوئی ایسا امر جو اس کے اقرار کے قائم مقام ہو کبھی راوی اور مروی کی حالت کے قرینے سے بھی موضوع حدیث کو پہچان لیتے ہیں بعض ایسی طویل موضوع حدیثیں جن کے الفاظ اور معانی کی رکاکت ان

---

❶ لسان العرب: ٨/ ٣٩٧.
❷ مقدمة ابن الصلاح، مترجم: ص ٤٥.
❸ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٥٤، ٥٥.
❹ صحيح مسلم، مترجم: ١/ ٣٦.

کے موضوع ہونے کی شہادت دیتی ہیں۔ ❶ ایک قرینہ وہ ہے جو مروی کے حال سے متعلق ہے کہ روایت قرآن مجید کی نص، سنت متواترہ، اجماع قطعی یا صریح عقل کے خلاف ہو کہ اس کی تاویل نہ ہو سکے، تو وہ حدیث موضوع قرار دی جائے گی۔ ❷

محمد بن سائب الکلبی (کذاب راوی) نے خود اعتراف کیا کہ میں (محمد بن سائب الکلبی) نے جو أبي صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ سارا جھوٹ ہے۔ ❸ اسی طرح خوارج کا ایک شخص تائب ہونے کے بعد کہتا تھا، تم اچھی طرح جائزہ لو کہ دین کس سے حاصل کر رہے ہو، کیونکہ ہم جب کسی امر کی خواہش کرتے اسے حدیث کی صورت دے دیتے تھے۔ ❹

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام ابن خزیمہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن صالح کا ایک پڑوسی تھا جسے ان سے عداوت تھی وہ شخص عبداللہ بن صالح کے نام پر حدیثیں وضع کر کے اور ان کے خط کے مشابہ خط میں لکھ کر ان کی کتابوں میں ڈال دیتا، عبداللہ بن صالح کو یہ گمان ہوتا کہ ان کا لکھا ہوا ہے لہٰذا وہ اس کی روایت کر دیتے۔ ❺

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ سیف بن عمر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ سعد بن طریف کے پاس بیٹھے تھے کہ اس کا بیٹا معلم (استاد) کے پاس سے روتا ہوا آیا۔ پوچھنے پر لڑکے نے بتایا کہ اسے استاد نے مارا ہے، سعد بن طریف کہنے لگا آج میں اسے رسوا کروں گا، پھر روایت بیان کی: مجھ سے عکرمہ نے بواسطہ ابن عباس مرفوعاً بیان کیا ہے تمہارے بچوں کے معلم شریر ترین ہیں، یتیم پر کم رحم کرنے والے اور مسکین پر بہت

❶ مقدمة ابن الصلاح، ص ٤٧. ❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٥٤.

❸ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ٩٨، وإسناده صحيح.

❹ الكفاية للخطيب: ص ١١٤، إسناده حسن.

❺ كتاب المجروحين لابن حبان: ١/ ٥٣٤.

سختی کرنے والے ہیں۔ ❶ (یہ روایت موضوع ہے)

امام علی بن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے عمر بن صبح (کذاب راوی) سے سنا، اس نے کہا میں (عمر بن صبح) نے رسول اللہ کے نام پر خطبہ وضع کیا ہے۔ ❷

مامون بن أحمد الہروی (کذاب راوی) سے کہا گیا کہ خراسان میں امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے اتباع کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے تو اس نے کہا: ہم سے أحمد بن عبداللہ نے بیان کیا، اور ان سے عبداللہ بن معدان الازی نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا، میری امت کا محمد بن ادریس نامی شخص میری امت کے لیے ابلیس سے زیادہ ضرر رساں ہوگا، اور میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے ابو حنیفہ (نعمان بن ثابت) کہا جائے گا وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔ ❸ (یہ روایت موضوع ہے)

موضوع حدیث کی مثال:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مرفوعا بیان کرتے ہیں جب آدم علیہ السلام غلطی کے مرتکب ہوئے تو انہوں نے دعا کی، اے میرے رب! میں تجھ سے محمد علیہ السلام کے طفیل سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے محمد علیہ السلام کو کیسے معلوم کیا جب کہ میں نے اس کو پیدا ہی نہیں کیا۔ انہوں نے کہا، اے میرے رب! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ کے ساتھ بنایا اور مجھ میں اپنی روح کو پھونکا تو میں نے اپنا سر اٹھایا (اور) عرش کے پایوں پر میں نے دیکھا، لکھا ہوا تھا: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ❹، میں نے جان لیا

---

❶ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ٤/ ٣٨٧۔ وتذکرۃ الموضوعات للطاہر: ص ٢٥٨ .

❷ التاریخ الأوسط للبخاری: ٢/ ١٥٢ إسنادہ حسن .

❸ کتاب المجروحین لابن حبان: ٢/ ٣٨٤ .

❹ یہ دو علیحدہ علیحدہ کلمے ہیں جنھیں جوڑ دیا گیا ہے واؤ عطفی کے بغیر لکھنے اور پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (راقم الحروف)

کہ جس کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ کیا اس سے زیادہ قدر و منزلت والا تیرے نزدیک اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا یقیناً وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے تو اس کے طفیل مجھ سے دعا کر بلاشبہ میں نے تجھے معاف کر دیا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ ❶

یہ حدیث من گھڑت ہے اس روایت کی سند میں راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے جس کی اپنے باپ سے بیان کردہ حدیثیں موضوع (جھوٹی) ہیں یہ روایت بھی اس نے اپنے باپ سے بیان کی ہے اور اس سند میں کئی راوی مجہول ہیں، نیز یہ راوی خود بھی سخت مجروح ہے۔ مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

امام حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے باپ سے موضوع (جھوٹی) حدیثیں بیان کرتا ہے، صاحب فن لوگ غور فرمائیں تو ان پر مخفی نہیں رہے گا کہ ان کی احادیث کو اس وجہ سے موضوع کہا جاتا ہے۔ ❷ امام ابونعیم نے فرمایا: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی اپنے باپ سے بیان کردہ حدیثیں کچھ چیز نہیں ہے۔ ❸

امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث باطل ہے۔ ❹ امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث باطل (جھوٹ) ہے۔ ❺

علامہ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ روایت من گھڑت ہے۔ ❻

موضوع حدیث بیان کرنا حرام ہے:

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہر قسم کی وضع حدیث باجماع علماء حرام ہے،

---

❶ مستدرك حاكم: ٣/ ٢١٥، ٢١٦، ح ٤٢٨١۔ والمعجم الصغير للطبرانی، مترجم: ص ٥٢٧، ٥٢٨۔ دوسرا نسخہ: ٢/ ٨٢، ٨٣۔ تاریخ ابن کثیر، مترجم: ١/ ١٣٥ .

❷ المدخل الی الصحیح للحاکم: ٩٧ .

❸ کتاب الضعفاء لأبی نعیم: ١٢٢ . ❹ میزان الاعتدال للذهبی: ٢/ ٥٠٤۔

❺ لسان المیزان لابن حجر: ٣/ ٣٦٠ . ❻ سلسلة الاحادیث الضعیفة، مترجم: ٢٥ .

موضوع (جھوٹی) حدیث کی حرمت پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور یہ کہ روایت کرتے وقت اس کے موضوع (جھوٹی) ہونے کی تصریح کر دے اس کی اساس نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے
''جو مجھ سے حدیث بیان کرے اور وہ خیال کرتا ہو کہ وہ جھوٹ (موضوع) ہے، تو وہ خود جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا (کذاب) ہے۔ ❶

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کسی شخص کے لیے جو موضوع حدیث کو جانتا ہے اسے کسی طرح بھی روایت کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کے موضوع ہونے کا بھی ذکر کرے۔ ❷

متروک:

لغت میں متروک، ترک سے اسم مفعول ہے، اہل عرب انڈے کے اس خول کو جس سے بچہ نکل چکا ہو، متروک کہتے ہیں یعنی ایسی چھوڑی ہوئی چیز جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ ❸
اصطلاحاً وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو، جس پر ''متہم بالکذب'' جھوٹ بولنے کا الزام ہو۔

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مردود کی دوسری قسم وہ حدیث ہے جو راوی پر جھوٹ کی تہمت کی وجہ رد کی جاتی ہے اور اسے متروک کہتے ہیں۔ ❹

ایسا راوی جو اپنی روزمرہ زندگی میں جھوٹ بولنے کے لیے معروف ہو لیکن احادیث نبوی میں اس کا جھوٹ بولنا ظاہر نہ ہو۔ ❺

متروک حدیث کی مثال:

علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا، میں نے غسل جنابت کیا اور میں نے صلوٰۃ فجر ادا کی، پھر میں نے ناخن برابر جگہ خشک

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٥٥۔ وصحيح مسلم، مترجم: ١/ ٢٦ .
❷ مقدمة ابن الصلاح: ص ٤٧ . ❸ القاموس: ٣/ ٣٠٦ .
❹ نزهة النظر لابن حجر: ص ٩٧ . ❺ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٥٦ .

دیکھی جہاں پانی نہیں پہنچا تھا تو رسول اللہ نے فرمایا: اگر تم اپنا گیلا ہاتھ اس پر پھیر دیتے تو وہ تمہارے لیے کافی ہوتا۔ ❶

یہ حدیث سخت ضعیف ہے اس کی سند میں محمد بن عبیداللہ بن أبی سلیمان العرزمی الفزاری ابوعبدالرحمٰن الکوفی راوی حدیث میں ''متروک'' ہے وضاحت ملاحظہ فرمائیں: امام نسائی نے فرمایا: یہ متروک الحدیث ہے۔ ❷

امام أحمد بن حنبل نے فرمایا: محدثین نے اس کی احادیث کو چھوڑ دیا تھا۔ ❸ مزید فرمایا: میں اس کی حدیث میں سے کوئی چیز بھی روایت نہیں کرتا۔ ❹ امام دارقطنی نے فرمایا: یہ سخت ضعیف ہے۔ ❺

امام ابن المبارک، امام یحیٰی القطان اور امام ابن مہدی نے اس کو ترک (چھوڑ) کر دیا تھا۔ ❻ امام الجوزجانی نے فرمایا: یہ ساقط ہے۔ ❼ امام بیہقی نے فرمایا: یہ ضعیف، متروک الحدیث ہے۔ ❽ امام ابن شاہین نے اس کا ذکر ''الضعفاء والکذابین'' میں کیا ہے۔ ❾ امام ابن الجوزی نے بھی اس کا ذکر ''الضعفا والمتروکین'' میں کیا ہے۔ ❿ امام ابوزرعہ رازی نے اس کا ذکر ''الضعفاء'' میں کیا ہے۔ ⓫ امام عمرو بن علی کہتے ہیں، امام یحیٰی اور امام عبدالرحمٰن اس سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے امام یحیٰی بن معین نے فرمایا: اس کی حدیث نہ لکھی

---

❶ سنن ابن ماجة: ٦٦٤.
❷ الضعفاء والمتروكين للنسائي: ص ٣٠٢.
❸ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ١/ ٣١٣، ٣١٤.
❹ مسند أحمد: ٢/ ٢٠٨.
❺ كتاب العلل للدارقطني: ٥/ ١٣٩.
❻ السنن الدارقطني: ٤/ ١٣٠.
❼ احوال الرجال للجوزجاني: ٤٩.
❽ السنن الكبرى للبيهقي: ١/ ٣٤٣، ٦/ ١١٠.
❾ الضعفاء والكذابين لابن شاهين: ٥٤٤.
❿ الضعفاء والمتروكين للجوزي: ٣/ ٨٣.
⓫ كتاب الضعفاء لأبي زرعة: ٢/ ١٦٤.

جائے، امام عمرو بن علی نے فرمایا: یہ متروک الحدیث ہے۔ امام ابوحاتم نے فرمایا: یہ حدیث میں سخت ضعیف ہے۔ امام ابوزرعہ نے فرمایا: اس کی حدیث نہ لکھی جائے اور ہم نے اس سے حدیث لکھنا چھوڑ دی ہے۔ ❶ امام ذہبی نے فرمایا: محدثین نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ ❷

امام ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: یہ متروک ہے۔ ❸

منکر:

منکر انکار سے اسم مفعول ہے جو اقرار کی ضد ہے ❹ اصطلاح میں منکر حدیث کی دو تعریفیں کی گئی ہیں۔

ا:...... اگر راوی فحش الغلط (بکثرت غلطی کرنا) یا کثرت غفلت (کثرت سے غفلت کا شکار) کا مرتکب ہو، یا اس کا فسق (کبیرہ گناہ یا صغیرہ گناہ پر اصرار) ظاہر ہو جائے تو اس کی حدیث ''منکر'' ہوگی۔ ❺

۲:...... اگر ضعیف راوی حدیث میں ثقہ راوی کی مخالفت کریں تو اس ضعیف راوی کی حدیث ''منکر'' ہوگی اور اس کے مقابل کی حدیث کو معروف کہا جاتا ہے۔ ❻

منکر حدیث کی مثال:

عن سعيد بن بشير، عن قتادة، عن أنس، قال: قال رسول الله أكثروا على الصلاة يوم الجمعة.

''رسول اللہ نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر درود بکثرت پڑھا کرو۔''

امام ابن أبي حاتم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں میرے والد (امام

---

❶ الجرح والتعديل لابن أبی حاتم: ۸/ ۵، ۶.

❷ ديوان الضعفاء والمتروكين للذهبی: ص ۳٦٤.

❸ تقريب التهذيب لابن حجر: ص ۳۰۹. ❹ التحديث في علوم الحديث، ص: ۲۱۵.

❺ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٥٦.

❻ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۳۸.

ابوحاتم) کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند سے منکر (ضعیف) ہے۔ ❶

یہ حدیث اس سند سے اس لیے منکر ہے کہ اس میں راوی سعید بن بشیر فاحش الخطاء اور برے حافظہ والا ہے۔ ❷ (اور ضعیف ہے اور قتادہ عن سے روایت کر رہا ہے) نیز اس حدیث کے تمام شواہد ضعیف ہیں تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب "الصحيفة في الاحاديث الضعيفة من سلسلة الاحاديث الصحيحة للالباني" کا صفحہ ۴۰ سے صفحہ ۴۸ تک پڑھیے۔

دوسری مثال:

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک ذمی (کافر) کے بدلے رسول اللہ نے ایک مسلم کو قتل کیا، اور رسول اللہ نے فرمایا: میں زیادہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہوں۔ ❸

اول:...... یہ حدیث منکر ہے اس روایت کی سند میں ابراہیم بن محمد بن أبي یحییٰ الاسلمی ابواسحاق المدنی راوی سخت ضعیف بلکہ بعض محدثین نے کذاب کہا ہے (نیز دوسرا راوی عمار بن مطر سخت مجروح ہے)۔

دوم:...... یہ حدیث صحیح حدیث کے مخالف ہے کیونکہ صحیح بخاری میں حدیث ہے رسول اللہ نے فرمایا: مسلم کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

ابراہیم بن محمد کے بارے میں مختصر وضاحت ملاحظہ فرمائیں، امام علی بن المدینی نے فرمایا: یہ کذاب اور قدری تھا۔ ❹ امام نسائی نے فرمایا: وہ متروک الحدیث ہے۔ ❺ امام

---

❶ علل الحديث لابن أبي حاتم: ١/ ٤٨٨.

❷ كتاب المجروحين: ١/ ٣١٩.

❸ السنن الكبرى للبيهقي، مترجم: ١٠/ ١٥٦۔ دوسرا نسخہ: ٨/ ٣٠۔ شرح معاني الآثار الطحاوي، مترجم: ٣/ ٢٧٨.

❹ سوالات محمد بن عثمان بن أبي شيبة: ص ١٢٤.

❺ الضعفاء والمتروكين للنسائي: ص ٢٨٣.

یعقوب بن سفیان الفسوی نے فرمایا: یہ متروک الحدیث ہے۔ ❶ امام مالک بن انس نے فرمایا: وہ دین میں ثقہ نہیں۔

امام أحمد بن حنبل نے فرمایا: اس کی حدیث نہ لکھی جائے لوگوں (محدثین) نے اس کی حدیث کو چھوڑ دیا تھا، یہ منکر حدیثیں روایت کرتا تھا جس کی کوئی اصل نہیں، امام ابو حاتم نے فرمایا: یہ کذاب، متروک الحدیث ہے اور امام ابن المبارک نے اُس کی حدیث کو چھوڑ دیا تھا۔ ❷

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ کچھ چیز نہیں۔ ❸ اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ ❹ مزید فرمایا: وہ ثقہ نہیں، کذاب ہے۔ ❺ امام ذہبی نے فرمایا: محدثین نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ ❻ (امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ روایت ابن عمر سے موصول غلط ہے یہ مرسل ہے)

اس روایت کے تمام شواہد ضعیف ہیں، نیز ابراہیم بن محمد بن أبی یحییٰ الاسلمی راوی مدلس ہے۔ ❼ اور یہ ''عن'' سے روایت کر رہا ہے۔

معلل:

لغوی طور پر ''أَعَـلَّ'' کا اسم مفعول ہے اور اسے معلل کہنا غیر معروف لغت ہے بلکہ اس لفظ کو ''مُعَلّ'' پڑھنا زیادہ صحیح ہے بعض محدثین اسے معلول بھی کہتے ہیں۔ جو اہل زبان کے نزدیک انتہائی کمزور ہے کیونکہ رباعی فعل کا اسم مفعول اس وزن پر نہیں آتا۔ اصطلاح محدثین میں ''معلل'' وہ حدیث ہوتی ہے جس میں کوئی ایسی پوشیدہ علت پائی جائے جو حدیث کی صحت پر اثر انداز ہو اور اس حدیث کا ظاہری پہلو بالکل صحیح سالم ہو۔ معلل حدیث میں دو بنیادی چیزوں کا ہونا ضروری ہے، پوشیدگی اور صحت حدیث پر اثر انداز ہونا۔

---

❶ المعرفة والتاريخ للفسوی: ۳/ ۲۱۰ . ❷ الجرح والتعديل لابن أبی حاتم: ۲/ ۷۳ .
❸ سوالات ابن الجنيد: ص ۲۲ . ❹ تاريخ يحي بن معين: ۱/ ۷٤ .
❺ الجرح والتعديل لابن أبی حاتم: ۲/ ۷۳، إسناده صحيح .
❻ المغنی فی الضعفاء للذهبی: ۱/ ٤٤ .
❼ الفتح المبين في تحقيق المدلسين، ص: ۷٤ .

اگر یہ دونوں بیک وقت نہ پائے جائیں تو حدیث معلل نہ ہوگی۔ بعض محدثین نے اس اصطلاحی معنی کے علاوہ بھی علت کا استعمال کیا ہے، اگرچہ وہ علت پوشیدہ اور اثر انداز نہیں ہوتی مثلاً راوی کا جھوٹا ہونا یا اس کا غفلت کا شکار ہونا یا اس کے حافظے میں کسی خرابی کا ہونا یہاں تک امام ترمذی نے نسخ پر علت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بعض دفعہ ثقہ راویوں کی موصولاً بیان کی ہوئی روایت کو اگر مرسل بیان کر دیا جائے تو اس پر بھی علت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

علت کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ علت کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کے تمام طرق کو جمع کیا جائے اور ان کے لفظی اختلاف پر نظر رکھی جائے اور راویوں کے ضبط وحفظ کا باہمی موازنہ کرتے ہوئے دیکھا جائے کہ کونسا راوی کس لفظ کے بیان کرنے میں منفرد ہے اور اس کی ذاتی حیثیت کیسی ہے؟ کہیں اس راوی نے مرفوع حدیث کو مرسل (یا مرسل کو مرفوع) یا مرفوع کو موقوف (یا موقوف کو مرفوع) تو نہیں کر دیا یا کسی ایک حدیث کے لفظ کو دوسری حدیث میں داخل تو نہیں کر دیا، بعض دفعہ علت سند میں پائی جاتی ہے اور یہ عام ہے اس طرح کی علت کبھی تو متن سند دونوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور کبھی یہ علت سند پر تو اثر انداز ہوتی ہے لیکن متن کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور بعض دفعہ علت متن میں پائی جاتی ہے اور ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ ❶

راوی میں وہم کا پایا جانا، جس حدیث کے راوی میں حدیث مرسل یا منقطع کو موصول (مرفوع) قرار دینے سے یا ایک حدیث کو دوسری میں داخل کرنے سے یا حدیث موصول کو مرسل یا حدیث مرفوع کو موقوف بنانے سے یا اس کے مانند کسی اور قرینہ سے جو تتبع واحاطہ اسانید سے معلوم ہوتا ہے، وہم ثابت ہو تو اس حدیث کو "معلَّل" کہا جاتا ہے۔ ❷

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معلول وہ (حدیث) ہے جس کی علت کے بارے میں یہ

❶ مقدمة ابن الصلاح، مترجم: ص ٤٠، ٤١.

❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٥٦.

معلوم ہو کہ راوی نے ایک حدیث دوسری حدیث میں داخل کر دی ہے یا اس میں راوی کو وہم ہوا ہو یا ایک راوی نے مرسل بیان کی ہو اور جسے وہم ہوا اس نے اسے موصول (مرفوع) بیان کر دیا۔ ❶

معلل حدیث کی معرفت:

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علل حدیث کی معرفت ایک دقیق علم ہے اور علت کی اطلاع صرف اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے وسیع حافظہ اور فہم دقیق دیا ہو، نیز اسے راویان حدیث کے مراتب ومدارج اور اسانید ومتون کی بھی کامل معرفت حاصل ہو، اسی لیے امام علی بن مدینی، امام أحمد بن حنبل، امام بخاری، امام یعقوب بن شیبہ، امام ابو حاتم، امام ابو زرعہ رازی اور امام دارقطنی رحمہم اللہ وغیرہ تھوڑے سے محدثین نے اس موضوع پر بحث کی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ناقد حدیث کسی معلل حدیث کے معلول ہونے کے دعوئ پر دلیل قائم کرنے سے قاصر ہوتا ہے جیسے صراف درہم و دینار کی پرکھ پر کھوٹ کو پہچانتا ہے لیکن نشاندہی نہیں کر سکتا۔ ❷

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں، واضح رہے کہ علل حدیث کی معرفت علوم الحدیث میں ادق اور اشرف علم ہے اور اس کی معرفت صرف انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے، جو صاحب حفظ وبصیرت ہوں اور جن کا فہم تیز ہو۔ ❸

امام ابن رجب رحمہ اللہ (۷۳۶ھ، ۷۹۵ھ) نے فرمایا: حفاظ حدیث میں سے نقاد محدثین کو حدیث سے کثرت ممارست رجال کی معرفت اور ان میں ہر ایک حدیث کے بارے میں علم کی وجہ سے خاص فہم حاصل ہوتا ہے جس سے انہیں سمجھ آ جاتی ہے کہ یہ حدیث

---

❶ معرفة علوم الحديث، مترجم: ص ٢٠٤.

❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٥٧.

❸ مقدمة ابن الصلاح: ص ٤٢.

فلاں شخص کی حدیث کے مشابہہ ہے اور فلاں شخص کی حدیث کے مشابہ نہیں اس طریق پر وہ احادیث کو معلل قرار دیتے ہیں۔ ❶

ایک شخص نے امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ سے معلل حدیث کے بارے میں وضاحت پوچھی تو انہوں نے فرمایا: تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے کہ تم صراف کے پاس جاؤ اور اسے اپنے درہم دکھاؤ اور پھر وہ یہ کہے کہ یہ عمدہ ہے اور یہ کھوٹا ہے کیا تم اس سے پوچھو گے کہ اس نے یہ کیسے معلوم کیا یا معاملہ اس پر چھوڑ دو گے اس نے کہا کہ میں معاملہ اس پر چھوڑ دوں گا۔ امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمایا کہ یہ بھی اسی طرح کا معاملہ ہے یہ سب کچھ طویل علمی نشستوں بحث ومناظرے اور معرفت سے حاصل ہوتا ہے۔ ❷

راقم کو اس قول کی سند نہیں ملی۔ (واللہ اعلم) لیکن اسی مفہوم کی ایک روایت امام أحمد بن صالح سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ ❸

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (۱۳۵ھ، ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں: مجھے ایک حدیث کی علت معلوم ہو جائے تو یہ مجھے بیس (۲۰) ایسی حدیثیں لکھنے سے زیادہ پسند ہے جو میرے پاس نہ ہوں۔ ❹

مزید امام عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں: حدیث کی معرفت تو ایک قسم کا الہام ہے۔ ❺

امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مثل معرفة الحديث كمثل فص ثمنه مائة دينار، وآخر مثله على بونه، ثمنه عشرة دراهم“.

---

❶ شرح علل الترمذي لابن رجب: ١/ ١٦٥ .

❷ تدريب الراوي السيوطي: ١/ ١٣٥، ١٣٦ .

❸ علل الحديث لابن أبي حاتم: ١/ ١٩٦ .

❹ علل الحديث لابن أبي حاتم: ١/ ١٩٥، إسناده صحيح .

❺ علل الحديث لابن أبي حاتم: ١/ ١٩٥، إسناده صحيح .

حدیث کی معرفت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نگینہ جس کی قیمت سو (۱۰۰) دینار ہے اور اس کی مانند اسی رنگ کا ایک اور نگینہ جس کی قیمت دس (۱۰) درہم ہو۔ ❶ مزید امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ (علل الحدیث) اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم ہے، جس طرح ماہر سنار کھرے کھوٹے کو عطائی علم سے بتا دیتا ہے، اسی طرح سے ہم کو اس (علل الحدیث) کی معرفت عطا کی گئی ہے۔ ❷ ایک اور مقام پر امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے اور امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ کے درمیان حدیث کی معرفت اور حکم کے بارے میں بیان کرنے لگے، اور میں بھی احادیث میں غلطیاں علل اور شیوخ کی غلطیوں کا تذکرہ کرنے لگا، امام ابوزرعہ رازی کہنے لگے: امام ابوحاتم! بہت کم لوگ ہیں جو یہ فن سمجھتے ہیں، کتنا نادر فن ہے یہ اگر ایک یا دو سے اسے ہٹا دو تو کتنے لوگ ہیں جو یہ فن (علل الحدیث اور علم الرجال) صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ ❸ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے عراق اور خراسان میں کسی ایک کو نہیں دیکھا جو علل (حدیث) وتاریخ اور معرفۃ الاسانید میں امام المحدثین امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ سے بڑا عالم ہو۔ ❹

معلل حدیث کی مثال:

معلل کی پہلی قسم یہ ہے کہ حدیث سند کے ظاہری اعتبار سے صحیح اور مرفوع ہو لیکن اس میں مخفی علت یہ ہو کہ وہ حدیث موقوف ہو ملاحظہ فرمائیں امام ابن اَبی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے امام ابوزرعہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا، حدیث رواہ محمد بن ثابت، عن نافع، عن ابن عمر، عن النبی فی التیمم ضربتین.

---

❶ علل الحدیث لابن أبی حاتم: ١/ ١٩٦.

❷ الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: ١/ ٢٨٤.

❸ الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: ١/ ٢٨٧.

❹ العلل الصغیر للترمذی: ص ٢٧٨.

تو امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث (مرفوع) خطاء ہے، یہ حدیث موقوف ہے (یعنی صحابی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل ہے)❶ راقم کہتا ہے اس سند میں محمد بن ثابت راوی بھی ضعیف ہے اور اس کی اس حدیث (مرفوع) کا امام یحییٰ بن معین نے انکار کیا ہے۔❷ اور امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: محمد بن ثابت، الذی یحدث عن نافع عن ابن عمر عن النبی فی التیمم و ھو ضعیف، ❸ امام أحمد بن حنبل نے فرمایا: محمد بن ثابت العبدی، لیس [به باس]، لیکن اس کی تیمّم کے بارے میں حدیث منکر ہے، اس کی اس حدیث میں کسی نے متابعت نہیں کی۔❹

راقم کہتا ہے: اس مرفوع حدیث کے جتنے بھی شواہد ہیں وہ تمام ضعیف ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر امام ابن أبي حاتم نے کیا ہے لیکن یہ موقوف حدیث یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل صحیح ثابت ہے۔❺

دوسری مثال:

معلل کی دوسری قسم یہ ہے کہ حدیث سند کے ظاہری اعتبار سے صحیح اور مرفوع ہو لیکن اس میں مخفی علت یہ ہو کہ وہ حدیث صحیح معنوں میں مرسل ہو ملاحظہ فرمائیں امام دارقطنی رحمہ اللہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا (یعنی یہ حدیث مرفوع ہے یا کہ مرسل)۔ حدیث

سالم (بن عبداللہ)، عن أبيه (عبدالله بن عمر) عن النبی قال: من حسن إسلام المرء ترکه مالا یعنیه .

"رسول اللہ نے فرمایا: آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر متعلقہ (فضول باتوں) کو چھوڑ دے۔"

---

❶ علل الحدیث لابن أبي حاتم: ١/ ٢٦٥ . ❷ تهذیب التهذیب لابن حجر: ٥/ ٥٧ .
❸ تاریخ یحي بن معین: ٢/ ٢٤٠ . ❹ سوالات أبي داود: ٥٠٤ .
❺ شرح معانی الآثار الطحاوی، مترجم: ١/ ٢٣١، ٢٣٢ إسناده صحیح .

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا: امام زہری یہ حدیث روایت کرتے ہیں اور وہ اس میں مختلف طریقوں سے روایت کرتے ہیں (مثلاً) فرواہ [عبداللّٰہ بدیل] عن الزهري، عن سالم، عن أبيه، (راقم کہتا ہے یہ روایت زہری کی معنعن ہے) ورواه الاوزاعي، عن [قرة] عن الزهري، عن أبي سلمة عن أبي هريرة، ❶ (راقم کہتا ہے اس روایت میں قرہ بن عبدالرحمٰن بن حیویل راوی کو جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے اور زہری کی معنعن ہے)

امام دارقطنی فرماتے ہیں: یہ تمام روایتیں وہم ہیں (یعنی راوی کا مرفوع بیان کرنا) اور صحیح [عن] الزهري [عن علي بن الحسين] مرسل ہے۔ ❷

اور عن، الزہری عن علی بن الحسین، عن ابیہ اور یہ صحیح نہیں ہے (یہ بھی زہری کی معنعن ہے) ❸

راقم کہتا ہے کہ اس حدیث کے تمام شواہد ضعیف ہیں۔

تیسری مثال:

معلل کی تیسری قسم یہ ہے کہ حدیث سند کے ظاہری اعتبار سے صحیح اور مرفوع ہو، لیکن اس میں مخفی علت یہ ہو کہ اس حدیث میں انقطاع ہو ملاحظہ فرمائیں۔ امام ابن أبي حاتم رحمہ اللہ نے اپنے باپ امام ابو حاتم رحمہ اللہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا: (یعنی اس میں کیا علت ہے)

حديث رواه مروان الطاطري، عن أبي إسحاق الفزاري،

---

❶ سنن ترمذی: ٢٣١٧۔ سنن ابن ماجة: ٣٩٧٦.

❷ سنن ترمذی: ٢٣١٨۔ موطا مالك: ١٧٣٧۔ شعب الايمان للبيهقي: ١٠٨٠٦.

❸ كتاب العلل للدارقطني: ١٣/ ١٤٧۔ مسند أحمد: ١/ ٢٠١۔ شعب الايمان للبيهقي: ١٠٨٠٥.

عن موسى بن أبى عائشة أنه سمع أنسًا، قال: رأيت النبى توضا فخلل لحيته . ❶

انس رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں: میں نے نبی علیہ السلام کو وضو کے دوران داڑھی کا خلال کرتے ہوئے دیکھا۔

امام ابو حاتم اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں اس حدیث میں مروان سے خطاء ہوئی ہے (یہ حدیث) موسیٰ بن أبي عائشہ یحدث، عن رجل، عن یزید الرقاشي، عن انس، عن النبي روایت کی ہے (یعنی اس سند میں ''رجل'' مجہول ہونے کی وجہ سے انقطاع ہے)۔ ❷

راقم کہتا ہے اس روایت کے تمام شواہد ضعیف ہیں اور اس سند میں یزید الرقاشي راوی بھی سخت ضعیف ہے مختصر وضاحت ملاحظہ فرمائیں، امام محمد بن سعد نے فرمایا: یہ ضعیف اور قدریہ تھا۔ ❸ امام نسائی نے فرمایا: یہ متروک ہے۔ ❹ امام بیہقی نے فرمایا: یہ متروک ہے۔ ❺ امام شعبہ نے فرمایا: یزید الرقاشي سے روایت کرنے سے زنا کرنا بہتر ہے۔ ❻ امام أحمد بن حنبل نے فرمایا: وہ منکر الحدیث ہے، اور امام یحییٰ بن سعید القطان اس سے روایت نہیں کرتے تھے، امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: یہ ضعیف ہے۔ ❼

چوتھی مثال:

معلل کی چوتھی قسم یہ ہے کہ حدیث بظاہر سند ومتن کے اعتبار سے صحیح ہو لیکن اس کی سند ومتن مخفی علت کی وجہ سے معلول ہو، مگر یہی حدیث دوسری سند اور متن (میں معلل

❶ مستدرك حاكم، مترجم: ١/ ٢٩٧، ح: ٥٣٠ .

❷ علل الحديث لابن أبى حاتم: ١/ ٢٠٨ . ❸ طبقات ابن سعد: ٤/ ٢٦٣ .

❹ الضعفاء والمتروكين للنسائى: ص ٣٠٧ .

❺ الأسماء والصفات للبيهقى: ص ٣٢٤ .

❻ الضعفاء الكبير للعقيلى: ٤/ ٣٧٣، إسناده صحيح .

❼ الجرح والتعديل لابن أبى حاتم: ٩/ ٣٠٩، إسناده صحيح .

ٹکڑے کے بغیر) صحیح ثابت ہو۔ ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن أبی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (امام ابو حاتم) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا:

حديث رواه بقيه، عن يونس، عن الزهري، عن سالم، عن ابن عمر، عن النبي قال من أدرك ركعة من صلاة الجمعة، وغيرهما، فقد أدرك. ❶

(اس سند میں بقیہ کا تدلیس تسویہ اور زہری کا معنعن ہے) رسول اللہ نے فرمایا: جس نے جمعہ وغیرہ کی ایک رکعت پالی تو اس نے (جمعہ) پالیا۔

تو امام ابوحاتم نے فرمایا: اس حدیث کی سند اور متن دونوں میں خطاء موجود ہے وہ یہ کہ یہ روایت (صحیح سند ومتن کے ساتھ) تو امام زہری (اس روایت میں زہری نے سماع کی تصریح کر دی ہے) نے ابوسلمہ سے انہوں نے ابوہریرہ کے واسطہ سے نبی علیہ السلام سے بیان کی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "من أدرك من صلاة ركعة فقد أدركها" ❷ ''جس نے صلوٰۃ میں سے ایک رکعت پالی تو اس نے صلوٰۃ پالی۔''

جہاں تک ان الفاظ میں "من صلاة الجمعة" کا تعلق ہے، تو وہ اس حدیث میں نہیں لہٰذا راوی کو تمام (طرق سند ومتن) میں وہم ہوا ہے۔ ❸

پانچویں مثال:

معلل کی پانچویں قسم یہ ہے کہ حدیث بظاہر سند ومتن کے اعتبار سے صحیح ہو لیکن اس حدیث کی سند ومتن مخفی علت کی وجہ سے معلول ہو، اور وہ حدیث دوسری سند اور دوسرے

---

❶ سنن ابن ماجة: ۱۱۲۳ .

❷ صحيح بخاري: ۵۵۱ـ صحيح مسلم، مترجم: ۱/ ۱۵۸ .

❸ علل الحديث لابن أبي حاتم: ۱/ ۴۳۷، ۴۳۸ .

متن (یعنی مخالف متن کے ساتھ) صحیح ثابت ہو۔ ملاحظہ فرمائیں:

روى شعبة هذا الحديث عن سلمة بن كهيل، عن حجر أبى العنبس، عن علمقة بن وائل، عن ابيه (وائل بن حجر) ان النبى قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضآلين، فقال: آمين، وخفض بها صوته. ❶

وائل رضی اللہ عنہ بن حجر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے غير المغضوب عليهم ولا الضالين پڑھا اور آہستہ آواز سے آمین کہی۔

امام ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں میں نے امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ سے اس حدیث کے متعلق سنا، وہ فرماتے تھے کہ امام شعبہ کی یہ (ضعیف) حدیث (آہستہ آواز سے آمین کہنے والی) سے امام سفیان کی حدیث (یہ حدیث آگے آرہی ہے) صحیح ہے کیونکہ اس حدیث میں امام شعبہ سے کئی مقام پر خطاء ہوئی ہے ایک انہوں (امام شعبہ) نے کہا: "عن حجر أبى العنبس" اور وہ حجر بن العنبس ہے اور ان کی کنیت ابا السکن ہے اور اس (سند) میں علقمہ بن وائل زیادہ کیا، اور اس میں علقمۃ بن وائل نہیں ہے اور وہ "حجر بن العنبس، عن وائل بن حجر" ہے، اور کہا "خفض بها صوته" (یعنی یہ الفاظ غیر محفوظ ہے) اور وہ (صحیح محفوظ) یہ الفاظ ہیں: "ومدبها صوته" اور بلند آواز سے آمین کہی۔ ❷

مزید امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اس حدیث کے بارے میں امام ابوزرعہ سے پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: امام سفیان کی حدیث، امام شعبہ کی (ضعیف) حدیث سے صحیح ہے۔ ❸ اس کے برعکس صحیح حدیث ملاحظہ فرمائیں:

---

❶ مسند أبوداؤد الطيالسى، مترجم: ١/ ١٢٣ والسنن الدارقطنى: ١/ ٣٣٤.
❷ السنن ترمذى مع تحفة الاحوذى: ٢/ ٨٠ تا ٨٣
❸ السنن ترمذى مع تحفة الاحوذى: ٢/ ٨٦.

حدثنا بندار محمد بن بشار حدثنا يحي بن سعيد، وعبدالرحمن بن مهدى، قال: حدثنا سفيان، عن سلمة بن كهيل، عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر، قال: سمعت النبى قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضآلين، (الفاتحة: ۷) فقال: آمين، ومد بها صوته. ❶

''وائل رضی اللہ عنہ بن حجر فرماتے ہیں: میں نے نبی علیہ السلام سے سنا، آپ علیہ السلام نے غیر المغضوب علیهم ولا الضآلين پڑھا اور بلند آواز سے آمین کہی۔''

امام ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: بہت سے اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور ان کے بعد والے یہی فرماتے ہیں کہ آدمی آمین بلند آواز سے کہے آہستہ نہ کہے، یہی امام شافعی، امام أحمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے۔

تنبیہ:...... امام سفیان ثوری سے جب یحییٰ بن سعید القطان روایت کریں تو امام سفیان ثوری کی ''عن'' والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

مدرج:

مدرج ادرج سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ملانا ہے۔ "الادراج: لف الشی فی الشی" ❷ ''ادراج کے معنی ایک شی کو دوسری سے ملانا۔''

"درج الشئى فى الشئى وادرجه طواه وادخله." ❸

''ادراج کا مطلب کسی شئی کا دوسری شی میں شامل کرنا اور داخل کرنا ہے۔''

اصطلاح میں سند کا سیاق بدل جانا یا متن حدیث میں بلاتعین، اضافی الفاظ داخل ہو

---

❶ سنن ترمذی: ۲۴۸۔ السنن الدارقطنی: ۱/ ۳۳۳، إسناده صحيح.

❷ لسان العرب: ۲/ ۲۶۹.

❸ لسان العرب: ۲/ ۲۶۸.

جانا ادراج کہلاتا ہے اور جس حدیث میں ادراج پایا جائے اسے مدرج کہتے ہیں۔ ❶

مدرج کی اقسام:

۱:...... مدرج الاسناد۔ ۲:...... مدرج المتن۔

مدرج الاسناد:

جو تبدیلی اسناد کے سیاق کو تبدیل کرنے سے واقع ہوئی ہو تو یہ تبدیلی مدرج الاسناد کہلائے گی۔ پہلی قسم یہ ہے کہ چند راوی ایک حدیث کو مختلف اسانید سے روایت کرے، پھر ایک راوی تمام اسانید کو ایک سند پر جمع کر دے اور اختلاف کو واضح نہ کرے۔ ❷

مدرج الاسناد کی مثال:

حدثنا عمرو بن علی حدثنا يحي بن سعيد حدثنا سفيان حدثني منصور وسليمان (اعمش) عن أبی وائل (شقيق بن سلمه) عن أبی ميسرة (عمرو بن شرحبيل) عن عبدالله (بن مسعود قال: قلت يا رسول الله أبي الذنب أعظم؟

اس حدیث کی دوسری سند:

حدثنا سفيان حدثني واصل عن أبی وائل عن عبدالله: قلت يا رسول الله ...... مثله . ❸

یہ حدیث واصل کی، منصور اور سلیمان (اعمش) کی حدیث کی وجہ سے "مدرج" ہے، اس لیے کہ واصل اس روایت میں أبي میسرہ (عمرو بن شرحبیل) کا ذکر نہیں کرتا بلکہ "عن أبی وائل (شقيق بن سلمه) عن عبدالله رضی اللہ عنہ" بیان کرتا ہے۔ امام المحدثین امام

---

❶ مقدمة ابن الصلاح، مترجم: ص ۱۲

❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۵۷.

❸ صحيح بخاری: ۶۸۱۱۔ السنن ترمذی: ۳۱۸۳.

بخاری رحمہ اللہ نے دونوں حدیثیں نقل کی ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ایک میں منصور اور سلیمان (اعمش) یہ دونوں ابو وائل سے اور وہ أبي میسرہ (عمرو بن شرحبیل) سے اور وہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں اور دوسری حدیث میں "واصل عن أبی وائل عن عبدالله رضی اللہ عنہ" کی سند سے روایت کرتے ہیں، اس میں أبي میسرہ (عمرو بن شرحبیل) کا ذکر نہیں ہے۔ امام المحدثین امام بخاری کہتے ہیں: میرے استاد امام عمرو بن علی کہتے ہیں کہ میں نے امام عبدالرحمٰن بن مہدی سے یہ حدیث بیان کی تو امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے یہ حدیث اعمش، منصور اور واصل عن أبي وائل عن أبي میسرة (عمرو بن شرحبیل) نے بیان کی ہے۔ تو انہوں (عبدالرحمٰن بن مہدی) نے فرمایا: اسے (اس سند کو) چھوڑ دو، اسے چھوڑ دو۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "واصل عن أبی وائل، عن عبدالله" جو روایت ہے اس میں (ابی میسرۃ) عمرو بن شرحبیل کا ذکر نہیں ہے۔ [2]

مدرج المتن:

اور مدرج المتن یہ ہے کہ متن حدیث میں ایسا کلام واقع ہو جو اصل میں اس کا حصہ نہ ہو، یہ ادراج کبھی حدیث کی ابتدا میں، کبھی درمیان میں اور کبھی آخر میں واقع ہوتا ہے اور زیادہ تر آخر میں ہوتا ہے اس لیے کہ وہ ایک جملہ پر جملہ کے عطف کے ذریعہ واقع ہوتا ہے۔ یا صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین کے موقوف کلام کو نبی علیہ السلام کے کلام کے ساتھ بلا فصل جوڑنے کا طریقہ اختیار کیا ہو، تو یہ مدرج المتن ہوگا۔

مدرج کا علم کبھی دوسری حدیث سے ہوتا ہے، جس میں مدرج کو ممتاز کر دیا گیا ہو اور کبھی راوی کی تصریح سے بھی ہوتا ہے، کہ اس حدیث میں اس قدر کلام مدرج ہے، اور کبھی ماہر فن کی تصریح سے بھی ہوتا ہے اور کبھی اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ یہ کلام رسول اللہ کا نہیں ہو سکتا۔ [3]

---

[1] صحیح بخاری: ٦٨١١.
[2] السنن ترمذی: ٣١٨٣.
[3] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٥٩.

مدرج المتن کی مثال:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ نے ایک جہری قراءت والی صلوٰۃ سے سلام پھیرا تو پوچھا، تم میں سے کسی نے بھی میرے ساتھ قراءت کی ہے ایک آدمی کہنے لگا جی ہاں! اللہ کے رسول میں نے کی ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں بھی کہتا ہوں کہ کیوں مجھ سے قرآن چھینا جا رہا ہے۔ راوی کہتا ہے لوگوں نے جب رسول اللہ کے یہ الفاظ سنے تو انہوں نے پڑھنا چھوڑ دیا جس میں رسول اللہ جہری قراءت فرماتے تھے۔ ❶

اس حدیث میں یہ الفاظ ''راوی کہتا ہے لوگوں نے جب'' سے لے کر آخر ''جہری قراءت فرماتے تھے'' تک یہ امام زہری کا قول ہے یعنی یہ آخری ٹکڑا مدرج المتن ہے، امام المحدثین امام بخاری نے اسے مدرج قرار دے کر رد کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: "وقوله فانتهى الناس من كلام الزهري" اور یہ قول کہ لوگ رُک گے، زہری کا کلام ہے، یہ بات مجھے حسن بن صباح نے بتائی ہے، انہوں نے کہا: مجھے مبشر (بن اسماعیل الحلبی) نے حدیث بیان کی، وہ (عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی سے بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا، پس مسلمین نے اس سے نصیحت پکڑی، پھر وہ جہری صلوٰت میں (سورۃ فاتحہ کے علاوہ) قراءت نہیں کرتے تھے۔ ❷ امام مالک بن أنس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ربیعہ (بن أبي عبدالرحمٰن) نے زہری سے کہا: جب آپ حدیث بیان کریں تو اسے نبی علیہ السلام کے کلام سے (علیحدہ کر کے بیان کیا کریں)۔ ❸

ربیعہ بن أبي عبدالرحمٰن کے قول کی سند تاریخ کبیر میں صحیح ثابت ہے۔ (جزء القراءۃ میں نہیں)

---

❶ موطا مالك، مترجم: ص ۷۲۔ سنن ترمذی: ۳۱۲.

❷ جزء القراءة للبخاری، مترجم: ص ۱۵۵ .

❸ جزء القراة للبخاری، مترجم: ص ۱۵۵۔ والتاریخ الکبیر للبخاری: ۳/ ۲٤۹۔ إسناده صحیح۔ وجامع بیان العلم وفضله لابن عبدالبر: ۲/ ۱۷۷ .

امام ابوداود ؒ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن یحییٰ بن فارس سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ "فانتھی الناس "لوگ رک گئے۔ یہ امام زہری کا کلام (قول) ہے۔ ❶ امام ابن حبان نے فرمایا: کہ "لوگ قراءت سے رک گئے" یہ امام زہری کا قول ہے۔ ❷ امام بیہقی بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ حدیث کے نہیں بلکہ امام زہری کا قول ہے۔ ❸

مقلوب:

لغت میں مقلوب، قلب سے اسم مفعول ہے یعنی الٹ پھیر کے ذریعہ کسی چیز کی شکل و ہیت بدل دینا۔ ❹

اصطلاح میں مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی راوی سے متن کا کوئی لفظ یا سند میں کسی راوی کا نام ونسب بدل گیا یا مقدم کو موخر یا موخر کو مقدم کیا گیا یا ایک چیز کی جگہ دوسری چیز رکھ دی گئی ہو۔ ❺

امام ابن حجر العسقلانی ؒ فرماتے ہیں: اگر مخالفت تقدیم وتاخیر میں ہو۔ یعنی اسماء میں جیسے مرہ بن کعب کو کعب بن مرہ کہنا، کیونکہ ان میں ایک کا نام دوسرے کے باپ کا ہے یہ مقلوب ہے۔ ❻

حافظ ابن کثیر ؒ فرماتے ہیں: روایت کبھی ساری سند میں مقلوب (بدلی ہوئی، الٹی) ہوتی ہے اور کبھی بعض میں ہوتی ہے۔ ❼

---

❶ سنن أبي داؤد: ۸۲۲. ❷ صحیح ابن حبان: ۱۸٤۸.

❸ القراءة خلف الامام للبیهقي، مترجم: ص ۱۰۹.

❹ القاموس: ۱/ ۸۲۲.

❺ علوم الحدیث الصبحي، مترجم: ص ۲٤۷.

❻ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٦۰.

❼ اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، مترجم: ص: ٥٦.

مقلوب حدیث کی اقسام:

ا:......مقلوب السند۔ ۲:......مقلوب المتن۔

مقلوب السند:

مقلوب کی یہ وہ قسم ہے جس میں راوی نے سند میں مقدمؒ راوی کو موخر کر دیا ہے (یعنی بدل دیا ہے) اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں، امام ابن أبي حاتم کہتے ہیں: میں نے اپنے والد (ابو حاتم) سے اس حدیث (مقلوب السند) کے بارے میں پوچھا:

"حدیث حدثنا به أحمد بن عصام الأنصاری، عن أبی بکر الحنفی، عن سفیان عن حکیم بن سعد، عن عمران بن ظبیان، عن سلمان، أنه قال: "من وجد فی بطنه رزا من بول او غائط فلینصرف غیر متکلم ولا داع."

تو میرے والد امام ابوحاتم نے فرمایا: هذا إسناد مقلوب. یہ اسناد مقلوب ہے، اس میں قلب واقع ہوا ہے (اصل سند یوں ہے) کہ "سفیان، عن عمران ابن ظبیان عن حکیم بن سعد، عن سلیمان" ہے۔ [1]

مقلوب السند کی دوسری مثال:

مقلوب کی یہ وہ قسم ہے جس کی ساری سند میں تبدیلی واقع ہوئی، اگرچہ وہ حدیث دوسری سند سے صحیح ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن أبي حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (ابو حاتم) اور ابو زرعہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا:

رواه مصعب بن المقدام، عن الثوری، عن أبی الزبیر، عن جابر، قال: نهی النبی ان یمس الرجل ذکره بیمینه.

---

[1] علل الحديث لابن أبي حاتم: ١/ ٢٨٩، ح ١٨٥.

''بلاشبہ نبی علیہ السلام نے منع فرمایا کہ آدمی اپنے عضو تناسل کو دائیں ہاتھ سے چھوئے۔''

تو انہوں (امام ابو حاتم و ابوزرعہ) نے فرمایا: یہ خطاء (غلط) ہے، یہ (صحیح سند) اس طرح ہے۔

الثوری، عن معمر، عن يحي بن أبي كثير، عن عبدالله بن أبي قتادة، عن أبيه، عن النبي. ❶

یہی حدیث ''صحیح بخاری'' میں اس سند سے ہے:

حدثنا معاذ بن فضالة قال ثنا هشام هو الدستوئی عن يحي بن أبي كثير عن عبدالله بن أبي قتادة عن أبيه عن نبی. ❷

بہرحال ساری سند میں جو تبدیلی ہوئی ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابوحاتم اور امام ابوزرعہ نے فرمایا: اس میں راوی مصعب بن المقدام کو وہم ہوا ہے۔ ❸

مقلوب المتن کی مثال:

یہ وہ حدیث ہے جس کے متن میں تقدیم وتاخیر کے ذریعے رد وبدل کر دیا جائے، ملاحظہ فرمائیں: صحیح مسلم کی وہ حدیث جس میں ان سات آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو روز قیامت اللہ تعالیٰ کے سایہ کے نیچے ہوں گے (جس دن اللہ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا) اس حدیث میں مذکور ہے کہ

''ورجل تصدق بصدقة فاخفا ها حتى لا تعلم يمينه ما تنفق شماله.'' ❹

''اور وہ آدمی جو صدقہ دے اور اس طرح مخفی رکھے کہ اس کے دائیں ہاتھ کو علم

---

❶ علل الحديث لابن أبي حاتم: ١/ ٢١٥، ح: ٣٠.

❷ صحيح بخاری: ١٥٣. ❸ علل الحديث لابن أبي حاتم: ١/ ٢١٥.

❹ صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب فضل اخفا الصدقة.

نہ ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔''

حالانکہ صحیح الفاظ یہ ہیں:

"ورجل تصدق أخفى حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه."❶

''اور وہ آدمی جو صدقہ دے اور اس طرح مخفی رکھے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔''

دوسری مثال:

اس حدیث کے متن کے جملہ میں بھی راوی سے تقدیم وتاخیر کے ذریعے رد وبدل ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"إذا اذن ابن ام مكتوم فكلو واشربوا وإذا أذن بلال فلا تاكلوا ولا تشربوا."

''جب ابن ام مکتوم اذان دے پس تم کھاتے اور پیتے رہو، اور جب بلال رضی اللہ عنہ، اذان دے تو کھانا اور پینا چھوڑ دو۔''❷

حدیث کا یہ جملہ مقلوب ہے، اور صحیح الفاظ یہ ہیں:

"إن بلالا يوذن بليل، فكلوا واشربوا حتى ينادى ابن ام مكتوم."❸

''بلاشبہ بلال رضی اللہ عنہ تو رات رہے سے اذان دے دیتا ہے تم کھاتے اور پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیں (پھر کھانا پینا چھوڑ دو)۔''

---

❶ صحيح بخاري: ٦٦٠.

❷ مسند أحمد: ٦/ ٤٣٣.

❸ صحيح بخاري: ٦١٧.

المزید فی متصل الاسانید:

لغت میں ''مزید'' بمعنی زیادہ کیا ہوا ''متصل بمعنی ملا ہوا اور ''اسانید'' سند کی جمع ہے یعنی ''متصل اسانید میں جس کو زائد کیا جائے۔''

اصطلاح میں وہ حدیث ہے، جس کی سند متصل میں کسی راوی نے وہم سے کسی واسطہ کا اضافہ کیا ہو۔ ❶ امام ابن کثیر نے فرمایا: المزید فی متصل الاسانید اس کو کہتے ہیں کہ ایک راوی سند میں ایک راوی کا اضافہ کر دے جسے دوسرے (یا دوسروں) نے ذکر نہیں کیا ہے۔ ❷

امام ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: اگر مخالفت بایں طور ہو کہ اثنائے سند میں کوئی راوی زیادہ کر دیا گیا ہو اور اضافہ نہ کرنے والا اضافہ کرنے والے سے زیادہ ضبط رکھنے والا ہو تو اسے المزید فی متصل الاسانید کہا جائے گا۔ اس میں یہ شرط ہے کہ جس سے اضافہ ثابت نہ ہو، اس نے اپنے مروی عنہ سے سماع کی تصریح کی ہو اگر روایت معنعن ہو (جس میں عدم سماع کا احتمال ہے) تو پھر زائد بیان کو ترجیح دی جائے گی۔ ❸

مثال:

حديث رواه عبدالله بن المبارك، عن عبدالرحمن بن يزيد بن جابر، عن بسر بن عبيدالله، عن أبي ادريس الخولاني عن واثلة بن الاسقع، عن أبي مرثد الغنوي قال: قال النبي لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها.'' ❹

---

❶ التحديث في علوم الحديث: ص ٢٣٤. ❷ اختصار علوم الحديث، مترجم: ص ١١٢.

❸ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٦٠.

❹ السنن الترمذي: ١٠٥٠۔ سنن أبي داؤد: ٣٢٢٧۔ صحيح مسلم: ٩٧٢۔ ابوداؤد اور صحیح مسلم میں ابی ادریس کے اضافہ کے بغیر ہے۔

''رسول اللہ نے فرمایا: تم قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے صلوٰۃ پڑھو۔''

اس سند میں أبي ادریس الخولانی راوی کا اضافہ عبداللہ بن مبارک سے ہوا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کی دوسری سند ذکر کی۔

"عبدالرحمن بن يزيد بن جابر، عن بسر بن عبيدالله، عن واثلة بن الاسقع، عن أبى مرثد الغنوى عن النبى"

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس میں أبي ادریس راوی کا اضافہ نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اس کے بعد امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے امام المحدثین امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا: تو امام المحدثین امام بخاری نے فرمایا: اس حدیث میں امام عبداللہ بن مبارک نے خطاء (غلطی) کی ہے اس (سند) میں ابن المبارک نے أبي ادریس الخولانی کا اضافہ کیا ہے۔

اور یہ روایت بسر بن عبیداللہ، عن واثلۃ بن الاسقع سے کئی لوگوں (محدثین) نے روایت کی ہے، اور ان میں أبي ادریس الخولانی کا اضافہ نہیں ہے، اور بسر بن عبداللہ نے واثلہ بن الاسقع سے تحقیق سنا ہے۔ ❶

اسی حدیث کے متعلق امام ابن أبي حاتم نے اپنے والد امام ابوحاتم سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس حدیث میں ابن المبارک کو وہم ہوا ہے، ابن المبارک نے بسر بن عبیداللہ اور واثلۃ بن الاسقع کے درمیان أبي ادریس الخولانی کا اضافہ کر دیا ہے اور محدثین کی ایک جماعت مثلاً

عيسىٰ بن يونس، وصدقه بن خالد و الوليد بن مسلم، عن (عبدالرحمن بن يزيد بن) جابر عن بسر بن عبيدالله، قال

❶ السنن ترمذی: ١٠٥١.

سمعت واثلة يحدث عن أبي مرثد الغنوي، عن النبي .

روایت کیا ہے (یعنی کسی نے أبي ادریس الخولانی کا اضافہ نہیں کیا) مزید امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ بسر بن عبیداللہ کو تحقیق واثلة بن الاسقع سے سماع ہے۔ اور بسر بن عبیداللہ (بھی) ابوادریس سے اکثر روایت کرتے ہیں تو ابن المبارک کو غلطی لگی اور انہوں نے یہ سمجھا کہ بسر بن عبیداللہ نے أبي ادریس الخولانی عن واثلة بن الاسقع روایت کی ہے حالانکہ بسر بن عبیداللہ نے اسے (حدیث کو) براہ راست واثلة بن الاسقع سے سنا ہے۔ [1]

مضطرب:

المضطرب، اضطراب سے اسم فاعل ہے اور اس کا مادہ ''ضرب'' ہے۔

"الموج يضطرب اى يضرب بعضه بعضا وتضرب السئى واضطراب: تحرك وماج ويقال: اضطرب الحيل بين القوم إذا اختلفت كلمتهم واضطرب امره اختل." [2]

''موج مضطرب ہے یعنی ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہے کسی چیز کا تضرب اور اضطراب اس کا حرکت و جوش میں آنا ہے، جب کسی مسئلہ پر کسی گروہ کا اختلاف ہو جائے تو کہا جاتا ہے، قوم کے درمیان رسی مضطرب ہے اور معاملہ کے مضطرب ہونے کے معنی ہیں اس میں خلل کا واقع ہونا۔''

محدثین کی اصطلاح میں وہ حدیث مضطرب ہوتی ہے جو ایسے مختلف طرق سے مروی ہو جو قوت کے لحاظ سے برابر ہوں اور ان کے درمیان تطبیق کی کوئی صورت نہ ہو اور نہ ہی کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی گنجائش ہو۔ [3]

---

[1] علل الحديث لابن أبي حاتم: ١/ ٣٠٣، ٣٠٤، ح: ٢١٣.

[2] لسان العرب: ١/ ٥٤٣.

[3] مقدمة ابن الصلاح، مترجم: ص ٤١.

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی بدل دینے سے مخالفت ہو اور دونوں روایتوں میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح نہ دی جا سکے تو یہ حدیث مضطرب ہوگی۔ اضطراب اکثر سند ہی میں ہوتا ہے اور کبھی متن میں بھی ہوتا ہے لیکن ایسا کم ہوتا ہے۔ ❶

امام ابن کثیر نے فرمایا: یہ (مضطرب) اس روایت کو کہتے ہیں جس میں ایک معین (خاص ومتعین) شیخ پر راویوں کا اختلاف ہوتا ہے یا ایک جیسی برابر بہت سی وجوہ (اسانید ومتون) کا اختلاف ہوتا ہے جس میں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ بعض اوقات اضطراب سند میں ہوتا ہے اور بعض اوقات متن میں ہوتا ہے۔ ❷

مضطرب کی اقسام:

ا:...... مضطرب السند۔ ۲:...... مضطرب المتن۔

ا۔ مضطرب السند:

وہ حدیث ہے جس کی سند میں اضطراب ہو۔ اس کی مثال یہ ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب تم صلوٰۃ پڑھنے لگو تو اپنے آگے سترہ رکھ لو اگر کوئی چیز نہ ملے تو لاٹھی گاڑ لو اگر وہ بھی نہ ملے تو لکیر کھینچ لو پھر اس کے بعد کسی کے گزرنے سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ❸

اس روایت کے کئی اسناد ہیں اس میں راوی کے شیخ اور مروی عنہ میں اضطراب ہے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ بشر بن الفضل حدثنا إسماعيل بن امية حدثني أبو عمرو

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٦١ .

❷ اختصار علوم الحديث، مترجم: ص ٥٢ .

❸ مسند حميدى: ٩٩٣ ۔ ومصنف عبدالرزاق: ٢/ ١٢ ۔ وصحيح ابن حبان: ٢٣٦٩ .

بن محمد بن حريث أنه سمع جده حريث يحدث عن أبى هريرة . (سنن أبى داؤد: ٦٨٥)

٢۔ سفيان عن إسماعيل بن امية عن أبى محمد بن عمرو بن حريث عن جده حريث رجل من بنى عذرة عن أبى هريرة .

(سنن أبى داؤد: ٦٨٦)

٣۔ سفيان بن عيينة عن إسماعيل بن امية عن أبى عمرو بن محمد بن عمرو بن حريث عن جده حريث بن سليم عن أبى هريرة . (سنن ابن ماجة: ٩٤٣)

٤۔ معمر عن إسماعيل بن امية عن أبى عمرو بن حريث عن أبيه عن أبى هريرة . (مسند أحمد: ٢/ ٢٤٩)

٥۔ الثورى عن إسماعيل بن امية عن عمرو بن حريث عن أبيه عن أبى هريرة . (مسند أحمد: ٢/ ٢٥٥، ٢٥٦)

٦۔ ابن جريج سمع إسماعيل بن امية عن حريث بن عمار عن أبى هريرة . (السنن الكبرى للبيهقى: ٢/ ٢٧١)

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "حسن کہا ہے۔[1] امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کا اس حدیث کو "حسن" کہنا غلط ہے کیونکہ انہوں نے خود اس روایت کے دو راویوں ابوعمرو بن محمد بن حریث اور حریث کو مجہول کہا ہے۔[2] اور درحقیقت یہ دونوں راوی مجہول ہیں اور یہ حدیث اضطراب اور ان دو مجہول راویوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔

---

[1] بلوغ المرام لابن حجر، مترجم: ص ١٠٢ .

[2] تقريب التهذيب لابن حجر: ص ٤١٩، ٦٧

۲۔ مضطرب المتن:

وہ حدیث ہے جس کے متن میں اضطراب ہو، اس کی مثال یہ ہے:

امام ابن أبي حاتم کہتے ہیں: میں نے اپنے والد امام ابوحاتم سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا:

> حديث، حدثنا به محمد بن عوف، عن علي بن عياش شعيب بن أبي حمزة، عن محمد بن المنكدر، عن جابر قال: "كان آخر الأمر من رسول الله ترك الوضوء مما مست النار."

امام ابوحاتم نے فرمایا: "هذا حديث مضطرب المتن" یہ حدیث مضطرب المتن ہے، اس میں شعیب بن أبي حمزہ کو وہم ہوا ہے، یہ حدیث ان الفاظ سے (صحیح ثابت) ہے۔ "أكل كتفاً ثم صلى ولم يتوضا" یعنی رسول اللہ نے شانے کا گوشت کھایا، پھر آپ علیہ السلام نے صلوٰۃ پڑھی اور (نیا) وضو نہ کیا۔ [1]

مصحف ومحرف:

مصحف تصحیف سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ایسے تغیر کے ہیں جس میں خطا ہو۔

> "المصحف والصحفي، الذي يروي الخطا عن قراة الصحف باشباه الحروف." [2]

> ''مصحف اور صحفی وہ شخص ہے جو مماثل حروف کی وجہ صحف کی قرات میں غلط بیانی کرے۔''

---

[1] علل الحديث لابن أبي حاتم: ١/ ٢٨٤، ح: ١٧٤ ۔ صحيح بخاری: ٢٠٧ ۔ صحيح مسلم: ٣٥٤.

[2] لسان العرب: ٩/ ١٨٧.

اس طرح "تصحف الكلمة والصحيفة" کہا جاتا ہے یعنی کلمہ یا صحیفہ میں غلط تبدیلی کی گئی محرف تحریف سے ہے جس کے معنی تبدیلی کے ہیں۔

"تحريف الكلم عن مواضعه تغييره والتحريف في القرآن والكلمة تغيير الحرف عن معناه والكلمة عن معناها." ❶

"تحریف الکلم کے معنی ہیں تبدیل کرنا، قرآن اور کلمہ میں تحریف کا مطلب ہے حرف یا کلمہ کے معنی تبدیل کر دینا۔"

اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں سند اور متن کی صورت تو بدستور باقی رہے مگر ایک یا چند حرف بدل جانے کی وجہ سے ثقہ کے ساتھ مخالفت ہو جائے، پھر اگر حرف کا تبدل صرف نقطوں کے ذریعہ ہو جیسے "شریح کو سریح" کر دیا جائے تو اسے مصحف کہا جاتا ہے، اور اگر ایک حرف کی دوسرے حرف سے شکل بدل گئی ہو جیسے "حفص کو جعفر" کر دیا گیا ہو تو اسے محرف کہا جاتا ہے۔ ❷

مصحف ومحرف کی اقسام:

۱:...... مصحف السند۔
۲:...... مصحف المتن۔
۳:...... محرف السند۔
۴:...... محرف المتن۔

ا۔ مصحف السند:

وہ ہے جس کی سند میں تصحیف واقع ہو مثلاً:

شعبه عن العوام بن مراجم عن أبى عثمان النهدى عن عثمان بن عفان مرفوعا. ❸

امام یحییٰ بن معین نے سند میں تصحیف کرتے ہوئے "عوام بن مراجم" کو "عوام بن

---

❶ لسان العرب ۹/ ٤٣.
❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٦٢.
❸ مسند أحمد: ۱/ ۷۲۔ یہی حدیث "صحیح مسلم" میں دوسری سند سے ہے۔

مزاحم“ پڑھا۔ ❶

۲۔ مصحف المتن:

وہ ہے جس کے متن میں تصحیف واقع ہو، مثلاً:

حدثنا إسحاق بن عيسى ، حدثنا ابن لهيعة قال: كتب إلى موسى بن عقبة ، يخبرني عن بسر بن سعيد ، عن زيد بن ثابت ، ان رسول الله احتجم في المسجد . ❷

اس روایت میں ابن لہیعہ نے تصحیف کی ہے اصل میں ”احتجم“ (پچھنے لگوائے) کی جگہ ”احتجر“ تھا۔ ❸ (اصل حدیث آگے آئے گی)

امام مسلم فرماتے ہیں:

وابن لهيعة المصحف في متنه ، المفضل في إسناده . ❹

”اور ابن لہیعہ متن میں تصحیف کرنے والا، اور سند میں غفلت برتنے والا ہے۔“

مزید امام مسلم کہتے ہیں یہ وہ آفت ہے جس کا ہمیں ان لوگوں کے بارے میں خدشہ ہے جو محدث سے سماع وعرض کے بغیر صرف کتابوں سے حدیث اخذ کرتے ہیں اگر سماع وعرض میں سے ایک شئے بھی راوی کو حاصل ہو تو اس کا امکان ہے کہ راوی ایسی بری تصحیف یا اس طرح کی فاش غلطی کا ارتکاب سے بچ جائے۔ ❺

اب اصل حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

عن زيد بن ثابت قال: احتجر رسول الله بخصفة او

---

❶ مقدمة ابن الصلاح ، ص: ١٤٠ ، ١٤١ بشرطیکہ یہ قول ابن معین سے ثابت ہو۔

❷ مسند أحمد: ٥/ ١٨٥ .

❸ مقدمة ابن الصلاح: ص١٤١ .

❹ كتاب التميز للمسلم: ص ١٨٦ .

❺ كتاب التميز للمسلم: ص ١٨٨ . شاملة .

حصير فخرج رسول اللّٰه يصلي فيها...... ❶

”زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی یا بورے کا ایک حجرہ بنایا اور آپ علیہ السلام اس میں صلوٰۃ پڑھنے کے لیے نکلے۔“

۳۔ محرف السند:

وہ ہے جس کی سند میں تصحیف واقع ہو، مثلاً:

حدثني أحمد بن حنبل قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبة عن مالك بن عرفطة عن عبد خير عن عائشة نهى نبي عن الرباء والمزفت. ❷

”عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے کدو کی تو بنے اور لاکھی برتن میں نبیذ بھگونے سے منع فرمایا۔“

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سند میں امام شعبہ سے تصحیف ہوگئی ہے یہ مالک بن عرفطہ نہیں بلکہ خالد بن علقمہ ہے۔ ❸

یہی حدیث دوسری سند سے علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً صحیح ثابت ہے۔ ❹

۴۔ محرف المتن:

وہ ہے جس کی سند میں تصحیف واقع ہو، مثلاً:

عـن قتادة عن أنس بن مالك ...... ثم يخرج من النار قال لا اله الا اللّٰه وكان في قلبه من الخير ما يزن ذرة. ❺

---

❶ صحيح مسلم، مترجم: ١/ ٢٧٠.

❷ معرفة علوم الحديث للحاكم، مترجم: ص ٢٤٨.

❸ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ١/ ٥١٥، ٥١٦.

❹ صحيح بخاري، مترجم: ٣/ ٢٧٩.

❺ صحيح مسلم، مترجم: ١/ ٣٣٤.

''انس رضی اللہ عنہ بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: پھر آگ سے وہ شخص نکلے گا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہوگا، اور اس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی خیر موجود ہوگا۔''

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ امام شعبہ سے ''الذرہ'' کی جگہ ''ذرہ'' کہہ کر تصحیف ہوگئی ہے۔ ❶

شاذ ومحفوظ:

''شذ'' سے اسم فاعل ہے، جس کے معنی ہیں سب سے الگ تھلگ ❷ اور اصطلاح میں شاذ سے مراد ثقہ راوی کا اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت کرنا ہے۔ ❸ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: شاذ اسے کہتے ہیں جو ثقہ راوی ایسی حدیث بیان کرے جس میں (زیادہ ثقہ) لوگوں کی مخالفت کرے، رہی وہ روایت جو ثقہ راوی بیان کرے اور دوسرے اسے بیان نہ کریں تو اسے شاذ نہیں کہتے۔ ❹

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی درانحالیکہ راجح میں ضبط زیادہ ہو راویوں کی تعداد کثیر ہو یا وجوہ ترجیحات میں دیگر وجوہ (علو سند، صحیحین میں ہونا وغیرہ) موجود ہوں تو ایسی صورت میں راجح (زیادہ ثقہ راوی) کی روایت کو محفوظ اور اس کے مقابلے میں مرجوح کو شاذ کہا جائے گا۔ ❺

شاذ حدیث کی مثال:

محمد بن جعفر قال حدثنی یزید بن خصیفه عن السائب بن

---

❶ صحیح مسلم، مترجم: ۱/ ۳۳٤. ❷ التحدیث فی علوم الحدیث: ص ۲۱٦.

❸ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۳۸.

❹ آداب ومناقبة لابن أبی حاتم: ص ۲۳۳، ۲۳٤ إسناده صحیح.

❺ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۳۷۔ دوسرا نسخہ ص: ٦۸.

یزید۔

ثقہ یزید بن خصیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سائب بن یزید نے فرمایا کہ ہم لوگ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس (۲۰) رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ ❶

یہ حدیث شاذ (ضعیف) ہے کیونکہ اس روایت میں یزید بن خصیفہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی محمد بن یوسف کی مخالفت کی ہے ملاحظہ فرمائیں:

أخبرنا قتيبة بن سعيد عن مالك عن محمد بن يوسف عن السائب ابن يزيد قال: أمر عمر بن الخطاب، أبى بن كعب، وتميم الداري ان يقوموا للناس باحدى عشرة ركعة. ❷

''سائب بن یزید بیان کرتے ہیں، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُبَي بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہم کو فرمایا: کہ وہ لوگوں کو (رمضان میں) گیارہ رکعت (۸رکعت تراویح اور تین وتر) صلوٰۃ تراویح پڑھائیں۔''

لہٰذا پہلی یزید بن خصیفہ والی روایت شاذ (ضعیف) اور دوسری گیارہ رکعت (راوی محمد بن یوسف) والی روایت محفوظ (صحیح) ہے۔ (۲۰ رکعت والی روایت کے تمام شواہد ضعیف ہیں)

دوسری مثال:

ثنا الحاملي، ثنا سعيد بن محمد بن ثواب، ثنا أبو عاصم، ثنا عمرو بن سعيد، عن عطاء بن أبي رباح، عن عائشة ان النبي كان يقصر في السفر وتيم، ويفطر ويصوم. ❸

❶ معرفة السنن والآثار للبيهقي: ٤/ ٤٢.

❷ السنن الكبرى للنسائي: ٣/ ١١٣، ح: ٤٦٨٧ـ موطا مالك، مترجم: ص ٩٥ إسناده صحيح.

❸ السنن الدارقطني: ٢/ ١٨٩ـ والسنن الكبرىٰ للبيهقي: ٣/ ١٤١، ١٤٢ـ مسند الشافعي: ١/ ٢٤٠، دوسرا نسخه: ص ٢٥ـ ومصنف ابن أبي شيبة، مترجم: ٣/ ٤٢، ٤٣، ح: ٨٢٧١.

"عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی علیہ السلام سفر میں کبھی قصر صلوٰۃ پڑھتے تھے اور کبھی پوری صلوٰۃ، کبھی صوم (روزہ) رکھتے تھے اور کبھی صوم (روزہ) نہ رکھتے تھے۔"

اس روایت کی سند سے قطع نظر بعض الناس اور اصول حدیث کے مطابق یہ شاذ (ضعیف) ہے کیونکہ صحیح احادیث (صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ کے ثقہ راویوں کی ایک جماعۃ) سے ثابت ہے کہ رسول اللہ نے اپنی پوری زندگی وفات تک سفر میں صلوٰۃ قصر ہی پڑھی ہے۔ (حدیث آگے آئے گی)

بعض اہل علم نے اس روایت کو واضح طور پر ضعیف کہا ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو میں نے اسے باطل کہتے ہوئے سنا ہے۔ [1] امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور امام أحمد بن حنبل نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اور اس کی صحت بعید ہے کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں پوری صلوٰۃ پڑھا کرتی تھیں، عروہ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بھی عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح تاویل کی تھی جیسا کہ صحیح (صحیح بخاری) میں ہے اگر اس بارے میں رسول اللہ سے ان کے پاس روایت ہوتی تو وہ قطعاً تاویل نہ کرتیں۔ [2]

شیخ ابوعبدالسلام عبدالرؤف بن عبدالحنان حفظہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [3]

امام زہری نے عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابتدا میں (شروع اسلام میں) صلوٰۃ دو رکعت فرض ہوئی تھی، پھر سفر کی صلوٰۃ تو اسی حال پر رہی (یعنی دو رکعت ہی رہی) اور حضر کی صلوٰۃ بڑھا دی گئی۔ امام زہری نے کہا: میں نے عروہ بن زبیر سے پوچھا پھر عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں کیوں پوری صلوٰۃ پڑھتی تھیں تو انہوں نے فرمایا: کہ

---

[1] زاد المعاد لابن قیم، مترجم: ١/ ٣٩٢.

[2] تلخيص الحبير لابن حجر: ٢/ ٤٤.

[3] القول المقبول فی تخریج صلوٰة الرسول: ص ٦٣٥.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح تاویل کی تھی۔ ❶

امام حفص بن عاصم نے کہا کہ میں مکہ کی راہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو انہوں نے ہم کو ظہر کی دو رکعت پڑھائیں پھر آئے اور ہم بھی ان کے ساتھ آئے یہاں تک کہ اپنے اترنے کی جگہ پہنچے اور بیٹھ گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے تو ان کی نگاہ اس طرف پڑی جہاں صلوٰۃ پڑھی تھی تو کچھ لوگوں کو کھڑے دیکھا پوچھا یہ کیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا سنتیں پڑھتے ہیں انہوں نے فرمایا: مجھے سنت پڑھنی ہوتی تو میں صلوٰۃ پوری پڑھتا (یعنی فرض پورے پڑھتا) پھر فرمایا: اے میرے بھتیجے! میں سفر میں رسول اللہ کے ساتھ رہا تو آپ علیہ السلام نے دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو وفات دی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا تو انہوں نے دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی وفات دی اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا تو انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی وفات دی...... ❷

بہرحال نبی علیہ السلام سے سفر میں پوری صلوٰۃ پڑھنا ثابت نہیں ہے، نیز شاذ روایت ضعیف ومردود ہوتی ہے اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔

سوء الحفظ:

سوء الحفظ کا مطلب ہے کہ راوی کی حدیثوں میں خطاء وغلطی کا ہوجانا راجح غالب ہو اور صحیح ہونا نادر ہو۔ سوء حفظ کی دو قسمیں ہیں سوء حفظ دائمی اور سوء حفظ عارضی۔

ا۔ سوء حفظ دائمی (سوء حفظ لازم):

اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی کی یہ صفت بچپن ہی سے ہو اور ہمیشہ رہے ایسے شخص کی روایت کو بعض محدثین شاذ (ضعیف) کہتے ہیں۔ (اور اس کی روایت بھی مردود ہوتی ہے)

❶ صحيح بخاري: ١٠٢٨.

❷ صحيح مسلم، مترجم: ١/ ٢١٤.

۲۔ سوء حفظ عارضی (سوء حفظ طاری):

اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی فی نفسہ ثقہ ہو لیکن کسی عارضی سبب کی بناء پر وہ سوء حفظ کا شکار ہو جاتا ہے۔ مثلاً بڑھاپے، یا اندھا پن، یا کتابوں کا جل جانا، یا کسی مصیبت سے دوچار ہو جانا۔ ایسے راوی کی حدیث کو اصطلاح میں مختلط کہتے ہیں۔ ایسی روایت کا حکم یہ ہے کہ راوی نے جو حدیثیں اختلاط سے پہلے بیان کی ہیں وہ مقبول ہیں اور جو اختلاط کے بعد بیان کی ہیں وہ غیر مقبول (یعنی ضعیف) ہیں۔ اور جن کے بارے میں پتہ نہ چلے کہ اختلاط سے پہلے کی روایت ہے یا بعد کی، تو اس کے لیے متابعت کی ضرورت ہے۔ ❶

مختلط راویوں میں سے بعض وہ ہیں جن کو اپنے بڑھاپے یا بینائی کے چلے جانے یا کسی اور سبب سے اختلاط ہوا ہے، سو ایسے راویوں سے وہ احادیث قبول کریں گے جو اختلاط سے پہلے ان سے روایت کی گئی ہوں اور جو احادیث ان سے اختلاط کے بعد منقول ہوں یا ان کے متعلق شک ہو کہ یہ قبل الاختلاط مروی ہیں یا بعد الاختلاط تو ان کو قبول نہیں کریں گے...... اور ان مختلط راویوں میں سے جس راوی کی احادیث سے صحیح (صحیح بخاری اور صحیح مسلم) میں استدلال کیا جائے تو یہ ان راویوں کی روایات میں ہوں گی جنہوں نے ان سے قبل الاختلاط روایت کی ہے۔ ❷

اختلاط سے پہلے اور اختلاط کے بعد کی مثال:

مندرجہ ذیل جو روایت نقل کی ہے، اس میں اختلاط سے پہلے اور اختلاط کے بعد دونوں کی اکٹھی مثال بیان ہوئی ہے گو کہ درج ذیل حدیث سخت ضعیف بلکہ مردود ہے لیکن بطور تمثیل اس روایت کو ذکر کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

"ذكر الاثرم قال حدثنا أبو الوليد الطيالسي قال حماد بن

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٦٨، ٦٩.

❷ تقريب النووي، مترجم: ص ٤٤٠، ٤٤١.

سلمة عن عاصم الجعدری عن عقبة بن صهبان سمع علیا یقول فی قوله اللّٰه عزوجل، فصلی الربك وانحر قال وضع الیمنی علی الیسری تحت السرة."❶

اس روایت کی سند میں عقبہ بن صہبان راوی کا ذکر حماد بن سلمہ کی غلطی ہے (کیونکہ حماد بن سلمہ کو آخری عمر میں اختلاط ہوگیا تھا) اصل میں یہ راوی عقبہ میں ظبیان ہے اور اسے عقبہ بن ظہیر بھی کہا جاتا ہے۔ امام المحدثین امام بخاری نے عقبہ بن صہبان کے ترجمہ میں اس حدیث کا ذکر نہیں کیا بلکہ عقبہ بن ظبیان کے ترجمہ میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔❷ اسی طرح امام ابوحاتم نے عقبہ بن صہبان اور عقبہ بن ظبیان دونوں راویوں کا ذکر کیا ہے لیکن یہ حدیث عقبہ بن ظبیان کے ترجمہ میں ذکر کی ہے۔❸ یعنی معلوم ہوا کہ عقبہ بن صہبان اور عقبہ بن ظبیان دو الگ الگ راوی ہیں۔ عقبہ بن صہبان ثقہ راوی ہے اور عقبہ بن ظبیان مجہول راوی ہے دوسرا یہ کہ حماد بن سلمہ سے (اختلاط کی وجہ سے) عاصم الجعدری اور عقبہ کے درمیان واسطہ بھی رہ گیا ہے اس سارے معاملے میں گڑ بڑ کیوں ہوئی، اصل میں اس سند میں حماد بن سلمہ سے اس روایت کو بیان کرنے والا راوی ابوالولید الطیالسی ہے۔

امام ابوحاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوالولید الطیالسی نے حماد بن سلمہ سے ان کی آخری عمر میں سماع کیا ہے اور حماد بن سلمہ کا آخری عمر میں حافظہ خراب (اختلاط) ہوگیا تھا۔❹

اور اصول حدیث کے مطابق راوی کی اختلاط سے پہلے والی روایت صحیح ہوتی ہے اور

---

❶ التمهيد لابن عبدالبر: ٢٠/ ٧٨.

❷ التاريخ الكبير للبخاری: ٦/ ٢٢٩.

❸ الجرح والتعديل لابن أبی حاتم: ٦/ ٤٠١.

❹ الجرح والتعديل لابن أبی حاتم: ٩/ ٨٤.

اختلاط کے بعد والی روایت ضعیف ہوتی ہے لہٰذا ابوالولید الطیالسی نے حماد بن سلمہ سے اختلاط کے بعد سنا ہے جیسا کہ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے (یعنی حماد بن سلمہ نے یہ روایت اختلاط کے بعد بیان کی ہے) یہ سند منقطع بھی ہے کیونکہ عاصم الجحدری کی عقبہ بن ظبیان سے ملاقات وسماع ثابت نہیں ہے۔ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقبہ بن ظبیان سے عاصم الجحدری اپنے والد کے واسطہ سے روایت نقل کرتا ہے۔ [1] اور عاصم الجحدری کے والد حجاج ابو مجشر الجحدری ہے جیسا کہ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ [2] اور حجاج ابو مجشر الجحدری راوی مجہول ہے، نیز حماد بن سلمہ سے موسیٰ بن اسماعیل (ثقہ) نے اختلاط سے پہلے سنا ہے اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

امام المحدثین امام محمد بن اسماعیل البخاری کہتے ہیں:

"قال موسى (بن اسماعيل المنقرى) حدثنا حماد بن سلمة سمع عاصم الجحدرى عن أبيه عن عقبة بن ظبيان عن على "فصل الربك والنحر" وضع يده اليمنى على وسط ساعده على صدره." [3]

اس روایت کے الفاظ "على صدره" ہیں اور حماد بن سلمہ سے ابوالولید الطیالسی نے اختلاط کے بعد سنا ہے اور وہ (حماد بن سلمہ سے) "تحت السرة" کے الفاظ نقل کرتا ہے اور عاصم الجحدری اور عقبہ بن ظبیان کے درمیان "أبيه" کا واسطہ بھی ساقط کرتا ہے۔ نیز عقبہ بن ظبیان کا نام عقبہ بن صہبان نقل کرتا ہے۔

جبکہ موسیٰ بن اسماعیل نے حماد بن سلمہ سے اختلاط سے پہلے سنا ہے اور وہ "على

---

[1] الجرح والتعديل لابن أبى حاتم: ٦/ ٤٥٦.
[2] الجرح والتعديل لابن أبى حاتم: ٦/ ٤٥٦.
[3] التاريخ الكبير للبخارى: ٦/ ٢٢٩.

صدرہ" کے الفاظ نقل کرتا ہے اور عاصم الجعدری عن ابیہ کا واسطہ بھی بیان کرتا ہے نیز راوی کا اصل نام عقبہ بن ظبیان (مجہول راوی) ہی نقل کرتا ہے۔ حماد بن سلمہ کے اختلاط کی تفصیل کے لیے دیکھیے۔ ❶

دوسری مثال:

"حدثني أبي (أحمد بن حنبل) حدثنا حجاج (بن محمد أبو محمد الأعور) وحدثنا يزيد (بن هارون) قال أخبرنا ابن أبي ذئب (هو محمد بن عبدالرحمن بن المغيرة بن الحارث بن أبي ذئب) عن صالح مولى التوأمة عن أبي هريرة مرفوعا." ❷

"رسول اللہ نے فرمایا: نہیں بیٹھی کوئی قوم کسی ایسی مجلس میں جس میں انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور نہ اپنے نبی علیہ السلام پر درود پڑھا مگر ان کے لیے نقصان کا باعث ہوگی۔"

اس روایت کی سند میں راوی صالح مولی التوامہ کو آخری عمر میں اختلاط ہوگیا تھا۔ ❸ لیکن صالح مولی التوامۃ سے راوی ابن أبي ذئب روایت کر رہا ہے اور امام علی بن المدینی وغیرہ نے کہا ہے کہ ابن أبي ذئب نے صالح مولی التوامۃ سے اختلاط سے پہلے سنا ہے۔ ❹

(لہذا یہ روایت "حسن درجہ" کی ہے)

---

❶ نهاية الاغتباط: ص ٩٦ـ الكواكب النيرات: ص ٤٦٠ .

❷ مسند أحمد: ٢/ ٤٥٣ ، إسناده حسن .

❸ نهاية الاغتباط: ص ١٧٧ ـ الكواب النيرات: ص ٢٥٨ .

❹ سوالات محمد بن عثمان بن أبي شيبة: ٧٩ .

مجہول راوی:

مجہول اسم مفعول کا صیغہ ہے، جہل سے مشتق ہے اور جہل، علم کی ضد ہے۔ ❶
اصطلاح علم حدیث میں مجہول اس راوی کو کہا جاتا ہے جس کی شخصیت اور حالات معلوم نہ ہو یا شخصیت تو معروف ہو لیکن اس کی صفات عدل وضبط (یعنی ثقہ ہے یا غیر ثقہ) کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو۔ ❷

راوی کے مجہول ہونے کے اسباب:

کسی راوی کے مجہول ہونے کے تین اسباب ہیں:

۱:...... کثرت القاب وصفات۔

۲:...... قلتِ روایات۔

۳:...... نام کی تصریح نہیں ہوتی۔

۱۔ کثرت القاب وصفات:

کسی راوی کے کئی نام ہوں یا القاب وصفات بہت زیادہ منقول ہوں اور کسی ایک سے مشہور ہو جائے مگر جب اس کا ذکر کسی غیر معروف نام، کنیت، لقب یا صفت سے ہو تو اسے کوئی دوسرا راوی خیال کر لیا جائے اس طرح کے حالات گوشہ خفاء میں رہتے ہیں مثلاً محمد بن السائب بن بشر الکلبی (کذاب راوی) بعض نے اسے اس کے دادا کی طرف منسوب کر کے محمد بن بشر کہا ہے۔ بعض نے اس کا نام حماد بن السائب بتایا ہے اسی طرح کسی نے اس کی کنیت ابو النصر، کسی نے ابو سعید اور کسی نے ابو ہشام بیان کی ہے۔

۲۔ قلت روایات:

اس کی روایات بہت کم ہوں اور اس سے روایت لینے والوں کی تعداد بھی قلیل ہو، بعض اوقات اس سے بیان کرنے والا صرف ایک ہی شاگرد ہو مثلاً ابو العشراء الدارمی

❶ تقریب النووی، مترجم: ص ١٦٣ . ❷ مقدمة ابن الصلاح، مترجم: ص ٥١ .

(مجهول راوی)❶ ایک تابعی ہے اس سے روایت لینے والا صرف حماد بن سلمہ ایک ہی شاگرد ہے۔

۳۔ نام کی تصریح نہیں ہوتی:

بعض اوقات اختصار کے پیش نظر کسی راوی کے نام کی تصریح نہیں ہوتی مثلاً راوی کا یہ کہنا کہ اخبرنی فلان (مجھے فلان نے خبر دی) اور حدثنی رجل (مجھے کسی شخص نے حدیث بیان کی) وغیرہ (نیز یا أخبرنی الثقة، أخبرنی العدل)❷

مجہول راوی کی اقسام:

مجہول راوی کی تین اقسام ہیں:

۱:......مجہول العین۔ ۲:......مجہول الحال۔

۳:......مبہم۔

۱۔ مجہول العین:

وہ راوی جس کا نام تو معلوم ہو لیکن اس سے روایت لینے والا صرف ایک شخص ہو اس کا حکم یہ ہے کہ ایسے راوی کی روایت قبول نہیں ہوتی مگر یہ کہ اس کی توثیق (کسی معتبر محدث سے) ہو جائے (تو پھر قبول ہے)۔

۲۔ مجہول الحال:

ایسا راوی جس سے روایت لینے والے دو یا دو سے زیادہ ہوں مگر اس کی توثیق نہ کی گئی ہو۔ اسے مستور بھی کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کے راوی کی روایت بھی مردود ہوتی ہے۔ (اگر کسی معتبر محدث نے توثیق کی ہو تو پھر قبول ہے)۔

۳۔ مبہم:

اگر چہ علماء حدیث نے اس کا خاص نام تجویز کیا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے یہ

---

❶ تحریر تقریب التهذیب: ٤/ ٢٣٧ . ❷ مقدمة ابن الصلاح، مترجم: ص ٥١، ٥٢ .

مجہول ہی کی ایک قسم ہے اس کی روایت کا حکم یہ ہے کہ ایسے راوی کی روایت بھی غیر مقبول ہوتی ہے کیونکہ جس کا نام مبہم ہے اس کی شخصیت بھی مجہول ہوگی پھر اس کی عدالت کا بھی پتہ نہیں چل سکے گا جو قبولِ روایت کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا ایسے راوی کی روایت بھی قبول نہیں ہوتی الا یہ کہ اس کے نام کی تصریح وارد ہو اور اس کی ثقاہت وعدالت (کسی معتبر محدث سے) بھی ثابت ہو۔ [1]

متقدمین محدثین اور مجہول راوی:

بعض الناس کے نزدیک اگر کسی راوی سے دو یا ایک جماعت روایت کرے، یا متساہل محدثین (مثلاً امام ابن خزیمہ، امام ترمذی، امام ابن حبان، امام حاکم وغیرہ) ومتاخرین محدثین (امام نووی، امام ضیاء مقدسی، امام ذہبی وغیرہ) اس مجہول راوی کی توثیق کر دیں تو وہ راوی مجہول نہیں رہتا بلکہ ''حسن درجہ'' کا ہو جاتا ہے لیکن یہ خود ساختہ اصول، متقدمین محدثین اور اصول حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے غلط ومردود ہے۔ مختصراً وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اور امام ابن حبان رحمہ اللہ کے متساہل (اور مجہول کے غلط قاعدے کے) ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وكان عند ابن حبان ان جهالة العين ترتفع برواية واحد مشهور وهو مذهب شيخه ابن خزيمة ولكن جهالة حاله باقية عند غيره.“ [2]

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اس عبارت سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابن حبان کے نزدیک جب جہالت عین ختم ہو جائے تو وہ راوی ثقہ ہو جاتا ہے اور امام ابن حبان کی طرح

[1] مقدمة ابن الصلاح، مترجم: ص ٥٢، ٥٣.

[2] لسان الميزان، لابن حجر: ١/ ١٤.

ان کے شیخ امام ابن خزیمہ کا بھی یہی مسلک ہے لیکن اس کا رد کرتے ہوئے یہ بھی فرما دیا کہ دیگر محدثین اس کے خلاف ہیں یعنی اس سے راوی کی عدالت ثابت نہیں ہوتی۔

اس کی مزید تائید امام خطیب بغدادی سے بھی ہوتی ہے۔ امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں: اورکم ازکم جس سے جہالت مرتفع ہو جاتی ہے یہ ہے کہ راوی سے دو یا زیادہ مشہور علم والے راوی روایت کرنے والے ہیں، ابوزکریا یحییٰ بن محمد بن یحییٰ اپنے باپ (محمد بن یحییٰ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب ایک محدث سے دو راوی روایت کریں تو جہالت اسم رفع ہو جاتی ہے، میں (خطیب بغدادی) کہتا ہوں مگر ان دونوں راویوں کی روایت سے عدالت ثابت نہیں ہوتی۔ ❶

یعنی راوی ''مجہول الحال'' رہتا ہے اور یہی مسلک جمہور محدثین کا ہے اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا نقبل خبر من جهلناه، وكذلك لا نقبل خبر من لم نعرفه بالصدق وعمل الخبر." ❷

''ہم مجہول (العین) راوی کی روایت قبول نہیں کرتے، اسی طرح اس (مجہول الحال) راوی کی روایت بھی ہمارے ہاں ناقابل قبول ہے، جس کی سچائی اور اچھائی (بھلائی) ہمیں معلوم نہیں۔''

بہرحال دیگر محدثین کا مسلک بھی امام شافعی رحمہ اللہ کے مطابق ہے۔

محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''امام ابن حبان کا اس راوی کی توثیق کرنا، اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ میں نے اس پر بارہا تنبیہ کی ہے اور اسی طرح امام ابن خزیمہ کا اس حدیث کو صحیح

---

❶ الكفاية فى علم الرواية للخطيب: ص ٨٤.

❷ اختلاف الحديث، ص ٤٥ بحواله السنة شماره نمبر ٤٣، ص ١٤٠.

قرار دینا اس کا کچھ اعتبار نہیں، اس لیے کہ وہ اس فن میں متساہل ہے۔'' ❶

محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ ایک اور مقام پر حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام ابن حبان اس راوی کی توثیق میں متساہل ہیں، اس لیے کہ وہ کثرت کے ساتھ مجہول راویوں کو ثقہ قرار دے دیتے ہیں، یہاں تک کہ بعض ایسے رواۃ جن کے بارے میں وہ خود صراحت کرتے ہیں کہ ان رواۃ کا مجھے کچھ علم نہیں کہ وہ کون ہیں؟ اور نہ ان کے والد کا علم ہے کہ کون ہے؟ ان کی بھی توثیق کر دیتے ہیں نیز امام ابن حبان کی طرح امام حاکم بھی متساہل ہیں یہ بات ان لوگوں (اہل علم) پر مخفی نہیں جو رجال اور تراجم کے فن سے گہرا رابطہ رکھتے ہیں...... البتہ امام ابن حبان نے اس راوی کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے لیکن اس بارے میں امام ابن حبان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایسے راویوں کو جن کی جرح پر اطلاع نہیں ہے، ثقہ راویوں میں ذکر کر دیتا ہے لیکن امام ابن حبان کا اس کو ثقہ راویوں میں ذکر کرنا دیگر ائمہ محدثین کے نزدیک اس کو مجہول راویوں کی فہرست سے نہیں نکال سکتا، چنانچہ امام ابن حجر العسقلانی نے ''لسان المیزان'' میں ابن حبان کے شذوذ کا رد کیا ہے۔ ❷

مزید محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ ایک اور حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

راوی ابن ذکوان کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: میں اس کو نہیں جانتا یعنی مجہول ہے، جب اس راوی ابن ذکوان کو ''جرح وتعدیل'' کے امام یحییٰ بن معین نہیں جانتے تو ابن حبان کو اس کی کیسے معرفت حاصل ہوگی؟ ❸

الغرض متساہل محدثین ومتاخرین محدثین کی مجہول راویوں کی توثیق کرنا، کچھ وقعت نہیں رکھتا، لہٰذا جب اسماء الرجال وجرح وتعدیل کے امام اُحمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام

---

❶ الأحاديث الضعيفة: ١/ ٥٨١.

❷ الأحاديث الضعيفة، مترجم: ١/ ٧١، ٧٢.

❸ الأحاديث الضعيفة، مترجم: ١/ ٧٧.

المحدثین امام بخاری وغیرہم جس راوی کو نہیں جانتے تو اس راوی کے متعلق متساہل محدثین ومتاخرین محدثین کو کیسے معرفت حاصل ہوگی، اسی لیے امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ جس راوی کو جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معین نہیں جانتے تو وہ راوی ''مجہول'' ہی ہے۔ ❶

راقم الحروف نے ''مجہول راوی'' کے بارے میں وضاحت کو طوالت سے بچنے کے لیے مختصر طور پر لکھا ہے لیکن مکمل تفصیل کے لیے اسی کتاب میں عنوان خود ساختہ اصول ''متساہل+متساہل'' کا تحقیقی جائزہ پڑھیں۔

مجہول راوی کی مثال اور متساہل محدثین کا مجہول راویوں کی توثیق میں تساہل:

اسماء الرجال وجرح وتعدیل کے ماہرین محدثین نے جن راویوں کو ''مجہول'' کہا ہے یا ان راویوں کے حالات نہ ملنے پر خاموشی اختیار کی ہے۔ (ایسے راوی بھی ان کی نظر میں مجہول ہی ہیں) ان راویوں کی متساہل محدثین ومتاخرین محدثین نے توثیق کر رکھی ہے، صرف دو راویوں کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ مہدی بن حرب الہجری:

یہ راوی عکرمہ مولی ابن عباس سے روایت کرتا ہے اور اس سے صرف دو راوی حوشب بن عقیل اور ابو عبیدہ عبدالمومن بن عبیداللہ السدوسی روایت کرتے ہیں۔ ❷

یہ راوی اصول حدیث کی رو سے ''مجہول الحال'' ہے اسے ''مستور'' بھی کہتے ہیں اور متقدمین محدثین نے بھی اسے مجہول ہی سمجھا ہے لیکن اس مجہول راوی کی متساہل محدثین ومتاخرین محدثین مثلاً امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام حاکم نے توثیق کی ہے ان کے مقابلے میں اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کے ائمہ محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

---

❶ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۳/ ۴۷۳.

❷ تهذیب الکمال للمزی: ۱۸/ ۴۲۲.

امام أحمد بن حنبل نے فرمایا: "لا أعرفه" یعنی یہ مجہول ہے۔ ❶ جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "لا أعرفه" یعنی یہ مجہول ہے۔ ❷ امام ابن أبي حاتم نے امام یحییٰ بن معین کے قول پر خاموشی اختیار کی ہے جو کہ اس راوی کو مجہول سمجھنے پر امام ابن معین کی تائید ہے۔ (واللہ اعلم) امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''مقبول'' یعنی مجہول الحال ہے بلکہ الشیخ شعیب الارنووط اور الدکتور بشار عواد معروف نے کہا: یہ مجہول الحال ہے۔ ❸ محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام حاکم کی توثیق کا رد کرتے ہوئے فرمایا: یہ راوی ''مجہول'' ہے۔ ❹ امام ذہبی نے امام ابو حاتم اور امام ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ یہ راوی مجہول ہے، امام ذہبی کی خاموشی ان دونوں محدثین کی تائید میں سمجھی جائے گی کہ امام ذہبی بھی اس راوی کو مجہول سمجھتے تھے۔ ❺ واللہ اعلم

تنبیہ: ......متاخرین محدثین کا ہر قول جو متقدمین محدثین کے موافق ہوگا وہ قابل حجت ہوگا، اور جو قول متقدمین محدثین کے مخالف ہوگا وہ نا قابل قبول ہوگا۔

۲۔ یونس بن سلیم الصنعانی:

یہ راوی یونس بن یزید الایلی سے روایت کرتا ہے اور اس سے صرف ایک راوی عبدالرزاق بن ہمام روایت کرتا ہے۔ ❻

یہ راوی اصول حدیث کی رو سے ''مجہول العین'' ہے اور متقدمین محدثین نے بھی اسے مجہول ہی سمجھا ہے لیکن اس مجہول راوی کی متساہل ومتاخرین محدثین مثلاً امام حاکم ❼ اور امام

---

❶ سوالات أبي داؤد: ص ٣٣١.

❷ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٨/ ٣٨٦ إسناده صحيح.

❸ تحرير تقريب التهذيب: ٣/ ٤٢٣، ٤٢٤.

❹ الأحاديث الضعيفة، مترجم: ٣/ ١١١. ❺ ميزان الاعتدال للذهبي: ٤/ ١٩٥.

❻ تهذيب الكمال للمزي: ٢٠/ ٥٣٦.

❼ مستدرك للحاكم: ٣/ ٣، ح: ٣٥٣٠.

ابن حبان نے توثیق کی ہے ان کے برعکس اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کے ائمہ محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "ما أعرفه" یعنی مجہول ہے۔[1] امام نسائی نے فرمایا: "لا نعرفه" یعنی مجہول ہے۔[2] امام أحمد بن حنبل نے فرمایا: "أظنه لا شیء" اس کے بعد امام ابن أبی حاتم نے امام ابن معین کا قول "ما أعرفه" نقل کرنے کے بعد خاموشی اختیار کی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابن أبی حاتم کے نزدیک بھی یہ راوی مجہول ہے۔[3] (واللہ اعلم) امام عقیلی نے فرمایا: "لا یتابع علی حدیثه ولا یعرف الا به" یعنی یہ مجہول ہے۔[4]

امام ابن عدی نے فرمایا: "وهذا یرویه عبدالرزاق عن یونس بن سلیم وربما کناه فیقول: أبوبکر الصنعانی ولا یسمیه لأنه لیس بالمعروف، وقال ابن معین لا أعرفه إلا أن عبدالرزاق یروی عنه ویونس ابن سلیم یعرف بهذا الحدیث" [5] امام ابن حجر العسقلانی نے امام حاکم اور امام ابن حبان کی توثیق پر اعتماد نہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا: یہ راوی مجہول ہے۔[6] راقم کے استاد محترم محدث العصر شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے فرمایا: یونس راوی مجہول ہے۔[7]

مبہم کی مثال:

کسی روایت کو نقل کرتے وقت راوی یہ الفاظ کہے: أخبرنی فلان، یا أخبرنی

---

[1] تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۸۹۸. [2] السنن الکبری للنسائی: ۱/ ۴۵۰.

[3] الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: ۹/ ۲۹۵ إسناده صحیح.

[4] الضعفاء الکبیر للعقیلی: ٤/ ٤٦٠.

[5] الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۸/ ۵۱۹.

[6] تحریر تقریب التهذیب: ٤/ ۱۳۹.

[7] انوار الصحیفة فی الأحادیث الضعیفة: ص ۲۸٤.

شیخ یا أخبرنی رجل ، یا أخبرنی الثقة وغیرہ . ❶

یعنی جس روایت میں راوی کا نام اگر ذکر نہ کیا جائے تو بھی اس سے جہالت آ جاتی ہے اور مبہم کہلاتی ہے مثال کے طور پر حدیث: عن وکیع عن الأعمش عن رجل عن ابن عمر مرفوعا . ❷

اس روایت کی سند میں "عن رجل" مبہم یعنی مجہول ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے اس میں اعمش کی تدلیس بھی ہے، مبہم روایت اصول حدیث کی رو سے ضعیف ہوتی ہے۔
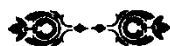
❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٦٥ .

❷ سنن أبی داؤد: ١٤ ـ والسنن الکبری للبیهقی: ١/ ٩٦ .

باب 4

مرفوع

مرفوع رفع سے ہے جس کے معنی اٹھانا اور آگے بڑھانا ہے۔

”الرفع ضد الوضع“ یعنی رفع کی ضد ہے۔ والرفع تقریب الشیء بالشئی“ یعنی رفع کسی شئی کو دوسرے شئے کے قریب کر دینا ہے۔ ❶

اصطلاح میں مرفوع اس قول (بات)، فعل (کام) اور تقریر (تائید) کو کہتے ہیں جو رسول اللہ کی جانب منسوب ہو۔

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ حدیث جو نبی علیہ السلام پر منتہی ہوتی ہے اور اس کے الفاظ تصریحاً یا حکماً یا تقاضا کرتے ہیں کہ اس اسناد سے جو کچھ منقول ہے وہ نبی علیہ السلام کا قول یا فعل یا تقریر ہے تو اسے مرفوع حدیث کہا جاتا ہے۔ ❷

امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں: ”المرفوع: ما أخبر فيه الصحابي عن قول الرسول او فعله“ یعنی مرفوع وہ حدیث ہے جس میں ایک صحابی رسول کے قول وفعل (وتقریر) کی خبر دے۔ ❸

مرفوع حدیث کی اقسام:

۱:......مرفوع قولی۔

۲:......مرفوع فعلی۔

۳:......مرفوع تقریری۔

۴:......مرفوع وصفی

---

❶ لسان العرب: ۸/ ۱۲۹ .

❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۷۰ .

❸ الكفاية في علم الرواية للخطيب: ص ۲۵ .

ا۔مرفوع قولی:

وہ حدیث ہے جو صراحتہً نبی علیہ السلام کا قول ہو۔

۲۔مرفوع فعلی:

وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ کے کسی فعل (عمل) کا بیان ہو۔

۳۔مرفوع تقریری:

وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ کی حیات یا مجلس وموجودگی میں کسی کام کے کیے جانے کا ذکر ہو اور آپ علیہ السلام کا انکار مذکور نہ ہو۔

۴۔مرفوع وصفی:

وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ کے جسمانی یا روحانی واخلاقی اوصاف واحوال میں سے کسی کا تذکرہ ہو۔

مرفوع حدیث کی اقسام کی مثالیں اس کتاب کے شروع عنوان ''حدیث'' کے تحت گزر چکی ہیں۔لہٰذا وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

موقوف:

وقف سے اسم مفعول ہے بمعنی ''روکا ہوا'' اصطلاح میں وہ خبر ہے جو صحابی کی طرف منسوب ہو خواہ قول ہو یا فعل ہو۔ [1]

موقوف کی مثال:

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں تم سے رسول اللہ کی حدیث بیان کروں تو یہ سمجھ لو کہ مجھ کو آسمان سے گر جانا پسند ہے (اس بات سے) کہ رسول اللہ پر جھوٹ باندھوں۔ [2]

مقطوع:

مقطوع قطع سے ہے جس کے معنی کاٹنا یا جدا کرنا ہے "القطع: ابانة بعض

[1] التحدیث فی علوم الحدیث: ص ۲٤٦.
[2] صحیح بخاری: ۳٦۱۱.

اجزاء الجرم من بعض فصلا" قطع کے معنی جسم کے بعض اجزاء کو دوسروں سے الگ کرنا۔ ❶

اصطلاح میں وہ قول وفعل ہے جس کی کسی تابعی کی طرف نسبت کی جائے۔

مقطوع جس کی جمع مقاطع اور مقاطیع ہے وہ روایت ہے جو قول وفعل کے لحاظ سے تابعی پر موقوف ہو جائے۔ ❷

امام ابن الصلاح فرماتے ہیں: مقطوع وہ روایت ہے جس کی سند تابعین کے اقوال وافعال پر رک جائے اور خطیب بغدادی نے فرمایا: مقطوع روایتیں وہ ہیں جن کی اسناد تابعین پر ختم ہوتی ہیں۔ ❸

مقطوع کی مثال:

تابعی ثانی عمر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱ھ) فرماتے ہیں: اگر ہر اس بدعت کے بدلے جسے اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے ختم کرے اور ہر اس سنت کے بدلے جسے اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے بلند کرے، میرے بدن کے آخری ٹکڑے تک کو قربان کرنا پڑے تو بھی یہ اللہ تعالیٰ (کے دین کی خدمت) میں معمولی بات ہے۔ ❹

مسند:

مسند (اسم مفعول) کے لغوی معنی ہیں "چڑھایا ہوا" ❺ اور اصطلاحی معنی ہیں: جس کی سند رسول اللہ تک متصل ہو۔ ❻ (اگر قبول کی شرائط پائی جائیں تو یہ قابل قبول ہوگی) جس روایت کی سند شروع سے آخر تک متصل ہو۔ ❼

---

❶ لسان العرب: ۸/ ۲۷٦.
❷ تقریب النووی، مترجم: ص ۹٤.
❸ مقدمة ابن الصلاح: ص ۲۳.
❹ کتاب السنة للمروزی: ۹۰، إسناده صحیح.
❺ التحدیث فی علوم الحدیث: ص ۲٤۹.
❻ معرفة علوم الحدیث، مترجم: ص ٦۳.
❼ الکفایة فی علم الروایة للخطیب: ص ۲٤.

مسند کی مثال:

امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حدثنا المکی بن إبراهیم قال حدثنا یزید بن أبی عبید عن سلمة هو ابن الاکوع قال سمعت النبی یقول ”من یقل علی ما لم اقل فلیتبوا مقعده من النار .“ ❶

”نبی علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے، اس حدیث کی سند شروع سے آخر تک یعنی نبی علیہ السلام تک متصل مرفوع ہے۔“

متصل:

یہ ”اتصل“ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، (یہ ضد ہے منقطع کی) جس کے معنی ہیں ”ملنے والا“ اسے موصول بھی کہتے ہیں، جو اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی ملا ہوا اصطلاح میں وہ مرفوع یا موقوف حدیث ہے جس کی سند متصل ہو، یعنی اس کے تمام رواۃ مذکور ہوں، کوئی رہ نہ گیا ہو۔ ❷

راقم کہتا ہے کہ متصل مرفوع یا موقوف کی مثالیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو مثالیں مرفوع حدیث یا مُسْنَد یا موقوف میں بیان ہوئی ہیں وہی مثالیں اس کی یہاں بنتی ہیں لہٰذا دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

زیاداتِ ثقہ:

زیادات جمع ہے زیادت کی اور ثقات جمع ہے ثقہ کی اور ثقہ ”العدل الضابط“ کو کہتے ہیں۔ ❸ زیادتی ثقہ سے مراد کسی ثقہ راوی کی روایت میں موجود وہ زائد الفاظ ہیں جو

---

❶ صحیح بخاری: ۱۰۹ . ❷ التحدیث فی علوم الحدیث: ص ۲۵۰ .

❸ تقریب النووی، مترجم: ص ۱۲۸ .

دوسرے ثقات نے اس حدیث میں بیان نہیں کیے مثلاً متن میں زیادتی ہو کہ اس میں ایک کلمہ یا جملہ اضافہ کر دے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی روایت اس صورت میں قابل قبول ہوگی جب کہ ثقہ نے اوثق (یعنی اپنے سے زیادہ ثقہ) کی مخالفت نہ کی ہو۔ دوسرا سند میں زیادتی ہو کہ ''موقوف'' کو ''مرفوع'' بیان کر دے یا ''مرسل'' کو ''موصول'' روایت کر دے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی روایت اس وقت قبول کی جائے گی جب کہ اس کا راوی حافظ، ثقہ اور ضابط ہو۔ ❶

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث صحیح یا حسن میں اگر ایک ثقہ راوی ایسی زیادت بیان کرے کہ جو راوی اس سے اوثق ہے، وہ اسے نہیں بیان کرتا تو یہ زیادت اگر اوثق کی روایت کے منافی نہ ہو تو مطلقاً قبول کی جائے گی۔ ❷

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب کوئی (ثقہ) راوی اپنے استاذ سے دوسرے راویوں کی بنسبت منفرد ہو جائے تو اسے زیادتِ ثقہ کہا جاتا ہے۔ ❸

امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ (ثقہ راوی) کا وارد اضافہ تمام وجوہ سے مقبول اور معمول بھی ہے اگر راوی عادل، حافظ اور متقن ضابط ہو اس کی صحت کی دلیل میں کئی امور ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس بات پر تمام اہل علم (محدثین) کا اتفاق ہے کہ اگر ثقہ راوی نقل حدیث میں منفرد ہو جیسے دوسروں نے نقل نہ کیا ہو تو اسے قبول کرنا واجب ہوگا۔ ❹

امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور زیادت (ثقہ راوی کا متن یا سند یعنی موقوف کو مرفوع بیان کرنا) مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ (اس کی عدالت وثقاہت) ثابت ہو جائے۔ ❺

---

❶ معجم مصطلحات حدیث: ص ۹۲۔ ❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۳۶۔
❸ اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، مترجم: ص ۴۸۔
❹ الکفایة للخطیب: ص ۳۶۵، ۳۶۶۔
❺ جزء رفع الیدین للبخاری، مترجم: ص ۸۹۔

مزید امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض نے (جو الفاظ زیادہ سنے تھے یا زیادہ عمل دیکھا تھا) بعض پر (روایت میں) اضافہ کر دیا۔ اور اہل علم (محدثین) کے نزدیک ثقہ کی) زیادت مقبول ہوتی ہے۔ ❶

زیادتِ ثقہ کی مثال:

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بسا اوقات حدیث کسی اضافہ کی وجہ سے غریب (صحیح) ہوتی ہے اگر یہ زیادت اور اضافہ کسی قابل اعتماد (ثقہ) حافظہ والے راوی کی طرف سے ہو تو حدیث صحیح ہوگی جیسا کہ امام مالک نے نافع سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ

"فرض رسول الله زكاة الفطر من رمضان على كل حر أو عبد ذكر أو أنثى من المسلمين صاعًا من تمر أو صاعًا من شعير."

"رسول اللہ نے رمضان کا صدقہ فطر مسلمین میں سے ہر آزاد، غلام، مرد اور عورت پر ایک صاع (سوا دو کلو تقریباً) کھجور یا ایک صاع جو فرض کیا ہے۔"

امام مالک رحمہ اللہ نے اس حدیث میں "من المسلمین" کا لفظ زائد بیان کیا ہے یہی حدیث ایوب سختیانی اور عبیداللہ بن عمر اور بہت سے ائمہ نے نافع سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے مگر انہوں نے "من المسلمین" کا لفظ بیان نہیں کیا۔ بعض راویوں نے نافع سے جن کا حافظہ قابل اعتماد نہیں ہے۔ امام مالک کی مثل روایت کی ہے۔ بہت سے ائمہ نے امام مالک کی اس حدیث پر عمل کیا ہے اور اس سے دلیل پکڑی ہے جن میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل بھی ہیں ان دونوں نے فرمایا: جب کسی شخص کے غلام غیر مسلم ہوں تو وہ ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا نہ کرے اور انہوں نے اپنے موقف میں امام مالک

❶ جزء رفع اليدين للبخاري، مترجم: ص ١٠٣.

سے مروی اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے۔ جب قابل اعتماد حافظہ والا (ثقہ) راوی (کسی حدیث میں عام راویوں کے برعکس کسی) زائد لفظ کو روایت کرے تو اس کی زیادت اور اضافہ قابل قبول ہوگا۔ ❶

اعتبار:

اعتبار مصدر ہے اِعۡتَبَر کا، ❷ اس کے لغوی معنی ہیں چند چیزوں پر غور کرنا، تاکہ ایک جنس کی کئی چیزوں کی معرفت اور پہچان ہو جائے۔ اصطلاح میں کسی حدیث کے سامنے آنے پر، اس کی حیثیت کو جاننے کے لیے دوسری احادیث پر غور کرنا اور فکر وتدبر کرنا کہ کسی دوسرے نے اس کو روایت کیا ہے یا نہیں، اگر کسی دوسرے نے روایت کیا ہے، تو اس کی نوعیت کیا ہے، دونوں بات میں موافقت ہے یا مخالفت، اگر موافقت ہے تو لفظی ہے یا معنوی، نیز یہ کہ دونوں کی روایت ایک ہی صحابی سے ہے۔ یا دو الگ الگ صحابیوں سے۔ ❸

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جوامع، مسانید اور اجزاء میں اس غرض سے تتبع کرنا کہ حدیث فرد کے لیے کوئی متابع یا شاہد مل جائے اعتبار کہلاتا ہے۔ ❹

(یعنی شواہد اور متابعات تلاش کرنے کے عمل کو اعتبار کہتے ہیں)

متابع:

متابعات متابع کی جمع ہے متابع اور تابع دونوں اسم فاعل کے صیغے ہیں تابع سے متابع اسم فاعل ہے اور تبع سے تابع اسم فاعل ہے بمعنی وَافَقَ اصطلاح میں وہ حدیث کہ اس کے راوی حدیث فرد کے راویوں کے ساتھ لفظاً اور معنیً یا صرف معنیً ان صحابی سے روایت کرنے میں شریک ہو جائیں۔ ❺

---

❶ العلل الصغير للترمذي: ص ٢٩٥ . ❷ تقريب النووى، مترجم: ص ١٢٥ .
❸ التحديث في علوم الحديث: ص ٢٥٣ .
❹ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٤١ .
❺ تقريب النووى، مترجم: ص ١٢٥ .

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث فرد کے جس راوی کے بارے میں تفرد کا احساس ہو اور تتبع سے اگر اس کا کوئی موافق مل جائے تو اس موافق کو متابع (بکسر الباء) کہا جاتا ہے اور موافقت کو متابعت کا نام دیتے ہیں۔ [1]

متابعت کی اقسام:

متابعت کی دو قسمیں ہیں:

ا:......متابعت تامہ۔ ۲:......متابعت قاصرہ۔

ا۔ متابعت تامہ:

متابعت کے لغت میں معنی "موافقت" کے ہیں جبکہ اصطلاح میں اس کے معنی کسی راوی کا دوسرے راوی کے ساتھ کسی حدیث کی روایت میں شریک ہونا ہے۔ [2] اب متابعت تامہ کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں: متابعت تامہ یہ ہے کہ ایک سند کا راوی دوسری سند کے راوی کے شیخ میں اس کے ساتھ موافق ہو جائے۔ [3] (یعنی ایسی حدیث جس میں ایک راوی دوسرے راوی کی تائید کرتا ہو)

اس کی مثال امام شافعی کی روایت ہے جسے کتاب الام میں اس طرح نقل کیا گیا ہے:

عن مالك عن عبدالله بن دينار عن ابن عمر ان رسول الله قال: الشهر تسع وعشرون فلا تصوموا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين . [4]

رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: مہینہ انتیس کا ہے صوم نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھو اگر بادل آ جائیں تو تیس دن پورے کرو۔

[1] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٣٩ .
[2] التحديث فى علوم الحديث : ص ٢٥٤ .
[3] تقريب النووى؛ مترجم : ص ١٢٦ .
[4] كتاب الام للشافعى: ٢/ ٩٤ .

اس حدیث کے متعلق کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ امام شافعی، اس حدیث کے ساتھ (امام مالک سے نقل کرنے میں) متفرد ہیں لیکن امام شافعی کے تفرد کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ امام شافعی کا متابع موجود ہے اور وہ امام عبداللہ بن مسلمہ القعنبی ہیں۔ چنانچہ امام المحدثین امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

"حدثنا عبدالله بن مسلمة، حدثنا مالك عن عبدالله بن دينار عن عبدالله بن عمر مرفوعا." [1]

اور حدیث کا یہی متن ذکر کیا ہے، یہ متابعت تامہ ہے۔

متابعت قاصرہ:

اگر راوی کے شیخ یا اوپر کے کسی راوی کے لیے متابعت ثابت ہو جائے تو یہ (متابعت) قاصرہ ہوگی۔ [2]

اس کے لیے بھی امام شافعی کی سابقہ حدیث مثال بنتی ہے کیونکہ امام شافعی کے شیخ (امام مالک کے) الشیخ عبداللہ بن دینار کا متابع موجود ہے ملاحظہ فرمائیں: امام المحدثین امام بخاری نے فرمایا:

"حدثنا يحي بن بكير قال حدثني الليث عن عقيل عن ابن شهاب قال: أخبرني سالم أن ابن عمر مرفوعا." [3]

نیز اس حدیث کی متابعت قاصرہ ابن خزیمہ اور صحیح مسلم میں بھی ہے۔ [4]

---

1. صحيح بخاري: ١٩٠٧.
2. نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٣٩.
3. صحيح بخاري: ١٩٠٠.
4. صحيح ابن خزيمة: ١٩٠٩۔ صحيح مسلم، مترجم: ٢/ ١٠٠، ١٠١.

شاہد:

اگر کسی دوسرے صحابی سے ایسا متن مل گیا جو کسی فرد حدیث کے ساتھ الفاظ ومعانی کے لحاظ سے یا صرف معنی کے اعتبار سے مشابہ ہو تو اسے شاہد کہا جائے گا۔ [1]

مثلاً:

”حدثنا آدم حدثنا شعبة حدثنا محمد بن زياد قال سمعت أباهريرة يقول: قال النبى أو قال أبو القاسم ”صوموا لرويته وافطرو الروايته، فان غبى عليكم فاكملوا عدة شعبان ثلاثين.“ [2]

رسول اللہ نے فرمایا: چاند کی رویت پر صوم رکھو اور اس کی رویت پر افطار کرو اگر چاند تم سے مخفی رہے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔ اس حدیث میں صحابی مختلف یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں لیکن یہ حدیث امام شافعی کی روایت (ابن عمر والی) کے لیے شاہد ہے اگرچہ لفظی موافقت نہیں لیکن معنی کے لحاظ سے تائید ہے۔

محکم الحدیث:

لغت میں یہ ”اَحکَمَ“ سے اسم مفعول ہے، جس کے معنی ہیں مضبوط بنانا، اصطلاح میں جس حدیث مقبول کے خلاف کوئی اور حدیث نہ ہو، وہ محکم کہلاتی ہے۔ [3]

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس خبر مقبول کے معارض کوئی اور خبر نہ ہو، (یعنی اس کے منافی کوئی دوسری حدیث نہ ملے) تو اسے محکم کہا جائے گا۔ [4]

---

[1] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٤٠ .

[2] صحيح بخاري: ١٩٠٩ .

[3] التحديث فى علوم الحديث: ص ١٧٠ .

[4] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ٤٣ .

محکم کی مثال:

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ سفر سے تشریف لائے، میں نے گھر کے سائبان پر ایک پردہ ڈالا تھا، جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں، رسول اللہ نے اس کو دیکھا تو اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: ''بروز قیامت سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی مخلوق کی طرح خود بھی بناتے ہیں۔ ❶

امام حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ صحیح سنت (حدیث) ہے جس کے خلاف کوئی روایت نہیں۔ ❷

مختلف الحدیث:

''مختلف'' لغت میں اسم فاعل کا صیغہ ہے اختلاف سے مشتق ہے اور اتفاق کی ضد ہے۔ ❸

جس خبر (حدیث) مقبول کی معارض کوئی خبر مقبول ہو اور ان دونوں متعارض خبروں میں بطریق اعتدال تطبیق ممکن ہو تو اسے مختلف الحدیث کہا جاتا ہے۔ ❹

امام نووی فرماتے ہیں: یہ حدیث کا ایک نہایت اہم فن ہے سب علماء کو اس کے جاننے کی ضرورت ہے اس فن کا مقصد یہ ہے کہ دو بظاہر متضاد المعنی احادیث میں جمع وتوفیق کی کوشش کی جائے۔ یا ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جائے، اس میں وہ علماء دسترس رکھتے ہیں جو حدیث وفقہ کے جامع ہوں یا ماہر اصول ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کے معنی میں مہارت رکھتے ہوں۔ ❺

---

❶ صحیح بخاری، مترجم: ۳/ ۳۹۱.

❷ معرفة علوم الحدیث للحاکم، مترجم: ص ۲۱۷.

❸ تقریب النووی، مترجم: ص ۳۳٤.

❹ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٤۳.

❺ تقریب النووی، مترجم: ص ۳۳۳، ۳۳٤.

مختلف الحدیث کی مثال:

رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: "لا عدوی ولا طیرۃ" [1] نہ کوئی بیماری متعدی ہے اور نہ کوئی بدفالی کی حقیقت ہے اور دوسری حدیث میں ہے۔

"وفرم المجذوم کما تفر من الاسد." [2]

"جذام کی بیماری والے سے اس طرح بھاگ جیسے تو شیر سے بھاگتا ہے۔"

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ دونوں حدیثیں صحیحین میں منقول ہیں اور دونوں میں بظاہر تعارض ہے...... لیکن اس میں تطبیق یہ ہے کہ پہلی حدیث میں جس تعدی کی نفی ہے وہ اپنے عموم پر باقی ہے اس لیے کہ رسول اللہ کا ارشاد "لا یعدی شیء شیئا" [3] کوئی چیز کسی چیز کو متعدی نہیں بناتی۔ بسند صحیح ثابت ہے۔ (فیه نظر) اور یہ ارشاد واضح طور پر ناطق ہے کہ عموماً کوئی شئ کسی کو بیماری نہیں پہنچا سکتی، علاوہ ازیں جب ایک شخص نے رسول اللہ سے گزارش کی کہ جب خارش والا اونٹ تندرست اونٹ کے ساتھ ملتا ہے تو تندرست کو بھی خارش ہو جاتی ہے تو آپ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: "فمن اعدی الاول" [4] اول کو کس نے خارش پہنچائی۔ یہ جواب واضح دلیل ہے کہ بیماری عموماً متعدی نہیں ہوتی نہ بالطبع اور نہ بوجہ مخالطت بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے فرد میں ابتداء بیماری پیدا کی دوسرے میں بھی اسی طرح پیدا کی۔ رسول اللہ نے مجذوم سے بھاگنے کا حکم کیوں دیا تھا؟ تو اس کا سبب یہ تھا کہ اگر کسی نے جذامی سے میل جول رکھا اور بتقدیر الٰہی اسے بھی ابتداء جذام ہو گیا تو اسے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ اس کا سبب جذامی کا اختلاط ہے اور یہ نظریہ فاسد ہے اس لیے سد ذریعہ کے طور پر رسول اللہ نے ایسی صورت سے اجتناب کا حکم دیا

---

[1] صحیح بخاری، مترجم: ۳/ ۳٤۱. [2] صحیح بخاری، مترجم: ۳/ ۳۱۷.

[3] السنن الترمذی: ۲۱٤۳، بشرطیکہ یہ حدیث صحیح ہو۔

[4] صحیح بخاری، مترجم: ص ۳/ ۳٤۱، ۳٤۲.

ہے۔ ❶ اس موضوع کو تفصیل سے پڑھنے کے لیے امام عبداللہ بن مسلم قتیبہ رحمہ اللہ (۲۱۳ھ، ۲۷۶ھ) کی کتاب پڑھے۔ ❷

ناسخ ومنسوخ حدیث کی پہچان:

لغت میں نسخ کے دو معنی ہیں:

۱:...... کسی چیز کو مٹانا اور اس کا ازالہ کرنا، عربی میں کہتے ہیں: "نسخت الشمس الظل" سورج نے سایہ ہٹا دیا۔

۲:...... نقل کرنا، عربی میں کہتے ہیں: "نسخت الکتاب" یعنی میں نے کتاب کو نقل کر دیا۔ ❸

اصطلاح میں ناسخ ومنسوخ دو متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں اور ان میں جمع ممکن نہ ہو، لیکن تاریخ سے ایک کا متاخر ہونا معلوم ہو جائے یا خود حدیث میں اس کی صراحت موجود ہو تو دوسری حدیث کو ناسخ اور پہلی کو منسوخ کہتے ہیں۔ ❹

مزید امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "ایک حکم شرعی کو کسی دلیل سے جو اس حکم سے متاخر ہو اٹھا دینا نسخ کہلاتا ہے، اور نص اس پر دال ہو، اسے ناسخ کہا جاتا ہے، مگر نص کو ناسخ کہنا مجازاً ہے۔ حقیقتاً ناسخ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ❺

نسخ کی پہچان کس طرح ہوتی ہے؟

۱:...... ناسخ کا علم رسول اللہ کی حدیث سے ہوتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے سے منع فرمایا، پھر اس کے بعد (اگلے سال) فرمایا: (اب تین دن سے زیادہ) کھاؤ اور کھلاؤ اور رکھ چھوڑو۔ (معلوم ہوا کہ قربانی کا گوشت تین دن

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۴۳، ۴۴.
❷ تاويل مختلف الحديث لابن قتيبه. ❸ التحديث في علوم الحديث: ص ۱۷۲.
❹ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۴۵.
❺ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۴۵.

سے زیادہ منع والا حکم منسوخ ہے)۔ ❶

۲:...... نسخ کا علم تاریخ اور سیرت سے بھی ہوتا ہے، مثلاً: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ ❷

دوسری حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ کو زمزم کا پانی پلایا آپ علیہ السلام نے کھڑے ہوکر پانی پیا اور آپ نے پانی خانہ کعبہ کے پاس مانگا۔ ❸

پہلی حدیث منسوخ ہے اور دوسری حدیث ناسخ ہے کیونکہ دوسری حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ والی حجۃ الوداع یعنی آپ علیہ السلام کے زندگی کے آخری ایام کی ہے اور امام مسلم، امام ترمذی اور دیگر محدثین کی تبویب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

۳:...... کوئی صحابی اس کی صراحت کر دے۔ مثلاً رسول اللہ نے فرمایا: وضو کرو اس کھانے سے جو آگ پر پکا ہو۔

دوسری حدیث میں ہے: عمرو بن امیۃ ضمری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ کو دیکھا، دستی کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے، اتنے میں صلوٰۃ کے لیے بلائے گئے آپ علیہ السلام نے چھری رکھ دی اور صلوٰۃ پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ ❹

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ان کے پاس دستی کا گوشت کھایا، پھر صلوٰۃ پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ ❺

پہلی حدیث منسوخ ہے اور دوسری حدیث ناسخ ہے۔ مزید تفصیل کے لیے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام أبی حفص عمر بن أحمد بن عثمان بن أحمد المعروف بابن شاہین البغدادی رحمہ اللہ

---

❶ صحیح مسلم، مترجم: ۳/ ۲۲۳.
❷ صحیح مسلم، مترجم: ۳/ ۲۶۲.
❸ صحیح مسلم، مترجم: ۳/ ۲۶۳.
❹ صحیح مسلم، مترجم: ۱/ ۴۴۹.
❺ صحیح مسلم، مترجم: ۱/ ۴۵۰.

(متوفی ۳۸۵ھ) کی کتابیں پڑھے۔ ❶

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تاریخ کے سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ متاخر الاسلام کی روایت اگر متقدم الاسلام صحابی کی روایت سے معارض ہو تو یہ نسخ کے لیے دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ اس نے کسی متقدم الاسلام صحابی سے حدیث سنی ہو اور نام کی فروگذاشت کی وجہ سے حدیث کو نبی علیہ السلام کی طرف براہ راست منسوب کر دیا ہو۔ تاہم اگر اس نے یہ تصریح کی ہو کہ یہ حدیث اس نے رسول اللہ علیہ السلام سے سنی ہے۔ تو پھر دلیل نسخ ہو سکتی ہے بشرطیکہ اس کے پاس کوئی ایسی حدیث محفوظ نہ ہو جس کا تعلق اس کے اسلام لانے سے پہلے سے ہو۔ اجماع بنفسہ کسی حدیث کے لیے ناسخ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اجماع سے مراد اجماع امت ہے اور امت، حدیث کو منسوخ نہیں کر سکتی، البتہ حدیث نسخ کی دلیل بن سکتی ہے۔ ❷

صحابہ رضی اللہ عنہم کی معرفت:

امام قاضی ابوبکر محمد بن طیب کہتے ہیں کہ اہل لغت کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ صحابی مشتق ہے صحبت کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ صحابی مشتق ہے صحبت سے اور وہ صحبت کی کسی مخصوص مقدار سے مشتق نہیں ہے بلکہ اس کا استعمال ہر اس شخص پر ہوتا ہے جس نے صحبت اٹھائی خواہ کم یا زیادہ اور اسی طرح جس قدر اسم فعل سے مشتق ہوتے ہیں (ان سب کا اطلاق اس فعل کے موصوف پر ہوا کرتا ہے خواہ وہ صفت اسم میں کم ہو یا زیادہ) اس وجہ سے لوگ بولتے ہیں کہ میں فلاں شخص کی صحبت میں ایک سال تک یا ایک مہینے یا ایک دن یا ایک گھڑی رہا، پس صحبت کا اطلاق قلیل صحبت اور کثیر صحبت سے پر ہوتا ہے۔ ❸

---

❶ كتاب الرسالة للشافعي وكتاب ناسخ الحديث و منسوخة لابن شاهين.

❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٤٦.

❸ الكفاية للخطيب: ص ٥٠ ـ أسد الغابة في معرفة الصحابة لابن اثير، مترجم: ١/ ٦٣.

اصحاب ''صحب'' کی جمع ہے جس کا معنی ہے ساتھیوں کی جماعت اور ''صحب'' ''صاحب'' کی جمع ہے، اس طرح سے ''صحابہ'' بھی ''صاحب'' کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں ساتھی۔ ❶

صحابی وہ شخص ہے جس کی ایمان کی حالت میں آپ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہو اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو، جس کی بنا پر ہر وہ شخص صحابہ میں شامل ہوگا جس کی آپ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہو، خواہ اس کی نشست زیادہ دیر رہی یا کم، اور جس نے آپ علیہ السلام سے روایت کی یا نہیں کی، اور جس نے آپ علیہ السلام کی معیت میں جہاد کیا یا نہیں کیا، اور جس نے صرف آپ علیہ السلام کو دیکھا اگرچہ آپ علیہ السلام کی مجلس اختیار نہیں کی اور جو کسی معذوری مثلاً نابینے پن کی وجہ سے آپ علیہ السلام کو نہیں دیکھ سکا۔ ❷

امام المحدثین امام بخاری فرماتے ہیں: جو شخص نبی علیہ السلام کی صحبت میں رہا ہو یا آپ علیہ السلام کو دیکھا ہو، اور وہ مسلم ہو وہ صحابی ہے۔ ❸

قرآن مجید میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے صاحب کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اذا یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا" جب یہ (نبی علیہ السلام) اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ❹

گو شرف صحبت حاصل ہونے میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم مساوی ہیں، تاہم مراتب میں تفاوت ہے، چنانچہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم نبی علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہے، آپ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے یا آپ علیہ السلام کے زیر سایہ ایمان کی حالت میں فوت ہوئے اور مقتول ہوئے، ان کو اس صحابی پر ترجیح ہے جو نہ نبی علیہ السلام کی صحبت میں رہا، نہ کسی معرکہ میں آپ کے ساتھ شریک ہوا، اور اس پر بھی جس کو آپ علیہ السلام کے ساتھ قلیل گفتگو یا ساتھ چلنے پھرنے کا موقعہ

---

❶ لسان العرب: ۱/ ۵۹۱.

❷ الأصحابة في تمييز الصحابة لابن حجر، مترجم: ۱/ ۵٦.

❸ صحيح بخاري: ۳٦٤۹. ❹ سورة التوبة، آيت؟ ٤٠.

ملا، یا دور سے یا بحالت طفولیت آپ علیہ السلام کے دیدار کا شرف حاصل ہوا، البتہ شرف رویت چونکہ سب کو حاصل ہے، اس لیے یہ تمام لوگ صحابہ سمجھے جاتے ہیں۔ ❶

صحابی کی پہچان کبھی تواتر یا شہرت سے اور کبھی کسی صحابی یا ثقہ تابعین کے بیان سے ہوتی ہے، اور کبھی خود صحابی کے دعوے سے بھی ہوتی ہے، بشرطیکہ یہ دعویٰ ممکن ہو۔ ❷

اہل علم (محدثین) نے صحابی ہونے کے لیے "١١٠ھ" تک متعین کیا ہے اس کے بعد کوئی شخص صحابی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، اس ضمن میں انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے اپنی آخیر عمر میں ہم کو عشاء کی صلوۃ پڑھائی، جب سلام پھیرا تو کھڑے ہوئے اور فرمایا: تم نے اس رات کو دیکھا (اسے یاد رکھنا) آج سے سو سال گزر جانے کے بعد جتنے لوگ اس وقت زمین پر ہیں ان میں سے کوئی بھی (زندہ) نہیں رہے گا۔ ❸

صحابہ رضی اللہ عنہم میں آخری فوت ہونے والے صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ بن عبداللہ بن عمرو بن جحش رضی اللہ عنہ ہیں یہ ایک سو دس ہجری (١١٠ھ) میں فوت ہوئے۔ ❹

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

قرآن وحدیث نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس انداز سے پیش کیا کہ وہ انسانی شرف کا بہترین نمونہ ہیں، اختصار کے پیش نظر چند آیات اور احادیث ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٧٨، ٧٩.

❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٧٩.

❸ صحيح بخارى: ١١٦.

❹ الأصابة فى تمييز الصحابة لابن حجر، مترجم: ٧/ ٢١٢.

بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ وَ اَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝﴾ (التوبۃ:١٠٠)

''اور سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ ہجرت کرنے والوں میں سے (مہاجرین) اور انصار (میں سے) اور وہ لوگ جن سب نے اتباع کی ان کی اچھے عمل کے ساتھ راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ سب راضی ہوئے اس سے اور تیار کیے ہیں ان کے لیے (ایسے) باغات کہ بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں (وہ) سب ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں ابد تک یہ ہی کامیابی ہے بہت بڑی۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ھَاجَرُوْا وَ جٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰہِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْہُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ۝ۙ﴾ (التوبۃ: ٢٠-٢١)

''جو لوگ سب ایمان لائے اور ان سب نے ہجرت کی اور سب نے کوشش کی اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے (وہ) زیادہ بڑے ہیں درجے میں اللہ کے ہاں اور وہ لوگ ہی سب کامیاب ہونے والے ہیں۔ خوشخبری دیتا ہے انہیں اُن کا رب رحمت کی اپنی طرف سے اور رضامندی کی اور ایسے باغات کی (کہ) اُن کے لیے اُن میں نعمت ہے ہمیشہ رہنے والی۔''

اور فرمایا:

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ھَاجَرُوْا وَ جٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝﴾

(الانفال: ٧٤)

''اور وہ لوگ جو سب ایمان لائے اور سب نے ہجرت کی اور سب نے کوشش کی اللہ کے راستے میں اور وہ لوگ جن سب نے جگہ دی (مہاجرین کو) اور سب نے مدد کی یہی لوگ ہی سب ایمان لانے والے حقیقی (طور پر) اُن کے لیے مغفرت ہے اور رزق ہے بہت باعزت۔''

اور فرمایا:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ (البقرۃ:۱۳۷)

''پس اگر وہ سب ایمان لائیں۔ اس کی مثل جو تم ایمان لائے ہو اس پر تو یقیناً وہ سب ہدایت پا گئے۔ اگر وہ سب انحراف کریں تو بے شک وہ سب ضد میں ہیں پس عنقریب کافی ہوگا تجھے اُن سے اللہ اور سب کچھ وہی سننے والا سب کچھ جاننے والا (علم رکھنے والا) ہے۔''

اس آخری آیت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو معیار اور ان کے کردار کو تقویٰ کی مثال قرار دیا گیا ہے۔ اب حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

رسول اللہ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ لوگوں کی جماعتیں جہاد کریں گی، ان سے کہا جائے گا، کیا تم میں رسول اللہ کا کوئی صحابی بھی ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں، انہیں فتح ہوگی، پھر لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ لوگوں کی جماعتیں جہاد کریں گی تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے رسول اللہ کے صحابہ کی صحبت اختیار کی ہو؟ (یعنی تابعی) وہ کہیں گے ہاں، تو انہیں فتح حاصل ہوگی (اس سے ثقہ تابعی کی فضیلت بھی ثابت ہوئی) پھر لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ لوگوں کی جماعتیں جہاد کریں گی تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں کوئی تبع تابعین ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں، تو

انہیں فتح حاصل ہوگی۔ ❶ (اِس سے تبع تابعین کی فضیلت ثابت ہوئی)

رسول اللہ نے فرمایا: ''سب سے بہترین لوگ (صحابہ رضی اللہ عنہم) میرے زمانے کے ہیں، پھران لوگوں کا جوان کے بعد آئیں گے (یعنی تابعین) پھر وہ جوان کے بعد آئیں گے ❷ (یعنی تبع تابعین)۔''

رسول اللہ نے فرمایا: ''میرے صحابہ کی عزت کرو، کیونکہ وہ تم میں سے سب سے بہترین، پھر وہ جوان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جوان کے بعد آئیں گے۔ ❸

رسول اللہ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا مت کہو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر ڈالے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مد (تقریباً سوا چھ سوگرام) خرچ کرنے کو پہنچ سکتا ہے نہ اس کے نصف مد کو۔ ❹

امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ اصحاب رسول میں سے کسی کی تنقیص کر رہا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے۔ ❺

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل سنت والجماعت کے نزدیک تمام صحابہ عادل ہیں، کیونکہ اللہ نے اپنی کتاب عزیز (قرآن مجید) میں ان کی تعریف کی ہے۔ سنت نبوی میں ان کے تمام اخلاق و افعال کی تعریف موجود ہے، انہوں نے رسول اللہ کے سامنے اپنی جانوں اور اموال کی قربانیاں پیش کیں، ان کا یہ مقصد تھا کہ اللہ سے اس کا بہترین اجر وثواب پائیں۔ ❻

---

❶ صحیح بخاری: ٣٦٤٩. ❷ صحیح بخاری: ٣٦٥١.

❸ السنن الکبری للنسائی: ٥/ ٣٨٧، ٣٨٨ إسناده صحیح.

❹ صحیح بخاری: ٣٦٧٣.

❺ الکفایة فی علم الروایة للخطیب: ص ٤٨.

❻ اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، مترجم: ص ١١٦.

چند صحابہ رضی اللہ عنہم کی تاریخ وفات:

۱۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (متوفی: ۱۳ھ)

۲۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ (متوفی: ۲۳ھ)

۳۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ (متوفی: ۳۵ھ)

۴۔ علی رضی اللہ عنہ بن اَبی طالب (متوفی: ۴۰ھ)

۵۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح (متوفی: ۱۸ھ)

۶۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف (متوفی: ۳۲ھ)

۷۔ زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام (متوفی: ۳۶ھ)

۸۔ طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبیداللہ (متوفی ۳۶ھ)

۹۔ سعید رضی اللہ عنہ بن زید (متوفی ۵۰ھ)

۱۰۔ سعد رضی اللہ عنہ بن اَبی وقاص (متوفی ۵۵ھ)

۱۱۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ (متوفی: ۴۹ یا ۵۰ یا ۵۸ھ)

۱۲۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۱ھ)

۱۳۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود (متوفی ۳۲ھ)

۱۴۔ اُبی رضی اللہ عنہ بن کعب (متوفی ۱۹ھ)

۱۵۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (متوفی: ۳۲ھ)

۱۶۔ معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل (متوفی: ۱۸ھ)

۱۷۔ اشعری (متوفی: ۵۲ھ)

۱۸۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام (متوفی: ۴۳ھ)

۱۹۔ عمران رضی اللہ عنہ بن حصین (متوفی: ۵۲ھ)

۲۰۔ عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر (متوفی: ۳۷ھ)

۲۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (عبدالرحمٰن بن صخر)، (متوفی: ۵۹ھ)

۲۲۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (متوفی: ۷۴ھ)

۲۳۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (متوفی: ۶۸ھ)

۲۴۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (متوفی: ۷۳ھ)

۲۵۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن عاص (متوفی: ۶۵ھ)

۲۶۔ بلال رضی اللہ عنہ بن رباح (متوفی: ۲۰ھ)

۲۷۔ عقبہ رضی اللہ عنہ بن عامر (متوفی: ۵۸ھ)

۲۸۔ جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ (متوفی: ۷۸ھ)

۲۹۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (متوفی: ۷۴ھ)

۳۰۔ انس رضی اللہ عنہ بن مالک (متوفی: ۹۳ھ)

۳۱۔ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم (متوفی: ۶۰ھ)

۳۲۔ ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ (متوفی: ۶۰ھ)

۳۳۔ عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب (متوفی: ۳۲ھ)

۳۴۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ (متوفی: ۵۲ھ)

۳۵۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ (متوفی: ۳۲ھ)

۳۶۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ (متوفی: ۵۴ھ)

۳۷۔ ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ (متوفی: ۸۲ھ)

۳۸۔ ثوبان رضی اللہ عنہ بن بجد (متوفی: ۵۴ھ)

۳۹۔ جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ (متوفی: ۷۴ھ)

۴۰۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ بن الیمان (متوفی: ۳۶ھ)

۴۱۔ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید (متوفی: ۲۱ھ)

۴۲۔ رافع رضی اللہ عنہ بن خدیج (متوفی: ۷۳ھ)

۴۳۔ رفاعہ رضی اللہ عنہ بن رافع (متوفی: ۴۲ھ)

۴۴۔ ربیعہ رضی اللہ عنہ بن حارث (متوفی: ۲۳ھ)

۴۵۔ زید رضی اللہ عنہ بن ثابت (متوفی: ۴۵ھ)

۴۶۔ زید رضی اللہ عنہ بن ارقم (متوفی: ۶۶ھ)

۴۷۔ سعد رضی اللہ عنہ بن عبادۃ (متوفی: ۱۵ھ)

۴۸۔ سعید رضی اللہ عنہ بن عاص (متوفی: ۵۹ھ)

۴۹۔ سہل رضی اللہ عنہ بن سعد (متوفی: ۸۸ یا ۹۱ھ)

۵۰۔ سہل رضی اللہ عنہ بن حنیف (متوفی: ۳۸ھ)

۵۱۔ سمرۃ رضی اللہ عنہ بن جندب (متوفی: ۵۹ھ)

۵۲۔ سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع (متوفی: ۷۴ھ)

۵۳۔ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ (متوفی: ۳۵ھ)

۵۴۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث (متوفی: ۲۰ھ)

۵۵۔ طارق رضی اللہ عنہ بن شہاب (متوفی: ۸۲ھ)

۵۶۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ زید بن سہل (متوفی: ۳۱ھ)

۵۷۔ ابوقحافہ عثمان رضی اللہ عنہ بن عامر (متوفی: ۱۴ھ)

۵۸۔ عثمان رضی اللہ عنہ بن اَبی عاص (متوفی: ۵۱ھ)

۵۹۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن اَبی اوفی (متوفی: ۸۷ھ)

۶۰۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن انیس (متوفی: ۵۴ھ)

۶۱۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن بسر (متوفی: ۸۸ھ)

۶۲۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن حارث (متوفی: ۸۵ھ)

۶۳۔عبداللہ رضی اللہ عنہ بن حنظلہ (متوفی:۶۳ھ)

۶۴۔عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زید (متوفی:۳۲ھ)

۶۵۔عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مغفل (متوفی:۶۰ھ)

۶۶۔عامر رضی اللہ عنہ بن ربیعہ (متوفی:۳۲ھ)

۶۷۔عتبہ رضی اللہ عنہ بن غزوان (متوفی:۱۵ھ)

۶۸۔عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم (متوفی:۶۷ھ)

۶۹۔عکرمہ رضی اللہ عنہ بن اَبی جہل (متوفی:۱۳ھ)

۷۰۔عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ (متوفی:۶۰ھ)

۷۱۔عوف رضی اللہ عنہ بن مالک (متوفی:۷۳ھ)

۷۲۔قتادہ رضی اللہ عنہ بن نعمان (متوفی:۲۳ھ)

۷۳۔قدامہ رضی اللہ عنہ بن مظعون (متوفی:۳۶ھ)

۷۴۔قیس رضی اللہ عنہ بن سعد (متوفی:۶۰ھ)

۷۵۔ابوقتادہ رضی اللہ عنہ (متوفی:۵۴ھ)

۷۶۔کعب رضی اللہ عنہ بن مالک (متوفی:۵۰ھ)

۷۷۔کعب رضی اللہ عنہ بن عمرو (متوفی:۵۵ھ)

۷۸۔لبید رضی اللہ عنہ بن ربیعہ (متوفی:۴۱ھ)

۷۹۔ابولبابہ رضی اللہ عنہ (متوفی:۳۸ھ) تقریباً

۸۰۔مسور رضی اللہ عنہ بن مخرمہ (متوفی:۶۴ھ)

۸۱۔مغیرۃ رضی اللہ عنہ بن شعبہ (متوفی:۵۰ھ)

۸۲۔مقدام رضی اللہ عنہ بن معدی کرب (متوفی:۸۷ھ)

۸۳۔مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود (متوفی:۳۳ھ)

۸۴۔ معیقیب رضی اللہ عنہ بن اَبی فاطمہ (متوفی: ۴۰ھ)

۸۵۔ معقل رضی اللہ عنہ بن یسار (متوفی: ۶۰ھ کے بعد فوت ہوئے)

۸۶۔ مجمع رضی اللہ عنہ بن جاریہ (متوفی: ۵۸ھ تقریباً)

۸۷۔ محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ (متوفی: ۴۳ھ)

۸۸۔ محمود رضی اللہ عنہ بن لبید (متوفی: ۹۶ھ)

۸۹۔ ابو مرثد رضی اللہ عنہ (متوفی: ۱۲ھ)

۹۰۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ (متوفی: ۴۱ یا ۴۲ھ)

۹۱۔ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ (متوفی: ۵۹ھ)

۹۲۔ مسعود رضی اللہ عنہ بن ربیع (متوفی: ۳۰ھ)

۹۳۔ مسطح رضی اللہ عنہ بن اثاثہ (متوفی: ۳۷ھ)

۹۴۔ نعیم النحام رضی اللہ عنہ (متوفی: ۱۵ھ)

۹۵۔ نوفل رضی اللہ عنہ بن حارث (متوفی: ۱۵ھ)

۹۶۔ نعمان رضی اللہ عنہ بن بشر (متوفی: ۶۴ھ)

۹۷۔ ابو واقد رضی اللہ عنہ (متوفی: ۶۸ھ)

۹۸۔ ہشام رضی اللہ عنہ بن عاص (متوفی: ۱۳ھ)

۹۹۔ یعلی رضی اللہ عنہ بن امیہ (متوفی ۳۷ھ)

۱۰۰۔ ابو برزہ سلمی (متوفی ۶۵ھ)

۱۰۱۔ ابو کبشہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۳ھ)

۱۰۲۔ واثلہ رضی اللہ عنہ بن اسقع (۸۵ھ)

۱۰۳۔ ہاشم رضی اللہ عنہ بن عتبہ (متوفی: ۳۷ھ)

۱۰۴۔ یزید بن اَبی سفیان رضی اللہ عنہ (متوفی: ۱۹ھ)

۱۰۵۔ ابوحنبل رضی اللہ عنہ بن سہل (متوفی: ۱۸ھ)

۱۰۶۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب (متوفی: ۳۴ھ)

۱۰۷۔ ابوشریح رضی اللہ عنہ (متوفی: ۶۸ھ)

۱۰۸۔ عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت (متوفی: ۳۴ھ)

۱۰۹۔ براء رضی اللہ عنہ بن عازب (متوفی: ۷۲ھ)

۱۱۰۔ ابوالطفیل رضی اللہ عنہ عامر بن واثلہ (متوفی: ۱۱۰ھ)

ثقہ تابعین کی معرفت:

لغت میں تابعی ''تبع'' سے ماخوذ ہے جو باب ''سمع'' سے آتا ہے جس کا مصدر تبعا اور تباعاً ہے، اور جس کا معنی ہے کسی کے پیچھے پیچھے چلنا، اس کی مفرد تابع ہے، جس کی جمع تبع، تباع اور تبعۃ ہے۔ ❶

امام ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ ان میں سے فرد واحد کو تابع اور تابعی کہا جاتا ہے۔ ❷

اصطلاح میں تابعی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے کسی صحابی سے حالت ایمان میں ملاقات کی ہو، اور اسی پر اس کا انتقال ہوا ہو۔ ❸

امام خطیب بغدادی نے فرمایا: تابعی وہ ہے جس نے صحابی کی مصاحبت اختیار کی ہو۔ ❹

ثقہ تابعین کی فضیلت:

رسول اللہ نے فرمایا: جب تک تم میں مجھے دیکھنے والے اور میری مصاحبت کرنے والے موجود رہیں گے، اس وقت تک تم خیر وبھلائی پر رہو گے۔ اللہ کی قسم! اس وقت تک تم خیر پر رہو گے، جب تک تمہارے اندر میرے صحابہ کو دیکھنے والا (یعنی تابعین) اور ان کی مصاحبت اختیار کرنے والا موجود رہے گا۔ اللہ کی قسم! اس وقت تک تم میں خیر رہے گی،

❶ لسان العرب: ۸/ ۲۷ .
❷ مقدمة ابن الصلاح: ص ۱۵۱ .
❸ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۷۹ .
❹ الكفاية للخطيب: ص ۵۹ .

جب تک تم میں میرے صحابہ کو دیکھنے والوں کو دیکھنے والا (یعنی تبع تابعین) اور ان کی مصاحبت اختیار کرنے والا موجود رہے گا۔ ❶

اس حدیث سے صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کی فضیلت ثابت ہوئی، نیز تابعین کی فضیلت کی تفصیل عنوان ''فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم'' میں گزر چکی ہے لہٰذا دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

چند ثقہ تابعین کی تاریخ ولادت اور وفات:

۱۔ ابراہیم رحمہ اللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف (۲۱ھ، ۹۶ھ)

۲۔ ابواسحاق رحمہ اللہ عمرو بن عبداللہ السبیعی (۲۷ھ، ۱۲۷ھ)

۳۔ ثابت رحمہ اللہ بن اسلم البنانی (۴۱ھ، ۱۲۳ھ)

۴۔ حمید رحمہ اللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف (۳۲ھ، ۱۰۵ھ)

۵۔ حسن رحمہ اللہ بن أبی حسن بصری (۲۲ھ، ۱۱۰ھ)

۶۔ سعید رحمہ اللہ بن مسیب (۱۵ھ، ۹۳ھ)

۷۔ سعید رحمہ اللہ بن جبیر (۴۶ھ، ۹۵ھ)

۸۔ سعد رحمہ اللہ بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن (۵۳ھ، ۱۲۵ھ)

۹۔ سلیمان رحمہ اللہ بن یسار (۳۴ھ، ۱۰۷ھ)

۱۰۔ سالم رحمہ اللہ بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ (۲۰ھ، ۱۰۶ھ)

۱۱۔ ابوسلمہ رحمہ اللہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن (۲۲ھ، ۹۴ھ)

۱۲۔ عامر رحمہ اللہ بن شراحیل الشعبی (۱۹ھ، ۱۰۴ھ)

۱۳۔ عروہ رحمہ اللہ بن زبیر (۲۳ھ، ۹۴ھ)

۱۴۔ ابوبکر رحمہ اللہ بن عبدالرحمٰن (۲۲ھ، ۹۴ھ)

❶ كتاب السنة لابن أبي عاصم: ١٤٨١ ، إسناده حسن .

۱۵۔علی رحمہ اللہ بن حسین المعروف زین العابدین (۳۸ھ،۹۴ھ)

۱۶۔محمد رحمہ اللہ بن سیرین (۳۳ھ،۱۱۰ھ)

۱۷۔طاؤس رحمہ اللہ بن کیسان (۱۷ھ،۱۰۶ھ)

۱۸۔مجاہد رحمہ اللہ بن جبیر (۲۰ھ،۱۰۳ھ)

۱۹۔ابو قلابہ رحمہ اللہ عبداللہ بن زید (۲۶ھ،۱۰۶ھ)

۲۰۔قاسم رحمہ اللہ بن محمد بن ابوبکر صدیق (۳۵ھ،۱۰۷ھ)

۲۱۔عطاء رحمہ اللہ بن اَبی رباح (۲۶ھ،۱۱۵ھ)

۲۲۔میمون رحمہ اللہ بن مہران (۳۷ھ،۱۱۷ھ)

۲۳۔نافع مولیٰ رحمہ اللہ ابن عمر (۳۶ھ،۱۱۷ھ)

۲۴۔وہب بن منبہ رحمہ اللہ (۳۴ھ،۱۱۴ھ)

۲۵۔محمد رحمہ اللہ بن مسلم بن شہاب الزہری (۵۰ھ،۱۲۴ھ)

۲۶۔عمرو رحمہ اللہ بن دینار (۴۶ھ،۱۲۶ھ)

۲۷۔عمر رحمہ اللہ بن عبدالعزیز ثانی عمر فاروق (۶۱ھ،۱۰۱ھ)

۲۸۔قتادۃ رحمہ اللہ بن دعامہ (۶۰ھ،۱۱۷ھ)

۲۹۔محمد رحمہ اللہ بن علی بن حسین المعروف امام باقر (۵۶ھ،۱۱۷ھ)

۳۰۔یزید رحمہ اللہ بن اَبی حبیب مصری (۵۳ھ،۱۲۸ھ)

۳۱۔ایوب رحمہ اللہ بن اَبی تمیمہ کیسان السختیانی (۶۸ھ،۱۳۱ھ)

۳۲۔حصین رحمہ اللہ بن عبدالرحمٰن سلمی (۴۳ھ،۱۳۶ھ)

۳۳۔سلیمان رحمہ اللہ بن طرخان تیمی (۴۶ھ،۱۴۳ھ)

۳۴۔عبداللہ رحمہ اللہ بن اَبی بکر بن محمد (۶۵ھ،۱۳۵ھ)

۳۵۔عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بن اَبی لیلیٰ مدنی (۱۷ھ،۸۳ھ)

۳۶۔ عبدالملک رحمہ اللہ بن عمیر کوفی (۳۳ھ، ۱۳۶ھ)

۳۷۔ عطاء رحمہ اللہ بن یسار (۱۳ھ، ۹۷ھ)

۳۸۔ عکرمہ مولیٰ رحمہ اللہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (۲۷ھ، ۱۰۷ھ)

۳۹۔ محمد رحمہ اللہ بن علی بن أبی طالب (۱۶ھ، ۸۱ھ)

۴۰۔ محمد رحمہ اللہ بن منکدر (۵۹ھ، ۱۳۰ھ)

۴۱۔ ہشام رحمہ اللہ بن عروہ بن زبیر (۶۱ھ، ۱۴۶ھ)

۴۲۔ بسر رحمہ اللہ بن سعید (۲۲ھ، ۱۰۰ھ)

۴۳۔ خارجہ رحمہ اللہ بن زید بن ثابت (۳۰ھ، ۱۰۰ھ)

۴۴۔ علی رحمہ اللہ بن عبداللہ بن عباس (۴۰ھ، ۱۱۷ھ)

۴۵۔ قبیصہ رحمہ اللہ بن ذویب (۸ھ، ۸۶ھ)

۴۶۔ عائذ رحمہ اللہ بن عبداللہ ابوادریس خولانی (۸ھ، ۸۰ھ)

۴۷۔ ابوالزناد عبداللہ رحمہ اللہ بن ذکوان (۶۴ھ، ۱۳۰ھ)

۴۸۔ ہمام رحمہ اللہ بن منبہ (۳۲ھ، ۱۳۲ھ)

۴۹۔ جریر رحمہ اللہ بن حازم (۸۰ھ، ۱۷۰ھ)

۵۰۔ ابو أحمد خلف رحمہ اللہ بن خلیفہ الواسطی (۹۱ھ، ۱۸۱ھ)

یہ آخری تابعی ہے ابو أحمد خلف بن خلیفہ الواسطی رحمہ اللہ جن کی وفات ''۱۸۱ھ'' میں ہوئی ہے۔

۵۱۔ عبداللہ رحمہ اللہ بن حبیب ابوعبدالرحمن سلمی (۷۰ اور ۸۰ھ کے درمیان)

۵۲۔ صفوان رحمہ اللہ بن محرز مازنی (متوفی ۷۴ھ)

۵۳۔ عمرو رحمہ اللہ بن میمون ابوعبداللہ اودی (متوفی ۷۴ھ یا ۷۵ھ)

۵۴۔ علقمہ رحمہ اللہ بن وقاص لیثی (متوفی ۸۰ھ)

۵۵۔ مطرف رحمہ اللہ بن عبداللہ بن الشخیر (متوفی ۹۵ھ)

۵۶۔ عبداللہ رحمہ اللہ بن محیریز بن جنادہ (متوفی: ۹۹ھ)

۵۷۔ ابو الشعثاء رحمہ اللہ جابر بن زید بصری (متوفی: ۹۳ھ)

۵۸۔ عبیداللہ رحمہ اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود مدنی (متوفی: ۹۸ھ)

۵۹۔ ربعی رحمہ اللہ بن خراش غطفانی عبسی (متوفی: ۱۰۱ھ)

۶۰۔ ابو صالح رحمہ اللہ ذکوان سمان مدنی (متوفی: ۱۰۱ھ)

۶۱۔ ابو عبداللہ خالد رحمہ اللہ بن معدان (متوفی: ۱۰۳ھ)

۶۲۔ ابو بردہ رحمہ اللہ بن ابو موسیٰ اشعری (متوفی: ۱۰۴ھ)

۶۳۔ ابو داود عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بن ہرمز اعرج مدنی (متوفی: ۱۱۷ھ)

۶۴۔ وبرة عبدالرحمٰن المسلمی ابو خزیمہ کوفی رحمہ اللہ (متوفی: ۱۱۰ھ)

۶۵۔ رجاء رحمہ اللہ بن حیوۃ کندی (متوفی: ۱۱۲ھ)

۶۶۔ قاسم رحمہ اللہ بن مخیمرہ ہمدانی (متوفی: ۱۱۱ھ)

۶۷۔ عبداللہ رحمہ اللہ بن بریدہ بن مصیب (متوفی: ۱۱۵ھ)

۶۸۔ ابو عبداللہ مکحول رحمہ اللہ بن ابو مسلم ہذلی (متوفی: ۱۱۳ھ)

۶۹۔ ابو عمر حکم رحمہ اللہ بن عتیبہ کوفی (متوفی: ۱۱۵ھ)

۷۰۔ ابو عبداللہ عمرو رحمہ اللہ بن مرۃ کوفی (متوفی: ۱۱۶ھ)

۷۱۔ ابو بکر عبداللہ رحمہ اللہ بن عبیداللہ بن أبی ملیکہ احول (متوفی: ۱۱۷ھ)

۷۲۔ یحییٰ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بن حاطب بن أبی بلتعۃ (متوفی: ۱۰۴ھ)

۷۳۔ لاحق رحمہ اللہ بن حمید ابو مجلز السدوسی (متوفی: ۱۰۷ھ)

۷۴۔ حبیب رحمہ اللہ بن أبی ثابت کوفی (متوفی: ۱۱۹ھ)

۷۵۔ ابو عبداللہ محمد رحمہ اللہ بن ابراہیم بن حارث (متوفی: ۱۲۰ھ)

۷۶۔ واقد رحمہ اللہ بن عمرو بن سعد بن معاذ الانصاری (متوفی: ۱۲۰ھ)

۷۷۔ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ رحمہ اللہ بن دینار مدنی (متوفی: ۱۲۷ھ)

۷۸۔ ابومحمد عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بن قاسم بن محمد بن أبی بکر (متوفی: ۱۲۷ھ)

۷۹۔ ابوالزبیر محمد رحمہ اللہ بن مسلم بن تدرس (متوفی: ۱۲۸ھ)

۸۰۔ ابونصر یحییٰ رحمہ اللہ بن أبی کثیر (متوفی: ۱۲۹ھ)

۸۱۔ یحییٰ بن جابر الطائی رحمہ اللہ ابوعمرو الحمصی (متوفی: ۱۲۶ھ)

۸۲۔ منصور رحمہ اللہ بن زاذان ثقفی (متوفی: ۱۳۱ھ)

۸۳۔ یحییٰ رحمہ اللہ بن أبی اسحاق العفرمی مولاہم بصری (متوفی: ۱۳۱ھ)

۸۴۔ ابوعبداللہ صفوان رحمہ اللہ بن سلیم زہری (متوفی: ۱۳۲ھ)

۸۵۔ ابوعثمان ربیعہ رحمہ اللہ بن أبی عبدالرحمٰن التیمی (متوفی: ۱۳۶ھ)

۸۶۔ ابواسحاق سلیمان رحمہ اللہ بن فیروز شیبانی کوفی (متوفی: ۱۳۸ھ، یا ۱۳۹ھ)

۸۷۔ ابومحمد داؤد رحمہ اللہ بن أبی ہند بصری (متوفی: ۱۴۰ھ)

۸۸۔ موسیٰ رحمہ اللہ بن عقبہ اسدی (متوفی: ۱۴۱ھ)

۸۹۔ ابوعبیدہ حمید الطّویل بصری رحمہ اللہ (متوفی: ۱۴۲ھ)

۹۰۔ ابومسعود سعید رحمہ اللہ بن ایاس جریری بصری (متوفی: ۱۴۴ھ)

۹۱۔ ابوسعید یحییٰ رحمہ اللہ بن سعید انصاری مدنی (متوفی: ۱۴۳ھ)

۹۲۔ ابوحازم سلمہ رحمہ اللہ بن دینار مخزومی (متوفی: ۱۴۰ھ)

۹۳۔ ابوعبداللہ اسماعیل رحمہ اللہ بن أبی خالد کوفی بجلی (متوفی: ۱۴۶ھ)

۹۴۔ عبدالملک رحمہ اللہ بن أبی سلیمان عزرمی کوفی (متوفی: ۱۴۵ھ)

۹۵۔ یزید رحمہ اللہ بن أبی عبید ابوخالد الاسلمی مولی سلمہ بن اکوع (متوفی: ۱۴۶ھ)

۹۶۔ اسحاق رحمہ اللہ بن سوید بن ہبیرۃ العدوی بصری (متوفی: ۱۳۱ھ)

۹۷۔ اسحاق رحمہ اللہ بن عبداللہ بن أبی طلحہ المدنی (متوفی: ۱۳۴ھ)

۹۸۔ اسماعیل رحمہ اللہ بن محمد بن سعد بن اَبی وقاص زہری (متوفی: ۱۳۴ھ)

۹۹۔ انس رحمہ اللہ بن سیرین الانصاری ابوموسیٰ مولیٰ انس (متوفی: ۱۲۰ھ)

۱۰۰۔ ایاس رحمہ اللہ بن معاویہ بن قرۃ بن ایاس بصری (متوفی: ۱۲۲ھ)

مخضرم:

تابعین میں مخضرمین وہ ہیں جنہوں نے دور جاہلیت اور عہد نبوی پایا، اسلام لے آئے لیکن رسول اللہ کی صحبت نصیب نہیں ہوئی اس کا واحد را کے فتح کے ساتھ مخضرم گویا وہ کٹ گیا۔ یعنی وہ اپنے ان ہم عصر لوگوں سے کٹ گیا جنہیں شرف صحبت نبوی حاصل ہوا۔ ❶

امام ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے درمیان ایک طبقہ مخضرمین کا ہے، مخضرمین وہ ہیں جنہوں نے جاہلیت و اسلام، دونوں ادوار پائے ہیں لیکن نبی علیہ السلام کو دیکھا نہیں۔ ❷

امام ابن کثیر نے فرمایا: مخضرمین ان لوگوں کو کہتے ہیں جو رسول اللہ کی زندگی میں مسلم ہوئے اور آپ علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔ خضرمہ کٹ جانے کو کہتے ہیں گویا کہ یہ اپنے ہم عمر صحابہ رضی اللہ عنہم سے کٹ گئے۔ ❸

چند مخضرمین کی تاریخ وفات:

۱۔ کعب احبار رحمہ اللہ (۳۲ھ)

۲۔ اویس رحمہ اللہ بن عامر قرنی (۳۷ھ)

۳۔ علقمہ رحمہ اللہ بن قیس بن عبداللہ (۶۲ھ)

۴۔ مسروق رحمہ اللہ بن اجدع ہمدانی (۶۲ھ)

---

❶ مقدمة ابن الصلاح: ص ۱۵۲.

❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۷۹، ۸۰.

❸ اختصار علوم الحديث لابن كثير، مترجم: ص ۱۲۵، ۱۲۶.

۵۔ ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ (۶۲ھ)

۶۔ عبیدہ رحمہ اللہ بن عمرو سلمانی (۷۲ھ)

۷۔ احنف رحمہ اللہ بن قیس بن معاویہ (۷۲ھ)

۸۔ اسود رحمہ اللہ بن یزید نخعی (۷۵ھ)

۹۔ شریح رحمہ اللہ بن ہانی کوفی (۷۸ھ)

۱۰۔ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بن غنم اشعری (۷۸ھ)

۱۱۔ قاضی شریح رحمہ اللہ بن حارث کندی (۷۹ھ)

۱۲۔ جبیر رحمہ اللہ بن نفیر حضرمی (۸۰ھ)

۱۳۔ سوید رحمہ اللہ بن غفلہ نخعی (۸۱ھ)

۱۴۔ زر رحمہ اللہ بن حبیش اسدی (۸۲ھ)

۱۵۔ ابووائل شقیق رحمہ اللہ بن سلمہ اسدی کوفی (۸۲ھ)

۱۶۔ زید رحمہ اللہ بن وہب جہنی کوفی (۸۴ھ)

۱۷۔ ابوسعید مالک رحمہ اللہ بن اوس بن حدثان مدنی (۹۲ھ)

۱۸۔ ابو العالیہ رفیع رحمہ اللہ بن مہران ریاحی (۹۳ھ)

۱۹۔ قیس رحمہ اللہ بن اَبی حازم احمسی بجلی (۹۸ھ)

۲۰۔ ابوعثمان عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بن مل نہدی (۱۰۰ھ)

۲۱۔ ابورجاء العطاردی عمران رحمہ اللہ بن ملحان (۱۰۸ھ)

۲۲۔ عمرو رحمہ اللہ بن میمون الاودی کوفی (۷۴ھ)

۲۳۔ مرۃ رحمہ اللہ بن شراحیل ہمدانی کوفی (۹۰ھ)

۲۴۔ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بن عسیلۃ بن عسل (۷۰ اور ۸۰ھ کے درمیان فوت ہوئے)

۲۵۔ اسلم العدوی رحمہ اللہ ابو خالد (۸۰ھ)

۲۶۔ الاسود رحمہ اللہ بن ہلال المحاربی ابو سلام کوفی (۸۴ھ)

۲۷۔ نفیع رحمہ اللہ ابو رافع صائغ (۹۲ھ)

ثقہ تبع تابعین:

تبع تابعین اس شخص کو کہتے ہیں جس نے کسی تابعی سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو اور اسی پر اس کا انتقال ہوا ہو۔ [1]

تبع تابعین روایانِ حدیث کا تیسرا طبقہ ہے جنہوں نے تابعین سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، تقدس و متقین، صداقت و دیانتداری سے حدیث رسول کی حفاظت کی ہر ممکن کوشش کی، تبع تابعین کی فضیلت کے بارے میں اسی کتاب کا عنوان ''فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم اور ثقہ تابعین کی فضیلت'' پڑھے۔

چند تبع تابعین کی تاریخ ولادت اور وفات نیز چند تبع تابعین کی صرف تاریخ وفات ملاحظہ فرمائیں:

ثقہ تبع تابعین کی تاریخ ولادت اور وفات:

۱۔ محمد رحمہ اللہ بن ولید زبیدی (۷۹ھ، ۱۴۹ھ)

۲۔ حبیب رحمہ اللہ بن شہید ازدی (۸۰ھ، ۱۴۵ھ)

۳۔ جعفر رحمہ اللہ بن محمد صادق مدنی (۸۰ھ، ۱۴۸ھ)

۴۔ عبدالملک رحمہ اللہ بن عبدالعزیز بن جریج (۷۰ھ کے بعد، ۱۵۰ھ)

۵۔ حسین رحمہ اللہ بن ذکوان المعلم (۸۰ھ، ۱۴۰ھ)

۶۔ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بن عمرو بن محمد اوزاعی (۸۸ھ، ۱۵۷ھ)

۷۔ عمرو رحمہ اللہ بن حارث بن یعقوب انصاری (۹۲ھ، ۱۴۸ھ)

۸۔ شعبہ رحمہ اللہ بن حجاج الواسطی (۸۲ھ، ۱۶۰ھ)

[1] علوم الحديث الصبحي: ص ٤٥٤.

۹۔حماد رحمہ اللہ بن سلمہ بن دینار (۸۷ھ، ۱۶۷ھ)

۱۰۔سفیان رحمہ اللہ بن سعید ثوری (۹۷ھ، ۱۶۱ھ)

۱۱۔ مالک رحمہ اللہ بن انس بن مالک بن اَبی عامر (۹۳ھ، ۱۷۹ھ)

۱۲۔محمد رحمہ اللہ بن عبدالرحمٰن المعروف ابن اَبی ذئب (۸۰ھ، ۱۵۹ھ)

۱۳۔حمزہ رحمہ اللہ بن حبیب الزیات (۸۰ھ، ۱۰٦ یا ۱۰۸ھ)

۱۴۔شیبان رحمہ اللہ بن عبدالرحمٰن نحوی (۸۳ھ، ۱٦۴ھ)

۱۵۔سعید رحمہ اللہ بن عبدالعزیز تنوخی (۹۰ھ، ۱٦۷ھ)

۱٦۔لیث رحمہ اللہ بن سعد مصری (۹۴ھ، ۱۷۵ھ)

۱۷۔شریک رحمہ اللہ بن عبداللہ نخعی (۹۵ھ، ۱۷۷ھ)

۱۸۔عبداللہ رحمہ اللہ بن شوذب (۸٦ھ، ۱۵٦ھ)

۱۹۔عبداللہ رحمہ اللہ بن لہیعہ حضری (۹۷ھ، ۱۷۴ھ)

۲۰۔حماد رحمہ اللہ بن زید بن درہم بصری (۹۸ھ، ۱۷۹ھ)

۲۱۔اسرائیل رحمہ اللہ بن یونس اَبی اسحاق سبیعی (۱۰۰ھ، ۱٦۲ھ)

۲۲۔زہیر رحمہ اللہ بن معاویہ بن حدیج (۱۰۰ھ، ۱۷۳ھ)

۲۳۔حسن رحمہ اللہ بن صالح بن حی ہمدانی (۱۰۱ھ، ۱٦۷ھ)

۲۴۔بکر رحمہ اللہ بن مضر مصری (۱۰۰ھ، ۱۷۴ھ)

۲۵۔عبیداللہ رحمہ اللہ بن عمرو ورقی (۱۰۱ھ، ۱۸۰ھ)

۲٦۔ابو معاویہ یزید رحمہ اللہ بن زریع بصری (۱۰۱ھ، ۱۸۲ھ)

۲۷۔اسماعیل رحمہ اللہ بن عیاش حمصی (۱۰۲ھ، ۱۸۱ھ)

۲۸۔معمر رحمہ اللہ بن راشد بصری (۹۵ھ، ۱۵۳ھ)

۲۹۔ابوعوانہ رحمہ اللہ وضاح بن عبداللہ الواسطی (۹٦ھ، ۱۷٦ھ)

۳۰۔عبدالوارث رحمہ اللہ بن سعید بصری (۱۰۲ھ،۱۸۰ھ)

۳۱۔ہشیم رحمہ اللہ بن بشیر الواسطی (۱۰۴ھ،۱۸۳ھ)

۳۲۔محمد رحمہ اللہ بن ابراہیم بن عثمان بن خواستی (۱۰۵ھ،۱۸۲ھ)

۳۳۔وہب رحمہ اللہ بن خالد بن عجلان (۱۰۷ھ، ۱۶۵ھ)

۳۴۔فضیل رحمہ اللہ بن عیاض مروزی (۱۰۷ھ، ۱۸۷ھ)

۳۵۔مفضل رحمہ اللہ بن فضالہ القتبانی (۱۰۷ھ، ۱۸۱ھ)

۳۶۔سفیان رحمہ اللہ بن عیینہ ہلالی (۱۰۷ھ، ۱۹۸ھ)

۳۷۔ابوبکر رحمہ اللہ بن عیاش کوفی (۱۰۶ھ،۱۹۳ھ)

۳۸۔عبدالعزیز رحمہ اللہ بن أبی حازم کوفی (۱۰۷ھ،۱۸۴ھ)

۳۹۔ازہر رحمہ اللہ بن سعد باہلی (۱۰۹ھ،۲۰۳ھ)

۴۰۔اسماعیل رحمہ اللہ بن علیہ بصری (۱۱۰ھ،۱۹۴ھ)

۴۱۔عبدالوہاب رحمہ اللہ بن عبدالمجید ثقفی (۱۱۰ھ،۱۹۴ھ)

۴۲۔عبید رحمہ اللہ بن حمید حذاء (۱۰۹ھ،۱۹۰ھ)

۴۳۔ابراہیم رحمہ اللہ بن سعد بن ابراہیم (۱۰۹ھ،۱۸۳ھ)

۴۴۔سلیمان رحمہ اللہ بن حرب بصری (۱۱۱ھ، ۱۸۷ھ)

۴۵۔جریر رحمہ اللہ بن عبدالحمید کوفی (۱۱۰ھ، ۱۸۸ھ)

۴۶۔ابو خالد سلیمان رحمہ اللہ بن حیان الاحمر کوفی (۱۱۰ھ، ۱۸۹ھ)

۴۷۔یحییٰ رحمہ اللہ بن حمزہ دمشقی (۱۰۳ھ،۱۸۳ھ)

۴۸۔ابو معاویہ رحمہ اللہ محمد بن خازم ضریر (۱۱۳ھ، ۱۹۵ھ)

۴۹۔فضل رحمہ اللہ بن موسیٰ مروزی (۱۱۵ھ،۱۹۲ھ)

۵۰۔ابو محمد روح رحمہ اللہ بن عبادہ بن العلاء (۱۱۵ھ، ۲۰۵ھ)

۵۱۔عبداللہ رحمہ اللہ بن نمیر ہمدانی کوفی (۱۱۵ھ،۱۹۹ھ)

۵۲۔یحییٰ رحمہ اللہ بن یمان (۱۱۷ھ)،۱۸۹ھ)

۵۳۔حفص رحمہ اللہ بن غیاث کوفی (۱۱۷ھ،۱۹۴ھ)

۵۴۔یعقوب رحمہ اللہ بن اسحاق الحضرمی (۱۱۷ھ،۲۰۵ھ)

۵۵۔یزید رحمہ اللہ بن ہارون اسلمی (۱۱۸ھ،۲۰۶ھ)

۵۶۔عبداللہ رحمہ اللہ بن مبارک (۱۱۸ھ،۱۸۱ھ)

۵۷۔اسحاق رحمہ اللہ بن یوسف الواسطی (۱۱۷ھ،۱۹۵ھ)

۵۸۔ابو یوسف یعلی رحمہ اللہ بن عبید طنافسی (۱۱۸ھ،۲۰۹ھ)

۵۹۔محمد رحمہ اللہ بن عبداللہ انصاری (۱۱۸ھ،۲۱۵ھ)

۶۰۔یحییٰ رحمہ اللہ بن زکریا بن أبی زائدہ (۱۱۹ھ،۱۸۲ھ)

۶۱۔حسین رحمہ اللہ بن علی بن ولید جعفی کوفی (۱۱۹ھ،۲۰۳ھ)

۶۲۔خالد رحمہ اللہ بن حارث بن سلیمان بصری (۱۲۰ھ،۱۸۶ھ)

۶۳۔عبداللہ رحمہ اللہ بن ادریس کوفی (۱۲۰ھ،۱۹۲ھ)

۶۴۔ابومثنی معاذ رحمہ اللہ بن معاذ تمیمی بصری (۱۱۹ھ،۱۹۶ھ)

۶۵۔یحییٰ رحمہ اللہ بن سعید القطان (۱۲۰ھ،۱۹۸ھ)

۶۶۔وکیع رحمہ اللہ بن جراح کوفی (۱۱۹ھ،۱۹۷ھ)

۶۷۔عبداللہ رحمہ اللہ بن یزید المقری (۱۲۰ھ،۲۱۳ھ)

۶۸۔ابو اسامہ حماد رحمہ اللہ بن اسامہ کوفی (۱۲۱ھ،۲۰۱ھ)

۶۹۔ابو عاصم ضحاک رحمہ اللہ بن مخلد شیبانی بصری (۱۲۱ھ،۲۱۲ھ)

۷۰۔نضر رحمہ اللہ بن شمیل بن خرشہ مروزی (۱۲۲ھ،۲۰۳ھ)

۷۱۔ابومحمد سعید رحمہ اللہ بن عامر ضبعی بصری (۱۲۲ھ،۲۰۸ھ)

۷۲۔ ابوبکر محمد رحمہ اللہ بن جعفر غندر بصری (۱۲۳ھ، ۱۹۳ھ)

۷۳۔ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ بن أبی عدی بصری (۱۲۴ھ، ۱۹۴ھ)

۷۴۔ معافی رحمہ اللہ بن عمران بن محمد بن عمران (۱۲۵ھ، ۱۸۵ھ)

۷۵۔ عبداللہ رحمہ اللہ بن وہب بن مسلم مصری (۱۲۵ھ، ۱۹۷ھ)

۷۶۔ ابوالسکن مکی رحمہ اللہ بن ابراہیم بلخی (۱۲۶ھ، ۲۱۵ھ)

۷۷۔ ابو وہب عبداللہ رحمہ اللہ بن بکر سہمی بصری (۱۲۷ھ، ۲۰۸ھ)

۷۸۔ ابوعبداللہ محمد رحمہ اللہ بن عبید احدب کوفی (۱۲۷ھ، ۲۰۵ھ)

۷۹۔ ابونعیم فضل رحمہ اللہ بن دکین کوفی (۱۳۰ھ، ۲۱۳ھ)

۸۰۔ وہب رحمہ اللہ بن جریر بن حازم بصری (۱۳۵ھ، ۲۰۶ھ)

۸۱۔ ابو عامر قبیصہ رحمہ اللہ بن عقبہ سوائی کوفی (۱۳۵ھ، ۲۱۵ھ)

۸۲۔ ہدبہ بن خالد رحمہ اللہ بن اسود بصری (۱۴۵ھ، ۲۳۵ھ)

۸۳۔ ابومحمد شیبان رحمہ اللہ بن فروخ بصری (۱۴۰ھ، ۲۳۶ھ)

۸۴۔ منصور رحمہ اللہ بن معتمر کوفی (متوفی: ۱۳۲ھ)

۸۵۔ زید رحمہ اللہ بن أبی انیسہ الرہاوی کوفی (متوفی: ۱۴۴ھ یا ۱۴۵ھ)

۸۶۔ عبیداللہ رحمہ اللہ بن عمرو عدوی مدنی (متوفی: ۱۴۷ھ)

۸۷۔ عقیل رحمہ اللہ بن خالد بن عقیل (متوفی: ۱۴۴ھ)

۸۸۔ محمد رحمہ اللہ بن عجلان مدنی (متوفی: ۱۴۸ھ)

۸۹۔ ہشام رحمہ اللہ بن حسان ازدی بصری (متوفی: ۱۴۸ھ)

۹۰۔ خالد رحمہ اللہ بن مہران حذاء بصری (متوفی: ۱۴۱ھ یا ۱۴۲ھ)

۹۱۔ زکریا رحمہ اللہ بن أبی زائدہ ہمدانی (متوفی: ۱۴۸ھ یا ۱۴۹ھ)

۹۲۔ عبداللہ رحمہ اللہ بن عون بصری (متوفی: ۱۵۱ھ)

۹۳۔ حنظلہ رحمہ اللہ بن أبی سفیان المکی (متوفی:۱۵۱ھ)

۹۴۔ یونس رحمہ اللہ بن یزید ایلی (متوفی:۱۵۲ھ)

۹۵۔ قرۃ رحمہ اللہ بن خالد سدوسی (متوفی:۱۵۴ھ)

۹۶۔ جعفر رحمہ اللہ بن برقان رقی (متوفی:۱۵۴ھ)

۹۷۔ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بن یزید بن جابر ازدی (متوفی:۱۵۳ھ)

۹۸۔ ثور رحمہ اللہ بن یزید قدری (متوفی:۱۵۳ھ یا ۱۵۵ھ)

۹۹۔ مسعر رحمہ اللہ بن کدام الہلالی الاحول (متوفی:۱۵۵ھ)

۱۰۰۔ سعید رحمہ اللہ بن أبی عروبہ بصری (متوفی:۱۵۶ھ)

۱۰۱۔ حیوۃ رحمہ اللہ بن شریح مصری (متوفی:۱۵۸ھ)

۱۰۲۔ سلیمان رحمہ اللہ بن مغیرہ بصری (متوفی:۱۵۶ھ)

۱۰۳۔ معاویہ رحمہ اللہ بن صالح حضرمی (متوفی:۱۵۸ھ)

۱۰۴۔ زائدہ رحمہ اللہ بن قدامہ ثقفی کوفی (متوفی:۱۶۰ھ یا ۱۶۱ھ)

۱۰۵۔ ورقاء رحمہ اللہ بن عمر بن کلیب (متوفی:۱۶۰ھ)

۱۰۶۔ ابو محمد عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بن عبداللہ مسعودی (متوفی:۱۶۰ھ)

۱۰۷۔ یزید رحمہ اللہ بن ابراہیم تستری بصری (متوفی:۱۶۱ھ)

۱۰۸۔ ابراہیم رحمہ اللہ بن طہمان ہروی نیشاپوری (متوفی:۱۶۳ھ)

۱۰۹۔ شعیب رحمہ اللہ بن أبی حمزہ الحمصی (متوفی:۱۶۳ھ)

۱۱۰۔ عبدالعزیز رحمہ اللہ بن عبداللہ بن أبی سلمۃ الماجشون (متوفی:۱۶۴ھ)

۱۱۱۔ ہمام رحمہ اللہ بن یحییٰ العوذی بصری (متوفی:۱۶۴ھ)

۱۱۲۔ ابوحمزہ محمد رحمہ اللہ بن میمون سکری مروزی (متوفی:۱۶۷ھ یا ۱۶۸ھ)

۱۱۳۔ ابوالعباس یحییٰ رحمہ اللہ بن ایوب غافقی مصری (متوفی:۱۶۸ھ)

۱۱۴۔ فلیح بن رحمہ اللہ سلیمان مدنی (متوفی: ۱۶۸ھ)

۱۱۵۔ ابوغسان محمد رحمہ اللہ بن مطرف مدنی (متوفی: ۱۷۰ھ)

۱۱۶۔ مہدی رحمہ اللہ بن میمون ازدی (متوفی: ۱۷۲ھ)

۱۱۷۔ جویریہ رحمہ اللہ بن اسماء بن عبید (متوفی: ۱۷۳ھ)

۱۱۸۔ نافع رحمہ اللہ بن عمر القرشی (متوفی: ۱۷۹ھ)

۱۱۹۔ جعفر رحمہ اللہ بن سلیمان ضبعی (متوفی: ۱۷۸ھ)

۱۲۰۔ ابوالاحوص سلام رحمہ اللہ بن سلیم کوفی (متوفی: ۱۷۹ھ)

۱۲۱۔ اسماعیل رحمہ اللہ بن جعفر بن أبي کثیر الانصاری (متوفی: ۱۸۰ھ)

۱۲۲۔ عباد رحمہ اللہ بن عباد بن حبیب بصری (متوفی: ۱۸۱ھ)

۱۲۳۔ خالد رحمہ اللہ بن عبداللہ طحان الواسطی (متوفی: ۱۸۲ھ)

۱۲۴۔ ابوزبید عشر رحمہ اللہ بن قاسم زبیدی کوفی (متوفی: ۱۷۸ھ)

۱۲۵۔ ہقل رحمہ اللہ بن زیاد دمشقی (متوفی: ۱۷۹ھ)

۱۲۶۔ عبیداللہ رحمہ اللہ بن عبدالرحمٰن اشجعی (متوفی: ۱۸۲ھ)

۱۲۷۔ مروان رحمہ اللہ بن شجاع جزری (متوفی: ۱۸۴ھ)

۱۲۸۔ ابواسحاق ابراہیم رحمہ اللہ بن محمد الفزاری (متوفی: ۱۸۶ھ)

۱۲۹۔ عبدالواحد رحمہ اللہ بن زیاد بصری (متوفی: ۱۸۶ھ)

۱۳۰۔ عباد رحمہ اللہ بن عوام الواسطی (متوفی: ۱۸۶ھ)

۱۳۱۔ بشر رحمہ اللہ بن مفضل بصری (متوفی: ۱۸۶ھ یا ۱۸۷ھ)

۱۳۲۔ معتمر رحمہ اللہ بن سلیمان تیمی (متوفی: ۱۸۷ھ)

۱۳۳۔ عبدالعزیز رحمہ اللہ بن محمد بن عبید (متوفی: ۱۸۷ھ)

۱۳۴۔ عبدالعزیز رحمہ اللہ بن عبدالصمد بصری (متوفی: ۱۸۷ھ)

۱۳۵۔ عیسیٰ رحمہ اللہ بن یونس سبیعی کوفی (متوفی: ۱۸۸ھ)

۱۳۶۔ عبدۃ رحمہ اللہ بن سلیمان کوفی (متوفی: ۱۸۸ھ)

۱۳۷۔ حمید رحمہ اللہ بن عبدالرحمٰن رواسی کوفی (متوفی: ۱۹۰ھ)

۱۳۸۔ عبدالاعلیٰ رحمہ اللہ بن عبدالاعلیٰ بصری (متوفی: ۱۸۹ھ)

۱۳۹۔ عمر رحمہ اللہ بن علی بن عطاء بن مقدم (متوفی: ۱۹۰ھ)

۱۴۰۔ محمد رحمہ اللہ بن سلمہ حرانی (متوفی: ۱۹۲ھ)

۱۴۱۔ مروان رحمہ اللہ بن معاویہ فزاری (متوفی: ۱۹۳ھ)

۱۴۲۔ محمد رحمہ اللہ بن حرب خولانی (متوفی: ۱۹۴ھ)

۱۴۳۔ یحییٰ رحمہ اللہ بن سعید بن ابان اموی کوفی (متوفی: ۱۹۴ھ)

۱۴۴۔ ابوزکریا یحییٰ رحمہ اللہ بن سلیم قرشی طائفی (متوفی: ۱۹۵ھ)

۱۴۵۔ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بن محمد بن زیاد محاربی (متوفی: ۱۹۵ھ)

۱۴۶۔ محمد رحمہ اللہ بن فضیل بن غزوان (متوفی: ۱۹۵ھ)

۱۴۷۔ ابوالحسن علی رحمہ اللہ بن مسہر قرشی کوفی (متوفی: ۱۹۷ھ)

۱۴۸۔ محمد بن شعیب رحمہ اللہ بن شابور (متوفی: ۱۹۸ھ)

۱۴۹۔ ابوبکر یونس رحمہ اللہ بن بکیر شیبانی کوفی (متوفی: ۱۹۹ھ)

۱۵۰۔ شجاع رحمہ اللہ بن ولید بن قیس (متوفی: ۲۰۴ھ)

۱۵۱۔ عبدالوہاب رحمہ اللہ بن عطاء خفاف (متوفی: ۲۰۴ھ یا ۲۰۶ھ)

۱۵۲۔ یعقوب رحمہ اللہ بن ابراہیم بن سعد زہری (متوفی: ۲۰۸ھ)

۱۵۳۔ عبداللہ رحمہ اللہ بن داؤد بن عامر ہمدانی (متوفی: ۲۱۳ھ)

۱۵۴۔ ابومحمد عبیداللہ رحمہ اللہ بن موسیٰ مقری (متوفی: ۲۱۳ھ)

۱۵۵۔ محمد رحمہ اللہ بن یوسف فریابی (متوفی: ۲۱۲ھ)

۱۵۶۔عمرو رحمہ اللہ بن عاصم کلابی قیسی (متوفی:۲۱۳ھ)

۱۵۷۔ابو أحمد حسین رحمہ اللہ بن محمد مروزی مودب (متوفی:۲۱۴ھ)

۱۵۸۔ابوعبیدہ معمر رحمہ اللہ بن مثنی التیمی بصری (متوفی:۲۱۶ھ)

۱۵۹۔ابوسلمہ موسیٰ رحمہ اللہ بن اسماعیل (متوفی:۲۲۳ھ)

۱۶۰۔محمد رحمہ اللہ بن فضل عارم سدوسی (متوفی:۲۲۴ھ)

۱۶۱۔اسماعیل رحمہ اللہ بن أبی اویس مدنی (متوفی:۲۲۶ھ)

۱۶۲۔ابوربیع سلیمان رحمہ اللہ بن داود الازدی مقری (متوفی:۲۳۴ھ)

۱۶۳۔اسحاق رحمہ اللہ بن عیسیٰ بن نجیح بغدادی (متوفی:۲۱۵ھ)

۱۶۴۔ازہر رحمہ اللہ بن سعد السمان ابوبکر باہلی بصری (متوفی:۲۰۳ھ)

۱۶۵۔یوسف رحمہ اللہ بن یعقوب بن أبی القاسم السدوسی (متوفی:۲۰۰ھ کے بعد)

۱۶۶۔یوسف رحمہ اللہ بن بکیر بن واصل شیبانی (متوفی:۱۹۹ھ)

۱۶۷۔یحییٰ رحمہ اللہ بن عبدالملک بن حمید بن أبی غنیة کوفی (متوفی:۱۸۸ھ)

۱۶۸۔ابراہیم رحمہ اللہ بن محمد بن حارث بن اسماء الفزاری کوفی (متوفی:۱۸۶ھ)

۱۶۹۔بشر رحمہ اللہ بن المفضل بن لاحق الرقاشی بصری (متوفی:۱۸۶ھ)

۱۷۰۔یوسف رحمہ اللہ بن یعقوب بن أبی سلمہ الماجشون (متوفی:۱۸۵ھ)

۱۷۱۔یحییٰ رحمہ اللہ بن یعلی بن حرملة التیمی کوفی (متوفی:۱۸۰ھ)

۱۷۲۔ابراہیم رحمہ اللہ بن حمید بن عبدالرحمٰن الرواسی کوفی (متوفی:۱۷۸ھ)

۱۷۳۔ابوبکر النہشلی کوفی رحمہ اللہ (متوفی:۱۷۶ھ)

۱۷۴۔اسماعیل رحمہ اللہ بن زکریا بن مرة الخلقانی اسدی (متوفی:۱۷۳ھ)

۱۷۵۔الاسود رحمہ اللہ بن شیبان السدوسی بصری (متوفی:۱۶۵ھ)

۱۷۶۔افلح رحمہ اللہ بن حمید بن نافع الانصاری مدنی (متوفی:۱۶۵ھ)

۱۷۷۔ اسماعیل رحمہ اللہ بن ابراہیم بن عقبہ الاسدی مدنی (متوفی: ۱۶۹ھ)

۱۷۸۔ ابان رحمہ اللہ بن یزید العطار ابوزید بصری (متوفی: ۱۶۰ھ)

۱۷۹۔ یوسف رحمہ اللہ بن اسحاق بن أبی اسحاق السبیعی (متوفی: ۱۵۷ھ)

۱۸۰۔ ابان رحمہ اللہ بن صمعۃ الانصاری بصری (متوفی: ۱۵۳ھ)

۱۸۱۔ ہشام رحمہ اللہ بن الغاز بن ربیعۃ الجرشی (متوفی: ۱۵۳ھ)

۱۸۲۔ اسامہ رحمہ اللہ بن زید اللیثی مولاہم ابوزید مدنی (متوفی: ۱۵۳ھ)

۱۸۳۔ واصل رحمہ اللہ بن عبدالرحمٰن ابوحرۃ بصری (متوفی: ۱۵۲ھ)

۱۸۴۔ ولید رحمہ اللہ بن کثیر المخزومی مولاہم ابومحمد مدنی (متوفی: ۱۵۱ھ)

۱۸۵۔ البختری رحمہ اللہ بن أبی البختری (متوفی: ۱۴۸ھ)

۱۸۶۔ اشعث رحمہ اللہ بن عبدالملک العمرانی ابوہانی بصری (متوفی: ۱۴۶ھ)

۱۸۷۔ اسماعیل رحمہ اللہ بن امیہ بن عمرو بن سعید بن عاص الاموی (متوفی: ۱۴۴ھ)

۱۸۸۔ اسید رحمہ اللہ بن عبدالرحمٰن الخثعمی الرملی (متوفی: ۱۴۴ھ)

۱۸۹۔ ہلال رحمہ اللہ بن خباب العبدی ابوالعلاء بصری (متوفی: ۱۴۴ھ)

۱۹۰۔ یونس رحمہ اللہ بن قاسم حنفی ابوعمر الیمامی (متوفی: ۱۴۴ھ)

۱۹۱۔ ابان رحمہ اللہ بن تغلب الربعی ابوسعد کوفی (متوفی: ۱۴۱ھ)

۱۹۲۔ یزید رحمہ اللہ بن یزید بن جابر الازدی دمشقی (متوفی: ۱۳۳ھ)

۱۹۳۔ ایوب رحمہ اللہ بن موسیٰ بن عمرو بن سعید بن عاص امیہ (متوفی: ۱۳۲ھ)

۱۹۴۔ یزید رحمہ اللہ بن أبی سعید النحوی القرشی (متوفی: ۱۳۱ھ)

۱۹۵۔ ابراہیم رحمہ اللہ بن میمون الصائغ ابواسحاق مروزی (متوفی: ۱۳۱ھ)

۱۹۶۔ اسماعیل رحمہ اللہ بن أبی حکم القرشی مدنی (متوفی: ۱۳۰ھ)

۱۹۷۔ واصل رحمہ اللہ بن حیان الاحدب الکوفی (متوفی: ۱۲۰ھ)

۱۹۸۔ جامع رحمہ اللہ بن شداد المحاربی ابوصخرہ کوفی (متوفی: ۱۲۸ھ)

۱۹۹۔ حجاج رحمہ اللہ بن أبی عثمان الصواف ابوالصلت بصری (متوفی: ۱۴۳ھ)

۲۰۰۔ جعفر رحمہ اللہ بن حیان السعدی ابوالاشہب بصری (متوفی: ۱۶۵ھ)

آخری تبع تابعی ''ابومحمد شیبان بن فورخ بصری رحمہ اللہ ''۲۳۶ھ'' میں فوت ہوا جیسا کہ گزر چکا ہے۔

راقم الحروف نے تبع تابعین وتابعین اور مخضرمین وصحابہ رضی اللہ عنہم کی تاریخ وفات (اور تاریخ ولادت) ان کتب مثلاً التاریخ الکبیر للبخاری، التاریخ الاوسط للبخاری، طبقات ابن سعد، تھذیب التھذیب لابن حجر، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، تذکرۃ الحفاظ للذھبی اور الکاشف للذھبی وغیرہ سے لکھی ہیں۔
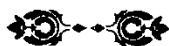
اسناد اور اس کے متعلقات

سند عالی:

اس سند کو کہتے ہیں جس میں راویوں کی تعداد دوسری سند کے مقابلے میں (جس سے وہی روایت مروی ہو) کم ہو۔

سند نازل:

اس سند کو کہتے ہیں جس میں راویوں کی تعداد دوسری سند کے مقابلے میں (جس سے وہی روایت مروی ہو) زیادہ ہو۔

ان دونوں کی دو دو اقسام ہیں ملاحظہ فرمائیں: (۱) علو مطلق (۲) علو نسبی

(۱) نزول مطلق (۲) نزول نسبی۔

علو مطلق:

کسی حدیث کی سند کے راویوں کا سلسلہ دوسری سند کے مقابلے میں کم تعداد سے رسول اللہ تک پہنچے۔

علو نسبی:

کسی حدیث کی سند کے راویوں کا سلسلہ دوسری سند کے مقابلے میں کم تعداد سے کسی امام تک پہنچے۔

نزول مطلق:

کسی حدیث کے راویوں کا سلسلہ دوسری سند کے مقابلے میں زیادہ تعداد سے رسول

اللہ تک پہنچے۔

نزولِ نسبی:

کسی حدیث کے راویوں کا سلسلہ دوسری سند کے مقابلے میں زیادہ تعداد سے کسی امام تک پہنچے۔ ❶ (یعنی مطلق کا تعلق رسول اللہ سے ہوتا ہے اور نسبی کا تعلق امام سے ہوتا ہے)۔

نسبی کی چار اقسام ہیں ملاحظہ فرمائیں:

موافقت:

موافقت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی کسی کتاب کے مؤلف کے شیخ تک کسی دوسری سند سے پہنچ جائیں مثلاً امام بخاری ایک حدیث امام قتیبہ سے اور وہ امام مالک سے روایت کرتے ہیں کوئی دوسرا شخص کسی اور سند سے یہی روایت امام قتیبہ سے بیان کرے اور اس سند میں امام بخاری کی نسبت راویوں کی تعداد کم ہو۔

بدل:

اگر کوئی شخص مؤلف کے شیخ الشیخ تک کسی اور سند سے پہنچ جائے تو اس کو بدل کہتے ہیں۔ مثلاً

سند مذکورہ بالا مندرجہ دو موافقت کو کوئی شخص ایک اور سند سے امام قعنبی از امام مالک روایت کرے اور اس صورت میں امام قعنبی گویا امام قتیبہ کا بدل ہوگا۔

مساوات:

مساوات کا مطلب یہ ہے کہ مؤلف کتاب نے ایک حدیث کو ایک سند سے روایت کیا ہو۔ ایک دوسرا شخص کسی دوسری سند سے یہ حدیث بیان کرے اور دونوں میں راویوں کی تعداد برابر ہو۔ اس کی مثال بقول امام ابن حجر العسقلانی یہ ہے کہ امام نسائی ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور اس کی سند میں ان سے لے کر رسول اللہ تک گیارہ راوی ہوں۔ ہم

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۸۱، ۸۲.

یہی حدیث کسی اور سند سے بیان کریں اور اس میں بھی اتنے ہی راوی ہوں (یعنی گیارہ راوی) تو گویا ہم اس صورت میں امام نسائی کے مساوی ہوں گے اگرچہ ان کی سند ہماری سند سے الگ ہے۔

مصافحہ:

مصافحہ یہ ہے کہ ایک حدیث ایسی اسناد سے جو دوسری سے عالی تھی، روایت کی گئی جو کسی مصنف کے شاگرد کی اسناد کے ساتھ تعداد رجال میں مساوی ہو۔ مثلاً ایک عالی اسناد امام نسائی کے شاگرد کی اسناد کے ساتھ تعداد رجال میں مساوی ہو جیسے بوقت ملاقات مصافحہ کیا جاتا ہے اور اس صورت میں چونکہ ہم (ابن حجر رحمہ اللہ) نے بھی گویا امام نسائی سے ملاقات کر کے مصافحہ کر لیا، اس لیے اس کا نام مصافحہ رکھا گیا۔ [1]

روایت الاقران:

''اقران'' ''قرین'' کی جمع ہے جس کے معنی مصاحب کے ہیں، روایت اقران یہ ہے کہ راوی (شاگرد) اور مروی عنہ (استاذ) روایت حدیث سے تعلق رکھنے والی کسی بات میں شریک ہوں، مثلاً دونوں ہم عمر ہوں یا دونوں استاذ بھائی ہوں مثلاً سلیمان تیمی کی مسعر بن کدام سے روایت، یہ دونوں باہم قرین تھے۔ [2]

روایت مدبج:

"مدبج" کے معنی ''مزین'' کے ہیں "تدبیج"، "دیباجتی الوجه" (چہرے کے دونوں رخسار) سے ماخوذ ہے، جس طرح دونوں رخسار ایک جیسے ہوتے ہیں، اسی طرح ''مدبج'' کے راوی اور مروی عنہ برابر ہوتے ہیں، اصطلاح میں وہ روایت ہے جسے ہر ایک قرین (ساتھی) اپنے قرین (ساتھی) سے روایت کرے۔ مثلاً صحابہ میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی

---

[1] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۸۲، ۸۳، ۸٤.

[2] التحديث في علوم الحديث: ص ۲٦۹.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت، تابعین میں امام زہری کی ابوزبیر سے اور امام ابوزبیر کی امام زہری سے روایت، اور تبع تابعین میں امام مالک کی امام اوزاعی سے اور امام اوزاعی کی امام مالک سے روایت۔ ❶

خیال رہے کہ ''مدبج'' خاص ہے اور ''روایت اقران'' میں یہ شرط نہیں ہے ایک جانب سے بھی روایت کافی ہے، پس ہر مدبج، اقران ہے مگر ہر اقران مدبج نہیں۔ ❷

روایۃ الاکابر عن الاصاغر:

یعنی بڑوں کی چھوٹوں سے روایت، اصطلاح میں وہ روایت ہے جسے بڑا، چھوٹے سے روایت کرے، خواہ وہ بڑا عمر کے لحاظ سے ہو یا علم وضبط کے اعتبار سے۔ ❸

بڑی قدر وشان والے یا بڑی عمر والے اپنے سے نچلے درجے کے راویوں سے روایت کرتے رہے ہیں اس باب میں سب سے اہم واعلیٰ وہ روایت ہے جو رسول اللہ علیہ السلام نے اپنے خطبے میں تمیم داری رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام کو بتایا تھا کہ انہوں نے ایک سمندری جزیرے میں دجال کو دیکھا ہے۔ ❹

اسی طرح معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو انہوں نے مالک بن یخامر (تابعی کبیر) سے انہوں نے معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ حدیث: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔ حتیٰ کہ...... (کی تشریح میں فرمایا:) وہ شام میں ہوں گے۔ ❺

امام زہری اور امام یحییٰ بن سعید الانصاری نے امام مالک سے روایت بیان کی ہے حالانکہ یہ دونوں ان کے استاذ ہیں۔ ❻

❶ التحدیث فی علوم الحدیث: ص ٢٦٩ .
❷ نزهة النظر لابن حجر ، مترجم: ص ٨٥ .
❸ التحدیث فی علوم الحدیث: ص ٢٧٠ .
❹ صحیح مسلم: ٢٩٤٢ . ❺ صحیح بخاری: ٧٤٦٠ .
❻ اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ، مترجم: ص ١٢٨ .

روایۃ الاصاغر عن الاکابر:

قسم سابق کا برعکس ہے، یعنی چھوٹے کا بڑے سے روایت کرنا اس قسم کا وقوع بہت زیادہ ہے کیونکہ عام طور پر روایات اسی قبیل سے ہے۔

السابق واللاحق:

دو راوی ایک استاذ سے روایت کرنے میں مشترک ہوں اگر ان کی وفات میں کافی فاصلہ ہو تو پہلے وفات پانے والے کو سابق اور بعد میں وفات پانے والے کو لاحق کہا جاتا ہے اور ایسی سند کو ''السابق واللاحق'' کہا جاتا ہے۔ [1]

دو شیخوں کا ہم نام و ہم وصف ہونا:

اگر ایک راوی دو شخصوں سے روایت کرتا ہو اور دونوں کے باپ دادا بھی ہم نام ہوں اور دونوں کی نسبت بھی ایک ہی ہو اور دوسری کسی صفت سے بھی دونوں میں امتیاز نہ ہوتا ہو تو اگر دونوں ثقہ ہیں۔ تو کوئی مضرت نہیں جیسا کہ امام بخاری نے اُحمد عن وہب روایت کی ہے چونکہ اُحمد غیر منسوب ہے اس لیے اس سے مراد یا تو اُحمد بن صالح ہے یا اُحمد بن عیسیٰ، اسی طرح امام بخاری کی روایت محمد عن اہل عراق میں محمد غیر منسوب ہے اس لیے اس سے یا تو محمد بن سلام مراد ہے یا محمد بن یحییٰ الذہلی، میں (ابن حجر العسقلانی) نے مقدمہ شرح بخاری میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ جو شخص ان میں ایک کو دوسرے سے مکمل طور ممتاز دیکھنا چاہے تو کسی اختصاص سے تعین کر سکے گا یعنی مروی عنہ شیخ کے ذریعہ ان میں سے ایک کو واضح کیا جا سکے گا اور جب یہ واضح نہ ہو یا دونوں شیخ سے اختصاص رکھتے ہوں تو پھر یہ زیادہ مشکل ہو جائے گا ان حالات میں قرائن یا ظن غالب سے کام لیا جائے گا۔ [2]

---

[1] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۸٦ .

[2] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۸۷، ۸۸ دوسرا نسخہ: ص ۱٤۸، ۱٤۹ .

شیخ کا انکار کرنا:

اگر راوی نے ایک حدیث ایک شیخ سے روایت کی اور شیخ نے اس روایت کا انکار کر دیا اگر یہ انکار یقین پر مبنی ہے جیسے وہ یہ کہتا ہے کہ اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے یا میں نے یہ روایت نہیں بیان کی یا اسی طرح کی کوئی اور بات تو یہ حدیث مردود ہوگی کیونکہ اس صورت میں ان دونوں میں سے ایک بلا تعین جھوٹا ہے لیکن تعارض کی وجہ سے ان میں سے کوئی بھی مجروح شمار نہیں ہوگا اور اگر یہ انکار بطور احتمال ہے جیسے وہ یہ کہے مجھے یاد نہیں یا میں اسے نہیں پہچانتا۔ تو اصح مسلک یہ ہے کہ وہ حدیث مقبول ہوگی کیونکہ اسے شیخ کے نسیان پر محمول کیا جائے گا۔ [1]

مسلسل:

مسلسل وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو تدلیس سے مبرا ہو، اور جس کی روایت میں ایک خاص عبارت یا فعل کی تکرار ہوتی ہو اور ہر راوی اوپر والے راوی سے اس فعل یا عبارت کو نقل کرتا ہو یہاں تک کہ وہ سند نبی علیہ السلام تک پہنچ جائے۔ [2]

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: مسلسل کبھی صفت روایت میں ہوتی ہے جیسے ہر راوی "سمعت" یا "حدثنا" یا "أخبرنا" وغیرہ کہے، یا صفت راوی میں ہوتی ہے جیسے روایت کرتے وقت وہ بات کہے جو اس کے استاذ نے کہی تھی یا وہ کام کرے جو اس کے استاذ نے کیا تھا۔ [3]

مسلسل حدیث کی مثال کے لیے دیکھیے۔ [4]

---

[1] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۸۸.

[2] علوم الحديث الصبحی، مترجم: ص ۳۲۲.

[3] اختصار علوم الحديث لابن كثير، مترجم: ص ۱۰۷.

[4] مسند أحمد: ٥/ ٤٥٢، إسناده صحيح.

سماع:

(استاد کی زبان سے سننا)

محدثین کے نزدیک سماع سے مراد یہ ہوتا ہے کہ شاگرد، استاذ کے الفاظ سنے، خواہ استاذ کسی کتاب سے یہ الفاظ پڑھ کر سنا رہا ہو، یا اپنے حافظہ سے اور خواہ وہ شاگرد کو لکھوائے یا نہ لکھوائے۔ [1]

قاضی عیاض نے کہا، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایسی حالت میں سننے والا "حدثنا" (ہمیں حدیث بیان کی) "أخبرنا" (ہمیں خبر دی) "أنبانا" (ہمیں خبر دی) "سمعت" (میں نے سنا) "قال لنا" (اس نے ہمیں کہا) "ذکر لنا فلان" (فلاں نے ہمیں بتایا) کہے۔ [2]

امام المحدثین امام بخاری نے فرمایا: محدث کا یوں کہنا: "حدثنا" اور "أخبرنا" اور "أنبانا" اور امام الحمیدی (عبداللہ بن زبیر، متوفی ۲۱۹ھ) رحمہ اللہ نے کہا: امام سفیان بن عیینہ کے نزدیک "حدثنا" اور "أخبرنا" اور "أنبانا" اور "سمعت" ان سب لفظوں کا ایک ہی مطلب ہے اور قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ حدثنا رسول اللہ...... [3]

امام عبداللہ بن وہب (۱۲۵ھ، ۱۹۷ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب میں لفظ "حدثنا" کہوں تو یہ وہ حدیث ہوتی ہے جو میں نے (اپنے شیخ سے) عام لوگوں کے ساتھ سنی ہوتی ہے اور جب "حدثنی" کہوں تو یہ وہ حدیث ہوتی ہے جو میں نے اکیلے سنی ہوتی ہے اور جب "أخبرنا" کہوں تو یہ وہ حدیث ہوتی ہے جو میری موجودگی میں استاذ کو پڑھ کر سنائی گئی ہے اور جب میں "أخبرنی" کہوں تو یہ وہ حدیث ہوتی ہے جو میں اکیلے نے اپنے استاذ کو

---

1. التحدیث فی علوم الحدیث: ص ۲۷۲.
2. اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، مترجم: ص ۷۱.
3. صحیح بخاری، مترجم: ۱/ ۱۳۲.

سنائی ہوتی ہے۔ ❶

امام یحیٰی بن سعید القطان فرماتے ہیں: "حدثنا" اور "أخبرنا" دونوں ایک (ہی چیز) ہیں۔ ❷

نا۔ دَثَنَا۔ ثَنَا= یہ الفاظ "حدثنا" کا اختصار ہیں۔ دَثَنِی ، ثَنِی = یہ الفاظ "حدثنی" کا اختصار ہیں۔

أَنَا۔ أَرَنَا۔ أبنا= یہ الفاظ "أَخْبَرَنَا" کا اختصار ہیں۔

قَثَنِي= یہ الفاظ "حدثنی" کا اختصار ہیں۔

ح= سند کے درمیان جب یہ حرف آئے تو اس سے مراد تحویل سند ہوتا ہے۔ یعنی ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہونا۔

قراءت:

(استاذ کے سامنے پڑھنا)

شاگرد کا استاذ کو حافظے یا کتاب سے پڑھ کر سنانا جمہور کے نزدیک اسے "عرض" یعنی پیش کرنا بھی کہتے ہیں۔ ❸

امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: "القراء ة والعرض علی المحدث" اور امام حسن بصری اور امام سفیان ثوری اور امام مالک نے شاگرد کے پڑھنے کو جائز رکھا ہے۔

امام حسن بصری نے فرمایا: عالم کے سامنے پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں اور امام سفیان ثوری نے فرمایا: جب کوئی شخص محدث کو حدیث پڑھ کر سنائے تو کچھ قباحت نہیں، اور امام ابوعاصم نے امام مالک اور امام سفیان کا قول بیان کیا ہے کہ عالم کو پڑھ کر سنانا اور عالم کا

---

❶ العلل الصغير للترمذی: ص ٢٨٩ إسناده حسن.

❷ العلل الصغير للترمذی: ص ٢٨٩ إسناده حسن.

❸ اختصار علوم الحديث لابن كثير، مترجم: ص ٧٢.

شاگردوں کے سامنے پڑھنا دونوں برابر ہیں۔ ❶

اجازت:

اگر شیخ نے کسی کو مخصوص حدیث اپنے سے روایت کرنے کی زبانی اجازت دے دی تو اسے مجازاً اجازت بالمشافہ کہا جاتا ہے۔ حقیقی مشافہ یہی ہے کہ حدیث کو سنا کے یا پڑھوا کے اجازت دی جائے اور اگر شیخ نے کسی کو حدیث روایت کرنے کی مکتوبی اجازت دے دی تو اسے مجازاً اجازت بالمکاتبہ کہا جاتا ہے اس قسم کی اجازت اکثر متاخرین کی عبارت میں پائی جاتی ہے، بخلاف متقدمین کے ان کے نزدیک اس پر اطلاق مکاتبہ کا نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے نزدیک مکاتبہ یہ ہے کہ شیخ با اجازت یا بلا اجازت روایت حدیث کو طالب کی طرف لکھ کر بھیجے۔ ❷

مناولہ:

مناولہ کے لفظی معنی دینے اور عطاء کرنے کے ہیں اصطلاح میں ''مناولہ'' سے مراد یہ ہے کہ استاد اپنے شاگرد کو کوئی کتاب یا تحریر شدہ کوئی حدیث دے کر کہے کہ اس کو میری طرف سے روایت کیجیے۔ ❸

امام ابن کثیر نے فرمایا: اگر اس کے ساتھ اجازت (بھی حاصل) ہو جیسے اپنی سنی ہوئی کوئی کتاب طالب علم کو دے اور اسے کہے: ''اسے مجھ سے روایت کرو'' وہ کتاب اسے ہبہ کر دے یا عاریتاً دے دے تا کہ وہ اس سے نقل کر کے اسے لوٹا دے یا طالب علم استاد کے سماع والی کتاب لے آئے۔ استاد اسے کھول کر غور سے دیکھے اور پھر کہے ''اسے مجھ سے روایت کرو۔'' اسے عرض المناولہ کہتے ہیں۔ ❹

---

❶ صحيح بخاري، مترجم: ١/ ١٣٣، ١٣٤ .

❷ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص٩٣، ٩٤ .

❸ التحديث في علوم الحديث: ص ٢٧٥ .

❹ اختصار علوم الحديث لابن كثير، مترجم: ص ٨٠ .

امام المحدثین امام بخاری نے فرمایا: مناولہ کا بیان، اور عالموں کا علم کی باتوں کو لکھ کر دوسرے شہروں میں بھیجنے کا بیان، انس رضی اللہ عنہ نے کہا عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف لکھوائے اور ملکوں میں بھجوائے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور یحییٰ بن سعید انصاری اور امام مالک نے اس کو جائز رکھا ہے۔ (یعنی مناولہ کو) اس کے بعد امام بخاری دلیل کے طور پر دو حدیثیں تحریر کی ہیں۔ ❶

مکاتبہ:

مکاتبہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ لکھوانے اور لکھنے کے معنی میں آتا ہے۔

شیخ اپنی بعض احادیث کسی موجود یا غیر موجود شاگرد کے لیے لکھ کر اس کی طرف روانہ کر دے خواہ خود لکھے یا کسی سے لکھوا دے تو اسے مکاتبہ کہتے ہیں۔ ❷

اعلام:

اس کے لغوی معنی اعلان کرنے اور خبر دینے کے ہیں، اصطلاح میں اعلام کے معنی یہ ہیں کہ شیخ تلمیذ کو صرف یہ بتا دے کہ فلاں کتاب یا حدیث ان کی مرویات یا مسموعات میں سے ہے، اگر اس اطلاع کے ساتھ وہ روایت کی اجازت بھی دے تب تو بالاتفاق روایت جائز ہے، ورنہ اکثر محدثین اور فقہاء واصولیین جواز کے اور کئی محدثین عدم جواز کے قائل ہیں، اور امام نووی وامام ابن الصلاح وغیرہ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے، البتہ اگر سند صحیح ہو تو ایسی حدیث پر عمل سب کے نزدیک جائز ہے۔ ❸

وصیت بالکتاب:

اگر کسی محدث نے موت کے وقت یا سفر کے دوران وصیت کی کہ میری یہ کتاب یا کتب فلاں شخص کو دی جائیں تو اسے ''وصیت بالکتاب'' کہا جاتا ہے، گو متقدمین سے ایک

---

❶ صحیح بخاری، مترجم: ۱/ ۱۳۵ . ❷ تقریب النووی، مترجم: ص ۲۲۲ .

❸ التحدیث فی علوم الحدیث: ص ۲۷۷ - وتقریب النووی، مترجم: ص ۲۲٤، ۲۲٥ .

فریق نے صرف وصیت سے موصی لہ (جس کو وصیت کی گئی ہو) کے لیے ان کتابوں سے روایت کرنا جائز رکھا ہے۔ مگر جمہور (محدثین) کے نزدیک تاوقتیکہ اجازت روایت نہ ہو، اس سے روایت نہیں کرسکتا۔ ❶

وجادہ:

اس کی صورت (اور تعریف) یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی لکھی ہوئی حدیث یا کتاب پائے۔ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے بطور حکایت نقل کرے اور کہے: ''میں نے فلاں کے خط سے لکھا ہوا پایا کہ ہمیں فلاں نے حدیث بیان کی'' اور آخر تک سند ومتن بیان کر دے۔ اس قسم کی روایتیں مسند اُحمد میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ امام اُحمد کے بیٹے عبداللہ (بن اُحمد بن حنبل) کہتے ہیں، میں نے اپنے ابا کے خط سے لکھا ہوا پایا، ہمیں فلاں نے حدیث بیان کی.....'' اور (پھر) وہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس شیخ کے لیے یہ کہنا بھی جائز ہے ''کہ فلاں نے کہا'' بشرطیکہ اس میں تدلیس نہ ہو جس سے ملاقات (اور سماع) کا وہم ہو جائے۔ ❷

متفق ومتفرق:

اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اتفاق مصدر ہے، باب افتعال سے ہے اور المفترق یہ بھی مذکورہ باب سے اسم فاعل کا صیغہ ہے مصدر افتراق آتا ہے اور یہ اتفاق کی ضد ہے۔ ❸

راویوں کے نام اور ان کے باپ دادا کے نام ایک جیسے ہوں لیکن ان کی شخصیتیں جدا جدا ہوں، اسی طرح اگر کنیت اور نسبت ایک جیسی ہو اور اشخاص مختلف ہوں تو اسے متفق و مفترق کہا جاتا ہے۔ ❹

---

❶ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٩٥ .

❷ اختصار علوم الحديث لابن كثير، مترجم: ص٨٣ .

❸ تقريب النووى، مترجم: ص ٤١٠ .

❹ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ٩٧ .

اس کی مثال أحمد بن جعفر بن حمدان ہے۔ یہ چار لوگ ہیں ملاحظہ فرمائیں:

۱:...... أحمد بن جعفر بن حمدان بن مالک ابوبکر بغدادی القطیعی (متوفی ۳۶۸ھ)

۲:...... أحمد بن جعفر بن حمدان بن عیسیٰ السقطی البصری (متوفی ۳۶۴ھ)

۳:...... أحمد بن جعفر بن حمدان الدینوری (متوفی ۲۸۹ھ)

۴:...... أحمد بن جعفر بن حمدان ابوالحسن الطرطوسی۔

مزید تفصیل کے لیے پڑھے۔ ❶

اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ راویوں کے درمیان تمیز آسان ہو جاتی ہے، بسا اوقات ایک راوی ضعیف ہوتا ہے اور دوسرا ثقہ، اس کی پہچان کے بغیر ضعیف کو ثقہ یا ثقہ کو ضعیف گمان کرنے کا خدشہ رہتا ہے۔

المؤتلف ومختلف:

المؤتلف، لغوی اعتبار سے اسم فاعل ائتلاف سے ہے جس کے معنی اجتماع، اتفاق اور باہمی ملاقات کے ہیں اس کے مقابل نفرت ہے۔ مختلف اسم فاعل ہے الاختلاف سے اور یہ اتفاق کے مدمقابل بولا جاتا ہے۔ ❷

اصطلاح محدثین میں مؤتلف اور مختلف کا مطلب یہ ہے کہ روایان حدیث کے اسماء، القاب، کنیتیں یا انساب خط میں متفق ہوں اور تلفظ میں مختلف ہوں۔ ❸

اس کی مثالوں میں سے بعض درج ذیل ہیں:

سَلّام اور سَلَام، عُمارَہ اور عِمارہ

حِزام اور حَرَام، عباس: عیاش

---

❶ تقریب النووی، مترجم: ص ۴۱۰ تا ۴۱۷.

❷ لسان العرب: ۹/ ۱۰، ۱۱، ۹۰، ۹۱.

❸ تقریب النووی، مترجم: ص ۳۹۹.

حِبّان: حَیّان، رَبَاح: رِباح

البَزار : البزّاز، الثَّوری التَّوری ❶

امام ابن الصلاح نے فرمایا: یہ بہترین فن ہے۔ محدثین میں سے جو اسے نہیں جانتا، اس کی غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اور وہ ہمیشہ شرمندہ رہتا ہے۔ ❷ اس موضوع کی تفصیل کے لیے پڑھیے۔ ❸

متشابہ:

متشابہ باب تفاعل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے تماثل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے یہاں متشابہ سے ملتبس مراد ہے جیسے متشابہ من القرآن اس کو کہتے ہیں جس کا معانی معلوم نہیں ہوتا، اور اس میں التباس پیدا ہوتا ہو۔

متشابہ اس نوع سے پہلے دو انواع کے آپس میں ملنے سے حاصل ہوتا ہے، یعنی مؤتلف ومختلف اور متفق ومفترق کے مجموعہ سے نوع متشابہ حاصل ہوتی ہے اور متشابہ یہ ہے کہ راویان حدیث کے نام اور نسب تلفظ اور خط میں متفق ہوں (اور شخص کے اعتبار سے الگ الگ ہوں) اور ان کے باپوں کے نام مختلف اور مؤتلف ہوں۔ یعنی خط میں متفق اور تلفظ میں مختلف ہوں یا اس کا عکس ہو یعنی راویان حدیث کے نام خط میں مختلف اور تلفظ میں متفق ہوں اور ان کے باپوں کے نام خط اور تلفظ دونوں میں متفق اور مسمیات (یعنی شخصیات) میں مختلف ہوں جیسے موسیٰ بن علی: عین کے فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ بہت سارے راوی ہیں اور عین کے ضمہ کے ساتھ موسیٰ بن علی بن رباح المصری ہیں اور بعض حضرات عین کو فتحہ دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ضمہ کے ساتھ لقب اور فتحہ کے ساتھ نام ہے۔ اور جیسے محمد بن

---

❶ اختصار علوم الحدیث، مترجم: ص ۱٤۹، ۱۵۰ .

❷ مقدمة ابن الصلاح: ص ۱۷۲

❸ تقریب النووی، مترجم: ص ۳۹۸ تا ٤۱۰ .

عبداللہ المخرمی میم کے ضمہ ''خ'' معجمہ کے فتحہ اور ''ر'' کے کسرہ کے ساتھ مخرم بغداد کی طرف منسوب ہے۔ (اور مخرم بغداد میں ایک محلّہ ہے) یہ مشہور راوی ہے اور محمد بن عبداللہ المخرمی ''م'' کے فتحہ اور ''خ'' کے سکون (جزم) کے ساتھ مخرمہ بن نوفل کی طرف منسوب ہے۔ یہ امام شافعی سے روایت کرتے ہیں اور غیر مشہور راوی ہے اور جیسے ابوثور بن یزید (الکلاعی) اور ثور بن یزید الدیلی ان ثور بن یزید دیلی رجال شیخین میں سے ہے اور ثور بن یزید کلاعی صرف رجال مسلم میں سے ہے اور جیسے ابوعمر الشیبانی شین معجمہ مفتوحہ کے ساتھ، تابعی ہے ان کا نام سعد بن ایاس ہے اور اسی کنیت میں اور نسبت میں ان کے مشابہ ابوعمرو الشیبانی اللغوی ہے ان کا نام اسحاق بن مرار علی وزن ضرار اور بعض نے علی وزن غزال اور بعض نے علی وزن عمار کہا ہے۔ اور ابوعمر الشیبانی سین مہملہ کے ساتھ یہ بھی تابعی ہے اور ان کا نام زرعہ ہے اور یحییٰ بن زرعہ کے والد ہیں اور جیسے عمرو بن زرارہ ''ع'' کے فتحہ کے ساتھ ایک جماعت کا نام ہے ان میں سے ابومحمد نیشاپوری ہے جو امام مسلم کے استاذ ہیں اور عمر بن زرارہ ''ع'' کے ضمہ کے ساتھ المدثی کے ساتھ معروف ہیں۔ [1]

اس نوع کو ضبط کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ راویان حدیث کے ناموں میں التباس نہیں آئے گا اور قراءت کے وقت قاری تصحیف اور وہم سے بچے گا۔ مزید تفصیل کے لیے پڑھئے۔ [2]
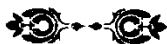
[1] تقریب النووی، مترجم: ص ۴۱۸، ۴۱۹.

[2] نزھة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۹۹ تا ۱۰۱.

باب 6

علم جرح وتعدیل کا بیان

جرح وتعدیل علوم حدیث میں سے ایک اہم علم ہے، جرح وتعدیل کا علم وہ علم ہے جو راویوں کے احوال سے اس حیثیت سے بحث کرتا ہے کہ ان کی روایات کو قبول کیا جائے یا رد کیا جائے۔ گویا جرح وتعدیل کا علم راویوں کے احوال کا آئینہ ہے، یہی وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت کرنے والا صادق ہے یا کاذب، حافظ وضابط ہے یا مختلط؟ اور جب علم الرجال کے ماہر امام ابن أبی حاتم الرازی رحمہ اللہ (۲۴۰ھ، ۳۲۷ھ) سے جرح وتعدیل کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "اظهر احوال اهل العلم من كان ثقة او غير ثقة." ❶

اس حیثیت سے اہل علم کے احوال کا ظہور کہ یہ معلوم ہو کون ثقہ یا غیر ثقہ ہے۔

اسی طرح امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳ھ، ۸۵۲ھ) علم جرح وتعدیل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: راویوں کے حالات ان معنوں میں جاننا بہت اہم ہے کہ وہ عادل ہیں، مجروح ہیں یا مجہول اس لیے کہ یا تو راوی کی عدالت معروف ہو یا اس کا فسق معروف ہوگا یا اس کے بارے کوئی چیز بھی معروف نہ ہوگی۔ ❷

گویا حدیث کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں اس وقت تک کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا جب تک راوی کی عدالت، فسق یا جہالت کی وضاحت نہ ہو جائے اس اعتبار سے علم جرح وتعدیل بے حد اہمیت کا حامل ہے۔

---

❶ الكفاية فى علم الرواية للخطيب البغدادي: ص ٣٨، ٣٩، إسناده صحيح.

❷ نزهة النظر لابن حجر: ص ١٧٢.

امام ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰ھ، ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں: مقبول اس ثقہ (قابل اعتماد) ضابط (حافظے سے اگر بیان کرے تو مضبوط حافظے والا اور اگر کتاب سے بیان کرے تو اپنا خط یا کتاب مضبوطی سے پہچانتا ہو) راوی کو کہتے ہیں جو مسلم عاقل، بالغ، فسق اور بد اخلاقیوں سے سالم (محفوظ) ہو، اس کے ساتھ بیدار مغز ہوشیار، غافل نہ ہو، اگر حافظے سے بیان کرے تو حافظ (یاد رکھنے والا) ہو اگر روایت بالمعنی کرے تو اس کا مفہوم جاننے والا ہو۔ ان شرطوں میں سے اگر کوئی ایک شرط رہ جائے تو اس راوی کی روایت مردود ہو جاتی ہے۔

راوی کی عدالت اس کی اچھی شہرت اور اچھی تعریف سے ثابت ہو جاتی ہے (مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام أحمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم وغیرہ) یا جسے ائمہ حدیث یا دو امام یا ایک (معتبر امام) قول راجح میں جس کی تعدیل (توثیق) کرے، اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے (لیکن متساہلین محدثین مثلاً امام ترمذی، امام ابن حبان، امام حاکم وغیرہ کی توثیق قابل قبول نہیں)۔ تعدیل بغیر ذکر سبب کے مقبول ہوتی ہے کیونکہ اسباب کی تعداد لمبی ہے لہٰذا اسے مطلقاً قبول کیا جاتا ہے اس کے برخلاف جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے جب جرح مفسر ہو کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح) ہوتی ہے جس کی بنیاد پر وہ جرح کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی (ایسا بہت قلیل ہوتا ہے) اس لیے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔

شیخ ابوعمرو (ابن الصلاح) نے کہا: جرح وتعدیل کی کتابوں میں اکثر پایا جاتا ہے کہ فلاں ضعیف ہے۔ یا متروک ہے وغیرہ، اگر ہم اس پر بھروسا نہیں کریں گے تو (جرح وتعدیل کا) بہت بڑا دروازہ بند ہو جائے گا۔ (پھر انہوں نے) یہ جواب دیا کہ اگر ہم اس پر اکتفا نہیں کرتے تو اس راوی کے بارے میں توقف کرتے ہیں کیونکہ ہمیں اس کے بارے

میں شک ہوگیا ہے۔ (راقم کہتا ہے یہ آخری بات درست نہیں) میں (ابن کثیر) نے کہا:
اس فن (علم حدیث) کے ماہر اماموں کا کلام اسباب کے ذکر کے بغیر تسلیم کرنا چاہیے کیونکہ وہ اس علم کی معرفت، اطلاع اور عبور میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ وہ (محدثین) انصاف، دیانت، مہارت اور نصیحت (خیر خواہی) سے موصوف تھے، خاص طور پر وہ تمام (ماہرین) جب کسی راوی کو ضعیف، متروک یا کذاب وغیرہ قرار دیں تو ان ائمہ کی سچائی، امانت اور نصیحت کی وجہ سے ماہر محدث ان کی موافقت سے ذرا بھی پیچھے نہیں رہتا۔ اسی لیے (امام) شافعی احادیث پر اپنے اکثر کلام میں فرماتے تھے: ''علمائے حدیث اسے ثابت نہیں سمجھتے'' وہ اس مجرد قول کے ساتھ حدیث مذکور کو رد کر دیتے اور اس سے حجت نہیں پکڑتے تھے۔ واللہ اعلم

اگر جرح وتعدیل میں تعارض ہو جائے تو اس حالت میں جرح مفسر ہونی چاہیے۔
(پھر) کیا یہ (جرح مفسر) مقدم ہے یا اکثرت اور زیادہ ماہرین (محدثین) کو ترجیح ہوگی؟
اس مسئلے میں اصول فقہ، فروع فقہ اور علم حدیث میں مشہور اختلاف ہے (صحیح یہ ہے کہ جرح اگر مفسر ہو تو مطلقاً مقدم ہے)۔ واللہ اعلم

اس بات میں مزید تفصیل ہے۔ (راقم الحروف)

صحیح یہ ہے کہ جرح وتعدیل میں ایک (معتبر محدث امام) کا قول کافی ہے۔ رہی ثقہ کی اپنے استاذ سے (مجرد) روایت تو کیا اس سے شیخ کی تعدیل ثابت ہوتی ہے؟ اس بارے میں تین اقوال ہیں:

تیسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ (اپنے نزدیک) صرف ثقہ سے ہی روایت کرتا تھا تو توثیق ہے ورنہ نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ اس راوی کی توثیق نہیں ہوتی حتیٰ کہ اگر کوئی یہ بھی کہہ دے کہ اس کے سارے استاذ عادل (ثقہ) ہیں (تو بھی توثیق نہیں ہوتی)

اگر راوی یہ کہے کہ ''مجھے یہ حدیث ثقہ نے بیان کی ہے'' تو صحیح یہ ہے کہ یہ اس راوی کی توثیق نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے یہ اس کے نزدیک ثقہ ہو لیکن دوسروں کے نزدیک ثقہ نہ

ہو۔ یہ بات واضح ہے۔ والحمد للہ

(ابن الصلاح نے) کہا: اس طرح عالم کا کسی حدیث کے مطابق فتویٰ یا عمل اس بات کی دلیل نہیں ہوتا کہ یہ حدیث اس کے نزدیک صحیح ہے......

جمہور محدثین کے نزدیک اس راوی کی روایت مقبول نہیں ہے جو ظاہری و باطنی لحاظ سے مجہول العدالت (مجہول العین) ہو۔ جس کی باطنی عدالت مجہول (نامعلوم) ہو لیکن ظاہر میں وہ عادل ہو تو اسے مستور کہتے ہیں......

رہا ایسا مبہم (راوی) جس کا نام معلوم نہ ہو یا نامعلوم ہو مگر مجہول العین ہو تو ہمارے علم کے مطابق کوئی بھی اس کی روایت قبول نہیں کرتا...... [1]

(امام) خطیب بغدادی وغیرہ نے کہا: راوی کی جہالت (جہالت عین) علماء کی معرفت یا دو ثقہ راویوں کی روایت سے ختم ہو جاتی ہے۔ ان دو راویوں کی روایت کی وجہ سے وہ ثقہ نہیں بن جاتا۔ (بلکہ مجہول الحال رہتا ہے)۔ [2]

اور یہی مسلک جمہور محدثین کا ہے اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لا نقبل خبر من جهلناه، وكذلك لا نقبل خبر من لم نعرفه بالصدق وعمل الخير"۔ ہم مجہول (العین) راوی کی روایت قبول نہیں کرتے، اسی طرح اس (مجہول الحال) راوی کی روایت بھی ہمارے ہاں ناقابل قبول ہے، جس کی سچائی اور اچھائی ہمیں معلوم نہیں۔ [3]

---

[1] اختصار علوم الحديث لابن كثير، مترجم: ص ٥٨ تا ٦٣.

[2] الكفاية للخطيب: ص ٨٤.

[3] اختلاف الحديث: ص ٤٥.

نبی علیہ السلام کی طرف جھوٹ منسوب کرنے سے بچنا:

وہ راوی جس نے نبی علیہ السلام کی حدیث میں جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو اس کے بارے میں امام المحدثین امام بخاری کے استاد امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۹ھ) فرماتے ہیں: اس راوی کی روایت کبھی قبول نہیں کی جائے گی۔ ❶

امام ابن کثیر نے فرمایا: علماء میں سے بعض اس آدمی کو کافر سمجھتے ہیں جس نے جان بوجھ کر حدیث نبوی میں جھوٹ بولا ہے اور بعض اسے قتل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ❷

جس شخص کو حدیث میں غیر ارادی طور پر غلطی لگ جائے پھر اسے صحیح بات سمجھا دی جائے مگر وہ رجوع نہ کرے تو ایسے شخص کے بارے میں امام اُحمد بن حنبل اور امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں: اس شخص کی روایت بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ ❸

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں تم سے رسول اللہ کی حدیث بیان کروں تو یہ سمجھ لو کہ مجھ کو آسمان سے گر جانا پسند ہے (اس بات سے) کہ رسول اللہ پر جھوٹ باندھوں۔ ❹

یہاں سے (معلوم ہوتا ہے کہ) ہر ممکن طریقے سے جھوٹ سے بچنا چاہیے اور صرف قابل اعتماد اصل (صحیح وثابت کتاب) سے ہی روایت کرنی چاہیے۔ شاذ اور منکر روایات سے بچنا چاہیے۔ قاضی ابو یوسف (یعقوب بن ابراہیم) نے کہا: جو شخص غریب روایات اکٹھی کرتا رہتا ہے تو وہ جھوٹ (بھی) بولتا ہے۔ ❺

حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی حدیث آگے بیان کرتا پھرے۔ ❻

---

❶ الكفاية في علم الرواية للخطيب: ص ١٠٩ ۔ بشرطیکہ اس قول کی سند صحیح ہو۔

❷ اختصار علوم الحديث، مترجم: ص ٦٦ .

❸ الكفاية للخطيب: ص ١٠٩ ۔ بشرطیکہ ان اقوال کی سند صحیح ہو۔

❹ صحيح بخاري: ١٠٧ . ❺ اختصار علوم الحديث، مترجم: ص ٦٦، ٦٧ .

❻ صحيح مسلم، مترجم: ١/ ٢٨ .

فن حدیث کے بارے میں ضروری معلومات:

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: فن حدیث میں امور ذیل کا جاننا بھی ضروری ہے۔

۱: جو راوی نام سے مشہور ہو، اگر اس کی کنیت ہو تو وہ بھی پہچاننی چاہیے، ورنہ کسی روایت میں اگر وہ کنیت کے ساتھ آئے گا تو دوسرا شخص خیال کیا جائے گا۔

۲: جو راوی کنیت سے مشہور ہو اس کا نام بھی معلوم ہونا چاہیے ورنہ کسی اور روایت میں نام سے مذکور ہونے کی صورت میں اس پر دوسرے شخص کا اشتباہ ہو جائے گا۔

۳: جس شخص کا نام وکنیت دونوں متحد ہوں، گو یہ بہت کم ہوتا ہے، تاہم اس کا بھی علم ہونا چاہیے۔

۴: جس راوی کی کنیت میں اختلاف ہو اور ایسے بکثرت ہیں، اسے بھی پہچاننا چاہیے۔

۵: جس کی کنیت یا اوصاف والقاب بکثرت ہوں، اسے بھی جاننا چاہیے، چنانچہ ابن جریج کی دو کنیتیں ہیں ابو الولید اور ابو خالد۔

۶: اس راوی کو بھی پہچاننا چاہیے جس کی کنیت اس کے والد کے نام کے ساتھ موافق ہو، چنانچہ ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق المدنی تابعی چونکہ ابو اسحاق، اسحاق کا بیٹا ہے، اس لیے اس کو ابن اسحٰق کے ساتھ تعبیر کرنا بھی غلط نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح اس راوی کو بھی پہچاننا چاہیے جس کا نام اس کے والد کی کنیت کے ساتھ موافق ہو جیسے اسحاق بن أبی اسحاق سبیعی۔

اسی طرح اس راوی کو بھی پہچاننا چاہیے، جس کی کنیت اس کی زوجہ کی کنیت کے ساتھ موافق ہو جیسے ابو ایوب الانصاری اور ام ایوب دونوں مشہور صحابی ہیں۔

اسی طرح اس راوی کو بھی پہچاننا چاہیے، جس کے شیخ کا نام اس کے والد کے نام کے ساتھ موافق ہو جیسے ''ربیع بن انس عن انس'' چونکہ روایتوں میں اسی طرح آتا ہے، اس لیے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ربیع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جیسے صحیح بخاری میں ''عن عامر بن

سعد عن سعد'' میں حقیقتاً عامر نے اپنے والد سعد سے روایت کی ہے، مگر یہ خیال (سابقہ ربیع بن انس والی سند میں) غلط ہے اس لیے کہ ربیع اپنے والد انس سے جو بکری ہیں، روایت نہیں کرتے بلکہ انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ صحابی مشہور سے روایت کرتے ہیں جو بلحاظ قرابت ربیع کے والد نہیں ہوتے۔

۷: اس راوی کو بھی پہچاننا چاہیے، جس کی نسبت اس کے والد کی جانب نہیں بلکہ غیر کی جانب کی گئی ہو، جیسے مقداد بن الاسود الزہری میں مقداد کے والد کا نام اسود نہیں ہے بلکہ عمرو ہے، مگر اسود نے چونکہ اُن کو متبنّٰی بنایا تھا، اس لیے اس کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اس راوی کو بھی پہچاننا چاہیے، جس کی نسبت اس کی والدہ کی طرف کی گئی ہو، جیسے ابن علیہ اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم، یہ ثقہ ہیں۔ ان کی والدہ کا نام علیہ تھا۔ اس کی جانب ان کی نسبت مشہور ہے، چونکہ اسماعیل اپنی والدہ کی جانب منسوب کیے جانے کو ناپسند کرتے تھے، اس لیے امام شافعی یوں فرمایا کرتے تھے اخبرنی اسماعیل الذی یقال لہ ابن علیہ۔

اسی طرح اس راوی کو بھی پہچاننا چاہیے جس کی نسبت ایسی شئی کی جانب کی گئی ہو جو جلدی سمجھ میں نہ آتی ہو، جیسے (خالد) الحذاء بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ وہ حذاء یعنی پاپوش بناتے تھے یا اس کی تجارت کرتے تھے اس لیے ان کو حذاء کہا گیا مگر یہ غلط ہے۔ درحقیقت چونکہ وہ پاپوش بنانے والوں یا ان کی تجارت کرنے والوں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے، اس لیے ان کو حذاء کہا گیا۔ اسی طرح سلیمان تیمی حالانکہ یہ قبیلہ بنی تیم سے نہیں تھے مگر چونکہ ان میں فروکش تھے، اس لیے ان کو تیمی کہا جاتا تھا۔ اسی طرح اس راوی کو بھی پہچاننا چاہیے، جس کی نسبت اس کے دادا کی طرف کی گئی ہوتا کہ اس کا اشتباہ اس شخص کے ساتھ نہ ہو جو اس کا ہم نام ہو اور اس کا دادا اس شخص کے والد کا ہم نام ہو۔ (راقم کہتا ہے جیسے محمد بن بشر کوفی اور محمد بن السائب بن بشر کوفی، یہ دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں، اول

ثقہ ہے، اور دوسرا کذاب متروک ہے)

۸: اس راوی کو بھی پہچاننا چاہیے کہ اس کا اور اس کے والد اور اس کے دادا کا ایک ہی نام ہو۔ جیسے ''حسن بن الحسن بن الحسن بن علی بن أبی طالب'' کبھی یہ ہمنامی کا سلسلہ اس سے بھی زائد اور لمبا ہوتا ہے۔ یہ بھی مسلسل اسناد کی ایک قسم ہے، اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ راوی اپنے دادا کا اور راوی کا والد اپنے دادا کا ہمنام ہوتا ہے، جیسے ابو الیمن الکندی کا پورا نام یہ ہے: ''زید بن الحسن بن زید بن الحسن بن زید بن الحسن۔''

اسی طرح اس راوی کو بھی پہچاننا چاہیے جو اپنے شیخ کا اور شیخ الشیخ کا ہمنام ہو، جیسے ''عمران عن عمران عن عمران'' اول کو قصیر کہا جاتا ہے، اور دوسرے کو ابو رجاء العطاردی اور تیسرے کو ابن حصین الصحابی اسی طرح ''سلیمان عن سلیمان عن سلیمان'' میں اول کو ابن أحمد بن ایوب الطبرانی کہا جاتا ہے اور دوسرے کو ابن أحمد الواسطی اور تیسرے کو ابن عبدالرحمٰن الدمشقی المعروف بابن بنت شرحبیل۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ راوی کا اور اس کے باپ دادا کا جو نام ہوتا ہے۔ وہی نام اس کے شیخ کا اور شیخ کے باپ دادا کا ہوتا ہے، چنانچہ ایک راوی کا نام ہے ''حسن بن أحمد بن الحسن بن احمد'' اور اس کے شیخ کا نام بھی ''حسن بن أحمد بن الحسن بن احمد'' ہے۔ دونوں میں کنیت ونسبت اور پیشے کے اعتبار سے امتیاز کیا جاتا ہے راوی کو ابو علاء الہمدانی العطار کہا جاتا ہے۔ اور شیخ کو ابو علی الاصبہانی الحداد۔

۹: اس راوی کو بھی پہچاننا چاہیے جس کا شیخ وشاگرد دونوں ہمنام ہوں، باوجودیکہ یہ ایک لطیف بحث ہے مگر ابن الصلاح، نے اس سے کچھ تعرض نہیں کیا اس کے جاننے سے تکرار یا انقلاب (ناموں کے ادل بدل ہونے) کا جو وہم ہوسکتا ہے وہ رفع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری کے شیخ کا نام بھی مسلم ہے اور ان کے شاگرد کا نام بھی مسلم ہے، مگر شیخ مسلم بن ابراہیم الفرادیسی البصری ہیں، اور شاگرد مسلم بن الحجاج القشیری صاحب مسلم ہیں۔

اسی طرح عبد بن حمید ہے کہ ان کے شیخ کا نام بھی مسلم ہے اور ان کے شاگرد کا نام بھی مسلم ہے۔ مگر شیخ مسلم بن ابراہیم ہے اور شاگر مسلم بن الحجاج صاحب صحیح ہے۔ چنانچہ امام مسلم نے صحیح میں ایک حدیث بعنوان ''حدثنا عبد بن حمید عن مسلم'' روایت بھی کی ہے۔
اسی طرح یحییٰ بن اُبی کثیر ہے کہ ان کے شیخ کا نام بھی ہشام ہے اور شاگرد کا نام بھی ہشام ہے۔ مگر شیخ ان کے معاصر ہشام بن عروہ ہے اور شاگرد ہشام بن اُبی عبداللہ الدستوائی ہے،
اسی طرح ابن جریج ہے کہ ان کے شیخ کا نام بھی ہشام ہے اور ان کے شاگرد کا نام بھی ہشام ہے مگر استاد ہشام بن عروہ ہے اور شاگرد ہشام بن یوسف بن الصنعانی ہے۔

اسی طرح حکم بن عتبہ ہے کہ ان کے شیخ کا نام بھی ابن اُبی لیلی ہے اور شاگرد کا نام بھی ابن اُبی لیلیٰ ہے، مگر شیخ کا نام عبدالرحمٰن ہے (یہ ثقہ ہے) اور شاگرد کا نام محمد بن عبدالرحمٰن (یہ ضعیف ہے) مذکور ہے، اس کے علاوہ اس کی اور بھی بکثرت مثالیں ہیں۔

۱۰: جتنے راوی (سارے ناموں کے ساتھ) بلا ذکر کنیت وغیرہ ہوں ان سب کا نام جاننا بھی ضروری ہے۔ چند ائمہ حدیث نے تمام راویوں کے ناموں کو قلمبند کر دیا ہے، چنانچہ ابن سعد نے طبقات میں اور امام ابن اُبی خیثمہ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام ابن اُبی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل میں بلا قید جمیع رواۃ کے اسماء (اور حالات) کو جمع کیا ہے۔

۱۱: تمام راویوں کی کنیتیں بھی پہچانی چاہئیں اور القاب بھی جاننے چاہئیں۔ لقب کبھی بعنوان نام ہوتا ہے، جیسے سفینہ مولیٰ رسول اللہ اور کبھی بعنون کنیت جیسے ابوتراب اور کبھی کسی عیب سے ماخوذ ہوتا ہے، جیسے اعمش، اور کبھی کسی پیشہ سے متعلق ہوتا ہے جیسے عطار۔

۱۲: راویوں کی نسبتیں (انساب) بھی پہچانی چاہئیں۔ نسبت کبھی قبیلہ کی جانب ہوتی ہے، یہی متاخرین کی بہ نسبت متقدمین میں زیادہ تر ہوا کرتی ہے، پھر نسبت وطنی کبھی شہر کی

جانب اور کبھی کھیتی کی طرف اور کبھی کوچہ کی طرف اور کبھی محل مجاورت کی طرف ہوتی ہے اور کبھی نسبت ہنر کی طرف ہوتی ہے جیسے خیاط اور کبھی پیشہ کی طرف (جیسے بزاز) بھی ہوا کرتی ہے۔ پھر ان نسبتوں میں اسماء کی طرف کبھی اتفاق واشتباہ بھی پیدا ہوتا ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ نسبت لقب ہو جاتی ہے چنانچہ خالد بن مخلد کوفی کا لقب قطوانی ہوگیا تھا، جس سے وہ ناراض بھی ہوتے تھے۔

۱۳: جو لقب یا نسبت خلاف ظاہر ہو اس کا سبب بھی معلوم کرنا چاہیے۔

۱۴: جو راوی مولیٰ (یعنی غلام) ہو، اعلیٰ یا ادنیٰ اس کی تحقیق بھی کی جائے کہ وہ کس وجہ سے مولیٰ کہا جاتا ہے۔ (بوجہ غلامی کے یا بوجہ امدادی معاہدے (حلیف ہونے) کے یا کسی کے ہاتھ پر ایمان قبول کرنے کی وجہ سے، اس لیے کہ ان تینوں وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے مولیٰ کہا جاتا ہے ہے، پس جب تک تصریح نہ کی جائے گی یہ معلوم نہ ہوگا کہ کس وجہ سے اس کو مولیٰ کہا گیا ہے۔

۱۵: یہ بھی دریافت کیا جائے کہ کون راوی کس کا بھائی ہے یا کسی کی بہن ہے، متقدمین میں سے امام علی بن مدینی نے اس باب میں ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ [1]

جرح وتعدیل کے بعض الفاظ کا بیان

تعدیل کی اعلیٰ ترین عبارات "حجة" اور "ثقة" ہیں۔ [2]

۱: فلان اوثق الناس: فلاں راوی سب سے زیادہ ثقہ ہے۔

۲: اثبت الناس: فلاں راوی سب سے زیادہ حدیث کو یاد رکھنے والا ہے۔

۳: الیه المنتهی فی الضبط: فلاں راوی پر تو ضبط کی انتہا ہوگئی ہے۔

۴: لا اعرف له نظیرا: میرے علم کے مطابق فلاں راوی عدیم النظیر ہے۔

---

[1] نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ١٠٦ تا ١١٢ .

[2] اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، مترجم: ص ٦٧ .

۵: فلان لا یسأل عنه: فلاں راوی کی ثقاہت کے بارے میں سوال کرنا ہی بے جا ہے، یا فلاں راوی کی ثقاہت کے کیا کہنے۔

۶: لیس به باس یا لاباس به: فلاں راوی میں کوئی حرج نہیں۔

۷: صالح الحدیث: صالح الحدیث یعنی حدیث روایت کرنے کے لائق ہے۔

۸: مقارب الحدیث: اس کی احادیث دوسرے ثقات رواۃ کی احادیث کے قریب قریب ہیں۔

۹: صویلح: صالح کی تصغیر ہے، یعنی وہ متوسط صالح ہے۔

۱۰: ارجوا ان لا باس به: مجھے امید ہے کہ فلاں راوی میں کوئی حرج نہیں۔

۱۱: روی عنه الناس: لوگوں نے اس روایت لی ہے۔

۱۲: شیخ وسط: متوسط شیخ ہے۔

۱۳: فلان لیس ببعید عن الصواب: فلاں درستگی سے بعید نہیں۔

۱۴: یکتب حدیثه: اس کی حدیث لکھی جاتی ہے (متابعات وغیرہ میں)

اب جرح کے بعض الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

۱: فلان اکذب الناس: فلاں راوی سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔

۲: الیه المنتهی فی الکذب: فلاں راوی پر تو جھوٹ بولنے میں بس ہے۔

۳: هو رکن الکذب: فلاں راوی جھوٹ کا رکن ہے۔

۴: معدنه: فلاں راوی جھوٹ کی کان ہے۔

۵: فلان دجال: فلاں راوی دجال ہے۔

۶: کذاب: جھوٹا ہے۔

۷: وضاع: خودساختہ احادیث گھڑنے والا ہے۔

۸: یضع الحدیث: فلاں راوی احادیث گھڑتا ہے۔

۹: یکذب: فلاں راوی جھوٹ بولتا ہے۔
۱۰: ھو منبع الکذب: وہ جھوٹ کا منبع ہے۔
۱۱: فلان متھم بالکذب: فلاں راوی پر جھوٹ کی تہمت ہے۔
۱۲: یسرق الحدیث: فلاں راوی احادیث چوری کرتا ہے۔
۱۳: ساقط: فلاں راوی ساقط یعنی محدثین کے اعتبار سے گرا ہوا ہے۔
۱۴: متروك: فلاں راوی متروک ہے یعنی محدثین نے اسے ترک (چھوڑ) کر دیا ہے۔
۱۵: ھالك: فلاں راوی ہلاک کرنے والا ہے۔
۱۶: ذاھب الحدیث: فلاں راوی حدیث میں گیا گزرہ ہے۔
۱۷: ترکوہ: فلاں راوی کو محدثین نے ترک کر دیا ہے۔
۱۸: لا یعتبر بہ: فلاں راوی کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔
۱۹: لیس بثقة ولا مامون: فلاں راوی ثقہ و مامون نہیں۔
۲۰: فلان رد حدیثہ: فلاں راوی کی احادیث کو رد کر دیا گیا ہے۔
۲۱: ضعیف جدًا: وہ سخت ضعیف ہے۔
۲۲: واہٍ بمرۃٍ: فلاں راوی حتمی طور پر ضعیف ہے۔
۲۳: طرحوہ: فلاں راوی کو محدثین نے دور پھینک دیا یعنی اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا۔
۲۴: لا یکتب حدیثہ: فلاں راوی کی احادیث نہیں لکھی جاتی یعنی وہ اس کے قابل ہی نہیں۔
۲۵: لا تحل الروایة عنہ: فلاں راوی سے روایت کرنا حلال نہیں۔
۲۶: لیس بشیء: فلاں راوی کی کوئی حیثیت نہیں یا فلاں راوی کچھ چیز نہیں۔
۲۷: فلان لا یحتج بہ: فلاں راوی سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔
۲۸: ضعفوہ: فلاں راوی کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔

۲۹: مضطرب الحدیث: فلاں راوی کی احادیث میں اضطراب ہے۔

۳۰: لا یساوی شیئا: فلاں راوی کسی شئی کے برابر نہیں۔

۳۱: لا یکتب عنه: اس سے حدیث نہیں لکھی جاتی۔

۳۲: لین الحدیث: وہ حدیث میں کمزور ہے۔

۳۳: لیس بحجة: وہ قابل حجت نہیں۔

۳۴: واهی الحدیث: فلاں راوی حدیث ضائع کرنے والا ہے۔

۳۵: سیء الحفظ: فلاں راوی برے حافظے والا ہے۔

۳۶: لیس بالمتین: فلاں راوی مضبوط نہیں ہے۔

۳۷: لیس بعمده: وہ راوی معتبر نہیں ہے۔

۳۸: لیس بالحافظ: وہ راوی حافظ نہیں ہے۔

۳۹: لیس بقوی: وہ راوی قوی نہیں۔

۴۰: لیس بذالك: فلاں راوی اس مرتبے کا نہیں۔

۴۱: له مناکیر: اس کی روایتیں منکر ہیں۔

۴۲: فیه شئی: اس میں کوئی قابل اعتراض چیز ہے۔

۴۳: فیه مقال: اس راوی کے بارے میں محدثین نے جرح کی ہے۔

۴۴: فیه جهالة: اس میں جہالت (مجہول) ہے۔

۴۵: تکلموا فیه: اس راوی کے بارے میں محدثین نے جرح کی ہے۔

۴۶: مردود الحدیث: فلاں راوی کی احادیث مردود ہیں۔

۴۷: مبتدع: فلاں راوی بدعتی ہے۔

۴۸: فیه لین: اس راوی میں کمزوری ہے۔

۴۹: مطعون: فلا راوی کے بارے میں طعن کیا گیا ہے۔

۵۰: فیه ضعف: اس راوی میں ضعف یعنی کمزوری ہے۔

۵۱: لا اعرف: میں اس راوی کو نہیں جانتا۔

۵۲: کذبوه: اس راوی کو محدثین نے جھوٹا کہا ہے۔

۵۳: متفق علی ضعفه: اس راوی کے ضعف ہونے پر سب محدثین کا اتفاق ہے۔

۵۴: احد المتروکین فی الحدیث: یہ راوی ان لوگوں میں سے ہے جس کی حدیث چھوڑ دی گئی ہے۔

۵۵: منکر الحدیث: اس کی بیان کردہ حدیث منکر ہیں۔

۵۶: متروك الحدیث: فلاں راوی کی محدثین نے احادیث چھوڑ دی ہیں، یا وہ حدیث میں متروک ہے۔

۵۷: وکان یتشیع: اور وہ راوی شیعہ تھا۔

۵۸: وکان غالیًا مفرطًا: وہ غالی شیعہ تھا اور گمراہی میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔

۵۹: کان فیه تشیع: اس راوی میں شیعہ پن موجود تھا۔

۶۰: فلا أدری من هو: میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے؟

۶۱: کان امیا لم یکن بالمرضی: وہ ایک جاہل اور غیر معتبر شخص تھا۔

۶۲: لیس بالمعروف: فلاں راوی غیر معروف یعنی مجہول ہے۔

۶۳: تعرف وتنکر: یہ راوی معروف اور منکر دونوں قسم کی روایات بیان کرتا ہے۔

۶۴: لا یتابع فی حدیثه: فلاں راوی کی حدیث میں متابعت نہیں کی گئی۔

۶۵: له احادیث منکرہ: اس راوی نے منکر احادیث بیان کی ہیں۔

۶۶: وهو مع ضعفه یکتب حدیثه: اور ضعیف ہونے کے باوجود اس کی حدیث (متابعات) میں لکھی جاتی ہے۔

۶۷: وهو الی الضعف اقرب منه الی الصدق: یہ راوی سچائی کی نسبت کمزوری

سے زیادہ قریب ہے۔

۶۸: والضعف علی روایاته بین: اس راوی کی روایات میں کمزوری واضح ہے۔

۶۹: عنده مناکیر: اس کے پاس منکر روایات ہیں۔

۷۰: غال من الشتامین للخیرة: یہ غالی رافضی تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم کو سخت برا بھلا کہتا تھا۔

۷۱: منکر الحدیث عن المشاهیر، کثیر الروایة عن المجاهیل: یہ راوی مشہور راویوں سے منکر احادیث بیان کرتا ہے، اس کی زیادہ تر روایات مجہول راویوں سے ہیں۔

۷۲: حدیثه غیر محفوظ، ولا یعرف الا به: اس کی حدیث غیر محفوظ ہے، اور وہ اسی روایت کے ساتھ معروف ہے۔

۷۳: یخطئ ویهم: یہ راوی غلطیوں اور اوہام کا شکار تھا۔

۷۴: لیس اسناده بالقائم: اس کی سند قابل حجت نہیں۔

۷۵: لا تقوم به حجة: اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

۷۶: یاتی من الثقات بالطامات، وعن الاثبات بالمقلوبات: یہ ثقہ راویوں کے ذمے جھوٹی اور حفظ وضبط والے راویوں کے ذمے مقلوب روایات لگاتا ہے۔

۷۷: یضعف حدیثه: اس کی بیان کردہ حدیث ضعیف قرار دی جائے۔

۷۸: ضعیف فی الحدیث: یہ حدیث میں ضعیف تھا۔

۷۹: لم یوثقه احد: اسے کسی محدث نے ثقہ نہیں کہا۔

۸۰: لست احدث عنه: میں اس سے حدیث روایت نہیں کرتا۔

۸۱: لا اروی عنه شیئا: میں اس سے کوئی چیز روایت نہیں کرتا۔

۸۲: کان فاحش الخطاردی الحفظ فکثرت المناکیر فی روایته: فلاں راوی فاحش غلطیاں کرتا ہے ردی حافظے والا ہے، اس کی روایات میں کثرت سے منکر

روایتیں ہیں۔

۸۳: كان يأتي عن الثقات المقلوبات وعن الضعفاء الملزقات: وہ ثقہ راویوں سے مقلوب (الٹ پلٹ) روایتیں اور ضعیف راویوں سے چسپاں شدہ (موضوع) روایتیں بیان کرتا تھا۔

۸۴: كان ممن يضع الحديث: وہ حدیثیں گھڑنے والوں میں سے تھا۔

۸۵: لا يسوى حديث فلسًا: فلاں راوی کی حدیث ایک ٹیڈی کے برابر نہیں ہے۔

۸۶: لا ينبغي ان يروى عنه شيء: اس راوی سے کوئی چیز روایت نہیں کرنی چاہیے۔

۸۷: منكر الحديث جدًا: وہ بہت سخت منکر روایتیں بیان کرنے والا تھا۔

۸۸: عنده عجائب: اس راوی کے پاس عجیب روایتیں ہیں۔

۸۹: روى أحاديث مناكير: اس نے منکر حدیثیں بیان کیں۔

۹۰: لم يكن عندى بصدوق وهو ضعيف: وہ میرے نزدیک سچا نہیں تھا اور وہ ضعیف تھا۔

۹۱: لا يجوز الإحتجاج به إذا انفرد: جب وہ اکیلا ہو تو اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔

۹۲: وكان يضع الحديث على الثقات ، لا تحل كتابة حديثه و لا الرواية عنه: وہ حدیثیں گھڑتا تھا اور ثقہ راویوں سے منسوب کر دیتا تھا، اس کی حدیث لکھنا حلال نہیں اور نہ اس سے روایت حلال ہے۔

۹۳: كان ممن يروى عن الثقات ما ليس من احاديثهم ، لا تحل كتابة حديثه إلا على جهة التعجب: وہ ثقہ راویوں سے ایسی حدیثیں بیان کرتا تھا، جو ان کی بیان کردہ احادیث میں سے نہیں ہوتی تھیں، اس کی حدیث لکھنا حلال نہیں

الا یہ کہ تعجب کے طور پر لکھا جائے گا۔

۹۴: کان یفتعل الحدیث: وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

۹۵: وما رایت فی الکذابین اقل حیاء منه: میں نے جھوٹے لوگوں میں اتنا بے حیا اور کوئی نہیں دیکھا۔

۹۶: ضعف جدًا: فلاں راوی سخت ضعیف ہے۔

۹۷: ضعیف الحدیث: وہ حدیث میں ضعیف ہے۔

۹۸: ضعیف الحفظ: وہ حافظے کی وجہ سے ضعیف تھا۔

۹۹: روی عن ابیه احادیث موضوعة: اس نے اپنے باپ سے موضوع حدیثیں بیان کیں۔

۱۰۰: منکر الحدیث جدًا، یروی عن الثقات ما اذا سمعها الانسان الذی لیس بالمتجر فی صناعة الحدیث شهد لها بالوضوع: اس نے سخت منکر حدیثیں بیان کی ہیں، ثقہ راویوں سے ایسی روایتیں بیان کرتا ہے، جنہیں حدیث میں زیادہ مہارت نہ رکھنے والا انسان بھی سن کر گواہی دیتا کہ یہ موضوع (جھوٹی) ہیں۔

بعض محدثین کی مخصوص اصطلاحات کا بیان:

کتب اسماء الرجال سے استفادہ کے لیے محدثین کی مخصوص اصطلاحات اور ان کے درجات کا جاننا ضروری ہے جیسا کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض محدثین کی خاص اصطلاحات ہیں جنہیں جاننا ضروری ہے اس میں سے (امام) بخاری کا یہ قول ہے کہ جب وہ کسی آدمی کے بارے میں "سکتوا عنه" (یعنی محدثین نے اس راوی کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے) یا "فیه نظر" (یعنی راوی متروک ومتہم ہے) کہیں تو یہ ان کے نزدیک ادنیٰ ترین اور ردی (بہت شدید) جرح ہوتی ہے لیکن وہ جرح میں الفاظ بہت لطیف

(نرم) استعمال کرتے ہیں، اسے خوب سمجھ لیں۔ ❶

امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: "هؤلاء الذين (قيل فيهم) منكر الحديث، لست أرى الرواية عنهم (وإذا) قالوا: سكتوا عنه فكذلك لا أروى عنهم" ہر وہ شخص جسے میں نے منکر الحدیث کہا، اس سے روایت (میری نزدیک) حلال نہیں ہے اور جب وہ (محدثین کسی راوی کے بارے میں) سکتوا عنہ کہیں تو میں ان سے بھی روایت نہیں کرتا۔ ❷

امام أحمد بن زہیر بن حرب بن شداد الحرشی رحمہ اللہ (۱۸۵ھ، ۲۷۹ھ) نے فرمایا: میں نے امام یحییٰ بن معین سے دریافت کیا کہ آپ کسی راوی کے بارے میں کہتے ہیں: "فلان ليس به باس" (فلاں میں کوئی حرج نہیں) اور "فلان ضعيف" تو اس کا کیا مطلب ہے، تو امام یحییٰ بن معین نے جواب دیا کہ جب میں "ليس به باس" کہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ثقہ ہے اور جب ''ضعیف'' کہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ ❸

امام ابن أبی حاتم رازی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب میں کسی کے بارے میں ''صدوق'' یا "محله الصدق" یا "لاباس به" کہوں تو یہ راوی ان لوگوں میں سے ہوتا ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے اور ان کے بارے میں تحقیق جاری رکھی جاتی ہے۔ ❹

امام ابن عدی رحمہ اللہ جس راوی کے بارے میں یہ الفاظ "وأرجوا أنه لابأس به" کہے تو وہ ان کے نزدیک ضعیف ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

---

❶ اختصار علوم الحديث لابن كثير، مترجم: ص ٦٨، ٦٩.

❷ التاريخ الأوسط للبخارى: ٢/ ١٠٧۔ وميزان الاعتدال للذهبى: ١/ ٦۔ لسان الميزان لابن حجر: ١/ ٢٠.

❸ التاريخ الكبير لابن أبى خيثمة: ص ٥٩٢، ت ١٤٢٣.

❹ الجرح والتعديل لابن أبى حاتم: ١/ ٣٢٤.

امام ابن عدی رحمہ اللہ ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں: ”وأرجوا أنه لابأس به، ویکتب حدیثه في الضعفاء“ مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اس کی حدیث ضعیف راویوں میں لکھی جائے گی۔ [1]
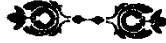
[1] الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۳/ ۳۷۰.

خود ساختہ اصول ''متساہل + متساہل'' کا تحقیقی جائزہ

ہمارے بعض اہل علم بھائی کہتے ہیں کہ ایک متساہل محدث مثلاً امام ابن حبان کسی راوی کی توثیق کریں، تو وہ راوی مجہول ہی رہتا ہے، لیکن اگر دو یا تین متساہل محدثین مثلاً امام ابن حبان اور امام حاکم وغیرہ اس راوی کی توثیق کریں، تو وہ راوی ''حسن درجہ'' کا ہو جاتا ہے یہ قانون اصول حدیث ومتقدمین محدثین کے مخالف ہونے کی وجہ سے غلط ہے کیونکہ جس طرح ''ضعیف + ضعیف = حسن لغیرہ'' والا اصول ثابت نہیں، یعنی ''ضعیف + ضعیف = ضعیف'' ہی ہے بالکل اسی طرح ''متساہل + متساہل = متساہل'' ہی ہے اس لیے متساہل محدثین کی توثیق کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ الغرض یہ بات بالکل واضح ہے کہ جس طرح ''ضعیف + ضعیف+ضعیف'' سندیں مل کر ''حسن لغیرہ'' نہیں بنتی اسی طرح ''متساہل + متساہل'' یعنی متساہل محدثین کو جمع کرنے سے مجہول راوی کیسے ''حسن درجہ'' کا ہو سکتا ہے؟ لہٰذا ہمارے بعض اہل علم بھائیوں کو اس خود ساختہ اصول کو بنانے اور سمجھنے میں غلطی لگی ہے ان کی اس غلطی کو دور کرنے کے لیے خود ساختہ اصول ''متساہل + متساہل'' کے ردّ کے لیے اس کے مختلف پہلوؤں پر وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

1. متساہل محدثین کو بعض متاخرین محدثین نے متساہل کہا ہے، (اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) متقدمین محدثین یعنی ان کے ہمعصر محدثین نے متساہل نہیں کہا۔ (واللہ اعلم)
2. متاخرین محدثین نے دلائل کی روشنی میں متساہل محدثین کو متساہل کہا ہے، اور حقیقت میں اصل بنیاد یہ دلائل ہی ہیں جن کی بنا پر متساہل محدثین کو متساہل کہا گیا ہے، متاخرین محدثین کے اقوال تو اس کی تائید میں ہیں۔ (دلائل کی تفصیل آگے آ رہی ہے)

◆ ہمارے بعض اہل علم بھائیوں کا بعض متاخرین محدثین کے کہنے پر متساہل محدثین مثلاً امام ترمذی، امام ابن حبان، امام حاکم اور امام بیہقی کو تو متساہل ماننا، لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا امام ابن خزیمہ کے تساہل کی طرف اشارہ کرنے کو ان کی غلطی کہہ کر رد کر دینا اور امام ابن خزیمہ کو متساہل نہ سمجھنا، یہ ان کے اپنے ہی اصول کی مخالفت اور دلائل کی روشنی میں غلط ہے اسی طرح امام عجلی بھی متساہل ہے۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے)

◆ علم الرجال وعلل حدیث کے ماہر محدثین مثلاً امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن عبداللہ المدینی، امام المحدثین امام بخاری، امام ابو حاتم، امام نسائی وغیرہم میں سے بعض محدثین کا کسی راوی کو مجہول کہنا، اور متساہل محدثین میں سے بعض متساہل محدثین کا اس راوی کی توثیق کرنا، ان ماہرین ائمہ محدثین کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا، کیونکہ جس راوی کو امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن عبداللہ المدینی، امام المحدثین امام بخاری وغیرہم نہیں جانتے، تو اس راوی کے متعلق متساہل محدثین مثلاً امام عجلی یا امام ترمذی یا امام ابن خزیمہ وغیرہ کو کیسے معرفت حاصل ہوگی۔

◆ راقم کی تحقیق میں متساہل محدثین کی تعداد چھ ہے، جن کے نام یہ ہیں: امام عجلی، امام ترمذی، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام حاکم، امام بیہقی، ان چھ محدثین میں سے تین امام ابن حبان، امام حاکم، امام بیہقی متاخرین محدثین میں سے ہیں، جب کہ ہمارے بعض اہل علم بھائی صرف چار محدثین کو متساہل مانتے ہیں ان کے نام یہ ہیں: امام ترمذی، امام ابن حبان، امام حاکم، امام بیہقی (ان شاء اللہ امام عجلی اور امام ابن خزیمہ کے متساہل ہونے کے دلائل آگے آ رہے ہیں)

نیز متقدمین محدثین امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام المحدثین امام بخاری وغیرہم کے سامنے ان متاخرین و متساہلین محدثین مثلاً امام ابن حبان، امام حاکم، امام بیہقی کا

کسی مجہول راوی کی توثیق کرنا، کچھ حیثیت نہیں رکھتا لہٰذا جب اس فن علم الرجال کے ماہرین محدثین کو اس راوی کی معرفت نہیں ہو سکی تو ان سے ڈیڑھ یا دو صدیوں بعد متاخرین متساہلین محدثین کو کیسے معرفت حاصل ہوگی۔

◆ امام ترمذی کسی راوی کی توثیق کرتے ہیں، اور ان کے ساتھ متاخرین محدثین میں سے امام نووی (۶۳۱ھ، ۶۷۶ھ)، امام ضیاء مقدسی (۵۶۹ھ، ۶۴۳ھ)، امام ذہبی (۶۷۳ھ، ۷۴۸ھ)، امام ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ، ۸۵۲ھ) وغیرہم بھی اس راوی کی توثیق کرتے ہیں تو ہمارے بعض اہل علم بھائیوں کے نزدیک وہ راوی ''حسن درجہ'' کا ہو جاتا ہے جب کہ ہمارے اہل علم بھائی اکیلے امام ترمذی کی توثیق کو نہ مانتے ہوئے اس راوی کو مجہول ہی سمجھتے ہیں، البتہ ان متاخرین محدثین میں سے کسی ایک یا دو محدثین کو ملا کر اس مجہول راوی کو ''حسن درجہ'' کا سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ متاخرین محدثین مثلاً امام ذہبی اور امام ابن حجر عسقلانی وغیرہ تو ناقلین میں سے ہیں ان کی توثیق کیسے قابل اعتبار ہو سکتی ہے؟ کیونکہ آٹھویں اور نویں صدی والے محدثین کو کس طرح سات صدیاں پہلے گزرنے والے مجہول راوی کے حالات پر آگاہی ہوئی، جب کہ اس مجہول راوی کے حالات سے معتبر متقدمین محدثین مثلاً امام المحدثین امام بخاری اور امام ابو حاتم وغیرہ خاموش ہیں یعنی ان دونوں معتبر علم الرجال کے ماہرین کو تو علم نہ ہو سکا، اور سات صدیوں بعد والے ناقلین محدثین مثلاً امام ذہبی اور امام ابن حجر عسقلانی وغیرہ کو علم ہو گیا اور ایسا ہونا ناممکن ہے۔ نیز یہی حال باقی پانچویں، چھٹی، ساتویں صدی والے متاخرین محدثین کا ہے مگر یہ کہ متاخرین محدثین اس مجہول راوی کی ثقاہت صحیح باسند پیش کریں پھر قابل قبول ہے وگرنہ وہ متاخرین محدثین تو صرف ناقلین ہیں۔

◆ امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان ان دونوں متساہل محدثین کا مجہول راوی کی توثیق

کرنے کے بارے میں اپنا ایک ذاتی اصول ہے جو کہ متقدمین محدثین میں سے کسی کا وہ اصول نہیں ہے۔ (واللہ اعلم) وہ اصول یہ ہے کہ جس راوی کے متعلق جرح (وتعدیل) معلوم نہ ہو، وہ (مجہول) راوی ان دونوں متساہل محدثین کے نزدیک عادل (ثقہ) اور قابل حجت ہے (اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) جب کہ یہ اصول، اصول حدیث اور متقدمین محدثین کے مخالف ہونے کی وجہ سے غلط ہے اور اگر اس غلط اصول کو ایک منٹ کے لیے مان لیا جائے تو پھر شاید ہی کوئی راوی مجہول رہے، بلکہ سارے راوی عادل اور قابل حجت ہو جائیں گے جب کہ ایسا ہونا ناممکن ہے اور اس غلط اصول کو متاخرین محدثین مثلاً امام ذہبی اور امام ابن حجر عسقلانی نے بھی قبول نہیں کیا (اس کی وضاحت آگے آ رہی ہے)

- ''متساہل+ متساہل'' والا اصول خود ساختہ ہے، ہمارے بعض اہل علم بھائی خود ہی غور کریں کہ وہ کسی بھی اکیلے متساہل محدث کی توثیق کو تو نہیں مانتے اور جیسا کہ متساہل محدثین امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے اپنا ذاتی غلط اصول لکھ کر ہم پر یہ احسان کر دیا ہے لہٰذا اس خود ساختہ اصول ''متساہل امام ترمذی+ متساہل امام ابن خزیمہ+ متساہل امام ابن حبان'' کو جمع کرنا کسی حال میں بھی قابل حجت نہیں ہے اور متاخرین متساہل محدثین ومتاخرین ناقلین محدثین یعنی امام حاکم، امام بیہقی اور امام ذہبی اور امام ابن حجر عسقلانی وغیرہ ان کو تو ساتھ جمع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ گزشتہ صفحات پر آپ پڑھ آئے ہیں اور مزید وضاحت آگے آ رہی ہے، باقی رہے امام عجلی تو ان کے متساہل ہونے کے دلائل بھی آگے آ رہے ہیں۔ (ان شاءاللہ)

بہر کیف متساہل محدثین کا خود ثقہ ہونا اپنی جگہ، لیکن دلائل سے ان کا متساہل ہونا ثابت ہے، اس لیے ان کی توثیق قابل قبول نہیں ہے مگر جب ان کی تائید کسی ایک بھی معتبر محدث سے ہو، تو پھر قابل حجت ہے۔

متساہل محدثین کا تذکرہ

(۱) امام أبو الحسن أحمد بن عبداللہ بن صالح عجلی (۱۸۲ھ، ۲۶۱ھ):

امام عجلی کا متساہل ہونا، دلائل کے ساتھ ثابت ہے جس کی وضاحت آگے آ رہی ہے، اور بعض اہل علم نے بھی ان کو متساہل کہا ہے وضاحت پیش خدمت ہے۔

محدث العصر الشیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ معلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام عجلی، امام ابن حبان سے مجاہیل (یعنی مجہول راویوں) کی توثیق میں بہت مشابہ ہیں۔ [1]

علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی امام عجلی کو متساہل کہا ہے۔ [2] امام ابن حجر عسقلانی، امام عجلی کا ایک راوی (مجہول) کو ثقہ کہنے کے بعد لکھتے ہیں: "ولم يقف ابن القطان على توثيق العجلي فزعم أنه مجهول" [3] اور امام ذہبی نے بھی امام عجلی کی توثیق کو رد کرتے ہوئے اس راوی کو "لا يكاد يعرف" یعنی مجہول ہی کہا ہے۔ [4] اسی طرح عرب کے مشہور محقق الدکتور بشار عواد معروف اور الشیخ شعیب الأرنووط ایک مجہول راوی کے متعلق لکھتے ہیں: "ولم يوثقه سوى العجلي المعروف بتوثيق مجاهيل الكوفيين" [5]

نامور عالم دین الشیخ ابو عبدالسلام عبدالروف بن عبد الحنان ایک روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس (راوی) سے صرف ابن وہب ہی نے روایت کی ہے لہٰذا یہ مجہول ہی ہے، امام عجلی نے اس کو "تاریخ الثقات" (۱۸۶) میں اور امام ابن حبان نے "کتاب

[1] التنكيل بما في تانيب الكوثري من الأباطيل: ١/ ٦٦.
[2] الأحاديث الصحيحة: ٢/ ٢١٨، وتمام المنة: ص ٤٠٠ و ارواء الغليل: ٤/ ٤٠١.
[3] تهذيب التهذيب لابن حجر: ٢/ ٢٩٧.
[4] ميزان الاعتدال للذهبي: ٢/ ١٣٢.
[5] تحرير تقريب التهذيب: ٣/ ١٩٦.

الثقات“ (۲۶۱/۸) میں ذکر کیا ہے مگر یہ دونوں توثیق کے معاملے میں متساہل ہیں۔ ❶

(۲) امام اُبوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورة بن موسیٰ الترمذی (۲۰۹ھ، ۲۷۹ھ):

امام ترمذی ثقہ ہونے کے ساتھ تصحیح وتحسین میں متساہل ہیں، امام ذہبی فرماتے ہیں: ”كأبي عيسىٰ الترمذي، وأبي عبدالله الحاكم، وأبي بكر البيهقي: متساهلون“ ”ابوعیسیٰ الترمذی، ابوعبداللہ الحاکم اور ابوبکر البیہقی متساہل تھے۔“ ❷

محققین اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ امام ترمذی حدیث اور راویوں کی تحسین وتصحیح کے معاملہ میں بہت متساہل واقع ہوئے ہیں: ایک محدث فرماتے ہیں: ترمذی نے اپنی کتاب میں کتنی ہی احادیث موضوعہ (جھوٹی) اور اسانید واہیہ کی تحسین کی ہے۔ ❸

اسی طرح امام ذہبی لکھتے ہیں: ”فلا يغتر بتحسين الترمذي فعند المحاققة غالبها ضعاف“ پس ترمذی کی تحسین سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ محققین کے نزدیک ایسی غالب (عام، اکثر) روایتیں ضعیف ہیں۔ ❹ مزید امام ذہبی فرماتے ہیں: ”فلهذا لا يعتمد العلماء على تصحيح الترمذي“ پس اس وجہ سے ترمذی کی تصحیح پر علماء اعتماد نہیں کرتے۔ ❺

امام محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (۸۳۱ھ، ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں: ”وقسم متهم مقسمع كالترمذي، والحاكم“ اور ان میں سے ایک قسم متساہل تھی، مثلاً ترمذی اور حاکم ❻ امام ابن حجر عسقلانی نے بھی امام ترمذی کو متساہل کہا ہے۔ ❼ علامہ البانی رحمہ اللہ ایک

---

❶ القول المقبول فی تخریج وتعلیق صلوۃ الرسول: ص ۲۷۲.

❷ ذکر من یعتمد قوله فی الجرح والتعدیل للذهبی: ص ۱۵۹.

❸ نصب الرایة: ۲/ ۲۱۷-۲۱۸.

❹ میزان الاعتدال للذهبی: ٤/ ٤١٦.

❺ میزان الاعتدال للذهبی: ۳/ ٤٠٧.

❻ المتکلمون فی الرجال للسخاوی: ص ۱۳۷.

❼ فتح الباری لابن حجر: ۹/ ۷۸.

حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اور یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ امام ترمذی احادیث کو صحیح اور حسن قرار دینے میں متساہل ہیں، شیخ کوثری سے بھی یہ بات مخفی نہیں اللہ پاک ہمیں اور اس کو معاف فرمائے۔ چنانچہ شیخ کوثری نے اوعال کی حدیث پر کلام کرتے ہوئے جس کا اشارتاً پہلے ابن دحیہ سے ذکر ہو چکا ہے کہا ہے کہ امام ترمذی نے بہت سی موضوع (جھوٹی) اور ضعیف سند والی احادیث کو حسن کہہ دیا ہے۔ نیز امام ذہبی سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ علماء امام ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔ [1] الشیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری کہتے ہیں کہ امام ابوعیسیٰ ترمذی علوم الحدیث میں اپنی امامت وجلالت کے باوجود احادیث کی تصحیح وتحسین میں متساہل تھے...... [2]

(۳) امام أبوبکر محمد بن اسحاق ابن خزیمہ: (۲۲۳ھ، ۳۱۱ھ):

امام ابن خزیمہ ثقہ ہونے کے ساتھ اپنے تحریر کردہ ذاتی اصول اور دلائل کی روشنی میں متساہل ہے۔ (دلائل آگے آرہے ہیں) محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وتوثيق ابن حبان (۷/ ۵۰۱) إياه مما لا يعتد به كما نبهت عليه مرارًا، وكذ تصحيح ابن خزيمة لحديثه لا يعتدبه، لأنه متساهل فيه"

''اور امام ابن حبان کا اس راوی کی توثیق کرنا، اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ میں نے اس پر بارہا تنبیہ کی ہے اور اسی طرح امام ابن خزیمہ کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا اس کا کچھ اعتبار نہیں، اس لیے کہ وہ اس فن میں متساہل ہے۔'' [3]

---

[1] الأحاديث الضعيفة مترجم: ۱/ ۷۶.

[2] مقدمة تحفة الأحوذی المباركفوری: ص ۳۵۰.

[3] الأحاديث الضعيفة: ۱/ ۵۸۱.

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان کے تساہل ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وكان عند ابن حبان ان جهالة العين ترتفع برواية واحد مشهور وهو مذهب شيخه ابن خزيمة ولكن جهالة حاله باقية عند غيره." ❶

امام ابن حجر عسقلانی نے اس عبارت سے یہ ثابت کیا ہے کہ ابن حبان کے نزدیک جب جہالت عین ختم ہو جائے تو وہ راوی ثقہ ہو جاتا ہے اور ابن حبان کی طرح ان کے شیخ ابن خزیمہ کا بھی یہی مسلک ہے لیکن اس کا رد کرتے ہوئے یہ بھی فرما دیا کہ دیگر محدثین اس کے خلاف ہیں یعنی اس سے راوی کی عدالت ثابت نہیں ہوتی۔" (ابن حجر عسقلانی نے بھرپور ابن حبان کے اس غلط اصول کا رد کیا ہے)

اس کی مزید تائید امام خطیب بغدادی سے بھی ہوتی ہے امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں: "وأقل ما ترتفع به الجهالة أن يروى عن الرجل اثنان فصاعداً من المشهورين بالعلم، ...... نا أبو زكريا يحي بن محمد بن يحي قال سمعت أبي يقول: اذا روى عن المحدث رجلان ارتفع عنه أسم الجهالة قلت الا أنه لا يثبت له حكم العدالة بروايتهما عنه" اور کم از کم جس سے جہالت مرتفع ہو جاتی ہے یہ ہے کہ راوی سے دو یا زیادہ مشہور علم والے راوی روایت کرنے والے ہوں، ابو زکریا یحییٰ بن محمد بن یحییٰ اپنے باپ (محمد بن یحییٰ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب ایک محدث سے دو راوی روایت کریں تو جہالت اسم رفع ہو جاتی ہے، میں (خطیب بغدادی) کہتا ہوں مگر ان دونوں راویوں کی روایت سے

❶ لسان الميزان لابن حجر: ١/ ١٤.

عدالت ثابت نہیں ہوتی۔ ❶

یعنی راوی ''مجہول الحال'' رہتا ہے، اور یہی مسلک جمہور محدثین کا ہے اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا نقبل خبر من جهلناه، وكذلك لا نقبل خبر من لم نعرفه بالصدق وعمل الخير."

''ہم مجہول (العین) راوی کی روایت قبول نہیں کرتے، اسی طرح اس (مجہول الحال) راوی کی روایت بھی ہمارے ہاں نا قابل قبول ہے، جس کی سچائی اور نیکی ہمیں معلوم نہیں۔'' ❷

بہر حال دیگر محدثین کا مسلک بھی امام شافعی رحمہ اللہ کے مطابق ہے لیکن امام ابن خزیمہ کا مسلک بالکل اس کے مخالف ہے۔ امام ابن خزیمہ کو جس راوی کے بارے میں جرح وعدالت کا علم نہیں ہو سکا، وہ راوی پھر بھی ان کے نزدیک قابل حجت ہے امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' میں ایک باب یوں باندھا ہے:

"باب استحباب قراءة بني اسرائيل والزمر كل ليلة استنانا بالنبي ان كان ابو لبابة هذا يجوز الاحتجاج بخبره فاني لا أعرفه بعدالة ولا جرح".

''نبی علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے ہر رات کو سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر کی قراءت کے استحباب کا باب، ابولبابہ راوی کی اس حدیث سے حجت ودلیل لینا جائز ہے، کیونکہ میں اس راوی کے بارے میں کسی جرح وعدالت

❶ الكفاية في علم الرواية للخطيب: ص ٨٤.

❷ اختلاف الحديث: ص ٤٥ بحواله السنة شماره نمبر ٤٣، ٤٤، ٤٥، ص ١٤٠.

(تعدیل) کونہیں جانتا۔'' ❶

ہمارے بعض اہل علم بھائی امام ابن خزیمہ کے اس غلط اصول کو ایک بار پھر غور سے پڑھ لیں، کیونکہ امام صاحب نے اپنی پوری کتاب میں اسی غلط اصول کو اپنایا ہے اسی لیے انہوں نے کثرت کے ساتھ مجہول راویوں کی توثیق کر دی ہے اور امام ابن حبان نے بھی اپنے شیخ (استاد محترم) امام ابن خزیمہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس غلط اصول کو اپنا لیا ہے جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی کا قول اسی ضمن میں گزر چکا ہے۔

بہرکیف جس راوی کو متساہل امام ابن خزیمہ نہیں جانتے تھے، اس راوی کو ''جرح وتعدیل'' کے امام یحییٰ بن معین پہچانتے ہیں امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: یہ ثقہ ہے۔ ❷ اس تصویر کا دوسرا رخ ان شاء اللہ آگے آ رہا ہے مختصر طور پر وہ یہ ہے کہ اس فن ''جرح وتعدیل'' کے ماہرین ائمہ محدثین نے جن راویوں کو ''مجہول'' کہا ہے، ان کی متساہلین محدثین امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان وغیرہ نے توثیق کر رکھی ہے۔ (اپنے اس غلط اصول کی بنا پر)

(۴) امام ابو حاتم محمد بن حبان (۲۷۴ھ، ۳۵۴ھ):

امام ابن حبان ثقہ وصدوق ہونے کے ساتھ مشہور متساہل ہیں انہوں نے اپنے شیخ امام ابن خزیمہ کے غلط اصول کو اپناتے ہوئے مزید اس قاعدے کی کھل کر وضاحت کی ہے، امام ابن حبان فرماتے ہیں:

"العدل من لم يعرف منه الجرح فمن لم يعرف بجرح فهو عدل إذ لم يكلف الناس من الناس معرفة ما غاب عنهم"

''جس راوی کے بارے میں کوئی جرح نہ معلوم ہو تو وہ (میرے نزدیک)

---

❶ صحيح ابن خزيمة: (۱۱۶۳).

❷ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۸/ ۳۱۰، اسناده صحيح.

عادل ہے، اس لیے کہ لوگوں کو اس کا مکلف نہیں بنایا گیا ہے کہ وہ دوسروں کے مخفی حالات معلوم کریں۔''[1]

میں اس بات پر کیا تبصرہ کروں؟ اگر امام ابن حبان کے اس غلط اصول کو ایک منٹ کے لیے مان لیا جائے تو پھر ''جرح وتعدیل'' کا علم بے مقصد ہو جائے گا، اور ''أسماء الرجال'' کے علم کو ختم کرنا پڑے گا جب کہ ایسا کرنا ممکن نہیں واضح رہے امام ابن حبان کے اس غلط اصول کا رد بھر پور انداز میں امام ابن حجر عسقلانی نے ''لسان المیزان'' میں کیا ہے، مزید تفصیل وہی دیکھیے، اب متاخرین محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا قول تو امام ابن خزیمہ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔

اور نامور عالم دین الشیخ ابوعبدالسلام عبدالروف بن عبدالحنان حفظہ اللہ کا قول امام عجلی کے تذکرہ میں گزر چکا ہے، لہٰذا یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں، محدث العصر الشیخ عبدالرحمٰن بن یحیٰ معلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام عجلی، امام ابن حبان سے مجاہیل (مجہول راویوں) کی توثیق میں بہت مشابہ ہیں۔[2]

محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام ابن حبان اس راوی کی توثیق میں متساہل ہیں، اس لیے کہ وہ کثرت کے ساتھ مجہول راویوں کو ثقہ قرار دے دیتے ہیں، یہاں تک کہ بعض ایسے رواۃ جن کے بارے میں وہ خود صراحت کرتے ہیں کہ ان رواۃ کا مجھے کچھ علم نہیں کہ وہ کون ہیں؟ اور نہ ان کے والد کا علم ہے کہ کون ہے؟ ان کی بھی توثیق کر دیتے ہیں نیز امام ابن حبان کی طرح امام حاکم بھی متساہل ہیں یہ بات ان لوگوں (اہل علم) پر مخفی نہیں جو رجال اور تراجم کے فن سے گہرا رابطہ رکھتے ہیں...... البتہ امام ابن حبان نے اس راوی کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے لیکن اس بارہ میں

---

[1] كتاب الثقات لابن حبان: ١/ ١٣، المكتبة الشاملة.

[2] التنكيل بما فى تانيب الكوثرى من الأباطيل: ص١/ ٦٦.

امام ابن حبان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایسے راویوں کو جن کی جرح پر اطلاع نہیں ہے، ثقہ راویوں میں ذکر کر دیتا ہے لیکن امام ابن حبان کا اس کو ثقہ راویوں میں ذکر کرنا دیگر ائمہ محدثین کے نزدیک اس کو مجہول راویوں کی فہرست سے نہیں نکال سکتا، چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی نے ''لسان المیزان'' میں ابن حبان کے شذوذ کا رد کیا ہے۔ ❶

محدث العصر علامہ البانی ایک اور حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: راوی ابن ذکوان کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: میں اس کو نہیں جانتا یعنی مجہول ہے جب اس راوی ابن ذکوان کو ''جرح وتعدیل'' کے امام یحییٰ بن معین نہیں جانتے تو ابن حبان کو اس کی کیسے معرفت حاصل ہوگئی؟ ❷

علامہ البانی رحمہ اللہ نے کتنی علمی اور گہرائی والی بات کی ہے، ایک اور مقام پر علامہ البانی فرماتے ہیں: امام ابن حبان کے علاوہ اس راوی کو کسی نے ثقہ نہیں کہا، اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ امام ابن حبان کی توثیق کو جرح وتعدیل کے ائمہ کچھ وقعت نہیں دیتے۔ ❸

(۵) امام اَبوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم الحاکم (۳۲۱ھ، ۴۰۵ھ):

امام حاکم ثقہ وصدوق ہونے کے ساتھ بہت زیادہ متساہل تھے، امام ترمذی کے تذکرہ میں گزر چکا ہے کہ امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی اور امام محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی نے امام حاکم کو متساہل قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے امام حاکم کی تصنیف ''مستدرک'' میں ایک سو (۱۰۰) کے قریب موضوع (جھوٹی) روایات کی نشاندہی کی ہے۔ ❹ جن کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے یا سکوت کیا ہے راقم کہتا ہے کہ ''مستدرک'' میں اس

---

❶ الأحاديث الضعيفة مترجم: ١/ ٧١۔ ٧٢ .

❷ الأحاديث الضعيفة مترجم: ١/ ٧٧ .

❸ الأحاديث الضعيفة مترجم: ١/ ١٩٠ .

❹ اختصار علوم الحديث لابن كثير مترجم: ص ٢١ .

سے کہیں زیادہ من گھڑت روایات ہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: میری زبردست خواہش ہے کہ یہ (امام حاکم) ''مستدرک'' تصنیف نہ کرتے کیونکہ انہوں نے اس میں بے جا تصرف کر کے اپنی فضیلت میں بہت کمی کر لی ہے۔ [1] امام ابن حبان کے تذکرہ میں گزر چکا ہے کہ محدث العصر علامہ البانی نے امام حاکم کو متساہل قرار دیا ہے، مزید دلائل ان شاء اللہ آگے آ رہے ہیں۔

(٦) امام أبوبکر أحمد بن حسین بن علی بن موسیٰ البیہقی (٣٨٤ھ، ٤٥٨ھ):

امام بیہقی بھی ثقہ وصدوق ہونے کے ساتھ متساہل ہیں جیسا کہ امام ترمذی کے تذکرہ میں گزر چکا ہے کہ امام ذہبی نے ان کو متساہل قرار دیا ہے، اسی طرح راقم کے استاد محترم محدث العصر شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (١٩٥٧ء، ٢٠١٣ء) نے بھی امام بیہقی کو متساہل قرار دیا ہے۔ [2]

متساہل محدثین کا مجہول راویوں کی توثیق میں تساہل

راقم نے گزشتہ صفحات میں کئی بار ذکر کیا ہے کہ اسماء الرجال وجرح وتعدیل کے ماہرین محدثین نے جن راویوں کو ''مجہول'' کہا ہے یا ان راویوں کے حالات نہ ملنے پر خاموشی اختیار کی ہے، ان راویوں کی متساہل محدثین ومتاخرین محدثین نے توثیق کر رکھی ہے طوالت کے خوف سے صرف چند راویوں کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مہدی بن حرب الہجری:

اس راوی کی متساہل محدثین امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام حاکم نے توثیق کی ہے اس کے مقابلے میں جرح وتعدیل کے ائمہ محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] تذكرة الحفاظ للذهبي مترجم: ٣/ ٧٠٣.

[2] مقالات: ٤/ ٥٧٤.

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ”لا أعرفه“ یعنی یہ مجہول ہے۔ ❶
جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”لا أعــرفـه“ یعنی یہ مجہول ہے۔ ❷
امام ابن ابی حاتم نے امام یحییٰ بن معین کے قول پر خاموشی اختیار کی ہے جو کہ اس راوی کو مجہول سمجھنے پر امام ابن معین کی تائید ہے۔ (واللہ اعلم)، امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: ''مقبول'' یعنی یہ مجہول ہے بلکہ الشیخ شعیب الأ رنووط اور الدکتور بشار عواد معروف نے کہا: یہ مجہول الحال ہے۔ ❸ محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام حاکم کی توثیق کا رد کرتے ہوئے فرمایا: یہ راوی ''مجہول'' ہے۔ ❹ امام ذہبی نے امام ابو حاتم اور امام ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ یہ مجہول ہے، امام ذہبی کی خاموشی ان دونوں محدثین کی تائید میں سمجھی جائے گی کہ امام ذہبی بھی اس راوی کو مجہول سمجھتے تھے۔ ❺

تنبیـــه:...... متاخرین محدثین کا ہر قول جو متقدمین محدثین کے موافق ہوگا وہ قابل حجت ہوگا اور جو قول متقدمین محدثین کے مخالف ہوگا وہ نا قابل قبول ہوگا۔

(۲) ابو ماجد الحنفی:

اس راوی کی متساہل محدثین امام عجلی، امام ابن حبان اور امام حاکم نے توثیق کی ہے اسکے برعکس ماہرین محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں: امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ”أبو ماجد رجل مجهول لا يُعرف“ ❻ امام ابوداود نے فرمایا: ”أبو ماجدة هذا لا يعرف“ ❼

---

❶ سوالات أبي داؤد: ص ۳۳۱، ت: ٤٧٣ .
❷ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٨/ ٣٨٦، اسناده صحيح .
❸ تحرير تقريب التهذيب: ٣/ ٤٢٣- ٤٢٤ .
❹ الأحاديث الضعيفة للألباني مترجم: ٣/ ١١١ .
❺ ميزان الاعتدال للذهبي: ٤/ ١٩٥ .
❻ العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ١/ ٣٩٧- ٣٩٨، ت: ٨٠٤ .
❼ السنن أبي داؤد: (٣١٨٤) .

امام دارقطنی نے فرمایا: "أبو ماجد الحنفی، مجهول" ❶ امام ترمذی نے باوجود تساہل ہونے کے فرمایا: "أبا ماجد، رجل مجهول لا يُعرف" ❷ امام المبارکفوری (المتوفی ۱۳۵۳ھ) نے بھی امام ترمذی اور امام ابن حجر عسقلانی کی تائید میں اسے ''مجہول'' کہا ہے۔

امام ابن عدی نے فرمایا: "أبو ماجد الحنفی منكر الحديث" اس کے بعد امام ابن عدی نے امام نسائی سے نقل کیا ہے: "وأبو ماجد هذا يُعرف له عن علی رواية فی حديث واحد" ❸ امام المحدثین امام بخاری نے فرمایا: قال الحميدی عن ابن عيينة: قلت يحيى: أبو ماجد قال: "طار طر أعلينا، فحدثنا وهو منكر الحديث" ❹ مجہول راوی کی حدیثیں منکر بھی ہوتی ہیں۔

امام الساجی نے فرمایا: "مجهول منكر الحديث" ❺ امام نسائی نے فرمایا: "منكر الحديث، روى عنه يحي الجابر، ولم يكن غير يحي حفظ منه" ❻ امام عقیلی نے امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا ہے "أبو ماجد الحنفی لا يعرف رجل مجهول" اس کے بعد امام عقیلی ایک حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "ولا يتابع عليه" یعنی امام عقیلی بھی اسے مجہول سمجھتے ہیں۔ ❼ امام بیہقی نے باوجود

---

❶ الضعفاء والمتروكون للدارقطنی: (٦١٣).

❷ السنن الترمذی مع تحفة الأحوذی: (١٠١١).

❸ الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ٩/ ١٩٥-١٩٦.

❹ التاريخ الكبير للبخاری: ٨/ ٣٨٤.

❺ تهذيب التهذيب لابن حجر: ٦/ ٤٤٦.

❻ الضعفاء والمتروكين للنسائی: ص ٣٠٧.

❼ الضعفاء الكبير للعقيلی: ٤/ ٤١٠.

متساہل ہونے کے فرمایا: یہ مجہول ہے۔ ❶

امام ابن الجوزی نے امام دارقطنی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ مجہول ہے لہٰذا امام ابن الجوزی بھی اسے مجہول ہی سمجھتے ہیں۔ ❷ امام ابن حجر عسقلانی نے امام عجلی، امام ابن حبان اور امام حاکم کی توثیق کو قبول نہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ مجہول ہے۔ ❸ اسی طرح امام ذہبی نے بھی متساہل محدثین کی توثیق کو قبول نہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا: یہ مجہول ہے۔ ❹ راقم کے استاد محترم محدث العصر شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے راوی أبو ماجدہ کو ''مجہول'' کہا ہے۔ ❺ والحمد للہ۔ امام الجوزجانی نے فرمایا: ''وأبو ماجد غير معروف'' یعنی مجہول ہے۔ ❻

(۳) یحییٰ بن حمید مصری:

اس راوی کی متساہل محدثین امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے توثیق کی ہے، اس کے برعکس ائمہ محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

امام المحدثین امام بخاری نے فرمایا: یحییٰ بن حمید مجہول ہے۔ ❼ امام ابن عدی نے فرمایا: ''يحي بن حميد، وهو مصري، ولا أعرف له، ولا يحضرني غيرا هذا'' ❽ امام ذہبی کا امام المحدثین امام بخاری کے قول ''لا يتابع في حديثه'' کو نقل کرنے کے بعد خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ امام ذہبی کے نزدیک بھی یہ مجہول ہے۔ ❾

---

❶ السنن الكبرى للبيهقي: ٤/ ٢٢، ٢٤ـ ٨/ ٣١٨.

❷ الضعفاء والمتروكين للجوزي: ٣/ ٢٣٨.

❸ تحرير تقريب التهذيب: ٤/ ٢٦٥.

❹ ديوان الضعفاء والمتروكين للذهبي: (٥٠١٤).

❺ أنوار الصحيفة في الأحاديث الضعيفة: ص ١١٧.

❻ احوال الرجال للجوزجاني: (٦٦).

❼ جزء القراءة للبخاري: ص ٢٣٦.

❽ الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ٩/ ٧٨.

❾ ميزان الاعتدال للذهبي: ٤/ ٣٧٠.

(۴) یونس بن سلیم الصنعانی:

اس راوی کی متساہل محدثین امام حاکم ❶ اور امام ابن حبان نے توثیق کی ہے اس کے برعکس علم الرجال کے ماہرین ائمہ محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "ما أعرفه" یعنی مجہول ہے۔ ❷ امام نسائی نے فرمایا: "لا نعرفه" یعنی مجہول ہے۔ ❸ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: "أظنه لا شیء" اس کے بعد امام ابن ابی حاتم نے امام ابن معین کا قول "ما أعرفه" نقل کرنے کے بعد خاموشی اختیار کی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابن ابی حاتم کے نزدیک بھی یہ مجہول ہے۔ ❹ امام عقیلی نے فرمایا: "لا یتابع علی حدیثه ولا یعرف إلا به" یعنی یہ مجہول ہے۔ ❺ امام ابن عدی نے فرمایا: "وهذا یرویه عبدالرزاق عن یونس بن سلیم وربما کناه فیقول: أبوبکر الصنعانی ولا یسمیه لأنه لیس بالمعروف، وقال ابن معین لا أعرفه إلا أن عبدالرزاق یروی عنه ویونس ابن سلیم یعرف بهذا الحدیث" ❻ امام ابن حجر عسقلانی نے امام حاکم اور امام ابن حبان کی توثیق پر اعتماد نہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا: یہ مجہول ہے۔ ❼ راقم کے استاد محترم محدث العصر شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے فرمایا: یونس مجہول ہے۔ ❽ والحمد للہ

❶ مستدرك للحاكم: ٣/ ٣، ح: ٣٥٣٠.

❷ تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي: (٨٩٨).

❸ السنن الكبرى للنسائي: ١/ ٤٥٠.

❹ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٩/ ٢٩٥.

❺ الضعفاء الكبير للعقيلي: ٤/ ٤٦٠.

❻ الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ٨/ ٥١٩.

❼ تحرير تقريب التهذيب: ٤/ ١٣٩.

❽ أنوار الصحيفة في الأحاديث الضعيفة: ص ٢٨٤.

(۵) أبو ہاشم الدوسی:

اس راوی کی متساہل محدث امام عجلی نے توثیق کی ہے۔ ❶ اس کے برعکس محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

علل ورجال کے ماہر امام دارقطنی نے فرمایا: یہ مجہول ہے۔ ❷ امام ابن الجوزی نے امام دارقطنی کا قول ''مجہول'' نقل کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابن الجوزی کے نزدیک یہ راوی مجہول ہے۔ ❸ امام ابن ابی حاتم نے اس راوی کا ذکر بغیر ''جرح وتعدیل'' کے کیا ہے لہٰذا یہ راوی ان کے نزدیک بھی مجہول ہے۔ ❹ امام ابن حجر عسقلانی نے امام عجلی کی توثیق پر اعتماد نہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا: یہ مجہول الحال ہے۔ ❺ مزید فرمایا: قلت: هو مجهول الحال، قاله ابن القطان، ❻ بلکہ الشیخ شعیب الأرنووط اور الدکتور بشار عواد معروف نے کہا ہے: بل مجهول العين، فقد تفرد بالرواية عنه أبو يسار القرشي، وثقة العجلي وحده، وقال الدارقطني: مجهول، وقال الذهبي: لا يُعرف، ❼ امام ذہبی نے امام عجلی کی توثیق کو قبول نہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا: یہ مجہول ہے۔ ❽ راقم کے استاد محترم محدث العصر شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی سے اس راوی کا ''مجہول'' ہونا نقل کیا ہے، لہٰذا یہ راوی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی مجہول ہے۔ ❾ واللہ اعلم

---

❶ تاريخ الثقات للعجلي: (٢٠٥٩). ❷ كتاب العلل للدارقطني: ١١/ ٢٣٠.

❸ الضعفاء والمتروكين للجوزي: ٣/ ٢٤٢.

❹ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٩/ ٤٨٩.

❺ تحرير تقريب التهذيب: ٤/ ٢٨٧. ❻ تهذيب التهذيب لابن حجر: ٦/ ٤٧٨.

❼ تحرير تقريب التهذيب: ٤/ ٢٨٧.

❽ ديوان الضعفاء والمتروكين للذهبي: ٥٠٥٩.

❾ أنوار الصحيفة في الأحاديث الضعيفة: ص ١٧٢.

(٦) جری بن کلیب النہدی:

اس راوی کی متساہل محدثین امام عجلی، امام ترمذی، امام ابن حبان اور امام حاکم نے توثیق کی ہے لیکن اس کے برعکس علم الرجال کے ماہر محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

اسماء الرجال کے ماہر امام علی بن المدینی فرماتے ہیں: جری بن کلیب مجهول لا أعلم أحدًا روی عنه غیر قتادة، امام ابو حاتم نے فرمایا: شیخ لا یحتج بحدیثه هو مثل عمارة بن عبد وغیرهم. [1] امام خطیب بغدادی نے اس کا ذکر مجہول راویوں میں کیا ہے۔ [2] امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: ''مقبول'' یعنی مجہول ہے۔ [3]

امام ذہبی نے فرمایا: یہ مجہول ہے۔ [4]

(٧) عمرو ذومر الہمدانی:

اس راوی کی متساہل محدث امام عجلی نے توثیق کی ہے۔ [5] اس کے برعکس ائمہ محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں: امام المحدثین امام بخاری نے فرمایا: "لا یُعرف" یعنی یہ مجہول ہے۔ [6] امام ابن عدی نے فرمایا: "وعمرو ذومر لا یروی عنه غیر أبي اسحاق أحادیث، وهو غیر معروف، وهو فی جملة مشایخ أبي اسحاق المجهولین" [7] امام ابن ابی حاتم نے اس راوی کا ذکر بغیر ''جرح وتعدیل'' کے کیا ہے لہٰذا یہ راوی امام ابن ابی حاتم کے نزدیک بھی مجہول ہے۔ [8] امام ابن حجر عسقلانی نے امام

---

[1] الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: ٢/ ٤٧٠.

[2] الکفایة فی علم الروایة للخطیب: ص ٨٣. [3] تحریر تقریب التهذیب: ١/ ٢١٤.

[4] دیوان الضعفاء والمتروکین للذهبی: (٧٣٨).

[5] تاریخ الثقات للعجلی: (١٢٩٥). [6] التاریخ الکبیر للبخاری: ٦/ ١٤٨.

[7] الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ٦/ ٢٤٤.

[8] الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: ٦/ ٢٩٩.

عجلی کی توثیق پر اعتماد نہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا: عمرو ذومر الھمدانی الکوفی مجہول ہے۔ ❶ امام ذہبی کا امام المحدثین امام بخاری کا قول ”لا یُعرف“ نقل کرنے کے بعد خاموشی، اس بات کی دلیل ہے کہ امام ذہبی کے نزدیک بھی یہ مجہول ہے۔ ❷

الغرض متساہل محدثین کی مجہول راویوں کی توثیق کرنا، کچھ وقعت نہیں رکھتا، لہٰذا جب اسماء الرجال وجرح وتعدیل کے امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام المحدثین امام بخاری وغیرہم جس راوی کو نہیں جانتے تو اس راوی کے متعلق متساہل محدثین کو کیسے معرفت حاصل ہوگئی، شاید اسی لیے امام ابن عدی نے فرمایا ہے کہ جس راوی کو جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معین نہیں جانتے تو وہ راوی ”مجہول“ ہی ہے۔ ❸ والحمد للہ

متساہل ومتاخرین محدثین کا روایات کی روشنی میں تساہل

متساہل ومتاخرین محدثین نے چند عجیب وغریب روایات کی توثیق کی ہے، جن کے راوی مجہول ہیں ان میں سے بعض روایات قابل ذکر ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

روایت نمبر ۱:

نبی علیہ السلام کے پاس لکڑی کا ایک پیالا تھا جس میں آپ علیہ السلام پیشاب کرتے تھے، پھر اسے چار پائی کے نیچے رکھ دیا جاتا۔ ایک برکۃ نامی عورت آئی، وہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی اس نے وہ (پیشاب کا) پیالا نوش کر لیا زینب رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: میں نے اسے پی لیا ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا: تو نے آگ سے بچاؤ حاصل کر لیا ہے۔ یا فرمایا:

---

❶ تحرير تقريب التهذيب: ٣/ ١١٢ .

❷ المغنى في الضعفاء للذهبي: ٢/ ١٤٤ .

❸ الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدى: ٣/ ٤٧٣ .

ڈھال بنالی ہے یا اس طرح کی کوئی بات کہی۔ ❶

اس روایت کی تصحیح متساہل ومتاخرین محدثین مثلاً امام ابن حبان، امام حاکم، امام ذہبی، امام نووی نے کی ہے جب کہ اس روایت کی سند میں حکیمہ بنت امیمہ "لا تعرف" یعنی مجہولہ ہے جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے۔ ❷ والحمد للہ

متقدمین محدثین میں سے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی لہٰذا یہ پیشاب پینے والی روایت ضعیف ہے۔

روایت نمبر۲:

عامر بن عبداللہ بن زبیر اپنے والد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار نبی علیہ السلام نے سنگی لگوائی مجھے حکم دیا کہ میں اس خون کو ایسی جگہ چھپا دوں جہاں سے درندے، کتے یا کوئی انسان نہ پا سکے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں چلا تو (راستے میں) میں نے وہ خون پی لیا، پھر میں آپ علیہ السلام کے پاس آیا تو آپ علیہ السلام نے پوچھا تو نے اس خون کا کیا کیا؟ میں نے کہا: جیسے آپ نے حکم دیا تھا، میں نے ویسے ہی کیا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرے خیال میں تو نے پی لیا ہے، میں نے کہا: جی ہاں! آپ علیہ السلام نے فرمایا: اب تم سے میرا کوئی امتی بغض وکینہ سے نہیں ملے گا۔ ❸

اس روایت کی سند میں راوی ھنید بن قاسم بن عبدالرحمٰن "مجہول" ہے، متقدمین محدثین میں سے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی لہٰذا متاخرین محدثین امام ضیاء المقدسی، امام

---

❶ الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم: (٣٣٤٢)۔ المعجم الكبير للطبراني: ٢٤/ ١٨٩۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٧/ ٦٧۔ الاستيعاب لابن عبدالبر: ٤/ ٢٥١، صحيح ابن حبان: ٣/ ٢٩٣.

❷ تحرير تقريب التهذيب: ٤/ ٤١٠.

❸ السنن الكبرى للبيهقي: ٧/ ٦٧۔ وصححه المقدسي: ٩/ ٣٠٨۔ والتلخيص الحبير لابن حجر: ١/ ٣٠۔ ومجمع الزوائد للهيثمي: ٨/ ٧٢.

ابن حجر عسقلانی، امام ہیثمی کا اس راوی کی توثیق کرنا کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ یہ روایت ضعیف ہی ہے۔ نیز امام ابن ابی حاتم نے اس کا ذکر ''جرح وتعدیل'' کے بغیر کیا ہے لہٰذا یہ راوی امام ابن ابی حاتم کے نزدیک ''مجہول'' ہے۔ ❶

روایت نمبر۳:

فضالہ لیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی علیہ السلام نے مجھے کچھ امور کی تعلیم دی ایک یہ بھی تھا کہ پانچوں نمازوں کی محافظت کیا کر۔ میں نے کہا ان گھڑیوں میں تو میں مصروف ہوتا ہوں، آپ علیہ السلام مجھے کوئی ایسا جامع ومانع حکم دیں کہ میں اس پر عمل کرتا رہوں اور وہ مجھے کفایت کرتا رہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: عصرین کی محافظت کر، ہماری زبان میں عصرین مروج نہ تھا میں نے پوچھا، عصرین کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: دو نمازوں یعنی طلوعِ آفتاب سے پہلے والی (نمازِ فجر) اور غروب آفتاب سے پہلے والی (نمازِ عصر) نمازوں کی محافظت کرتا رہ۔ ❷

اس روایت کی تصحیح متساہل ومتاخرین محدثین مثلاً امام ابن حبان اور امام حاکم وغیرہ نے کی ہے جب کہ اس روایت کی سند میں راوی عبداللہ بن فضالہ ''مجہول'' ہے۔ متقدمین ائمہ محدثین میں سے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔ بلکہ امام ابن ابی حاتم نے فرمایا: ''عبداللّٰه بن فضالة الليثي روى عنه أنه قال: ولدت في الجاهلية فعق عني بفرس و هو إسناد مضطرب مشايخ مجاهيل، واختلف عنه في اتيانه النبي'' ❸ اور امام ذہبی نے فرمایا: عبداللّٰه بن فضالة، عن أبيه، ولفضالة صحبة، لا يعرفان، والخبر منكر في وقت الصلاة'' ❹ نیز الشیخ

❶ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٩/ ١٤٨.

❷ سنن أبي داؤد: (٤٢٣)۔ وصحيح ابن حبان: (١٧٣٩)۔ ومستدرك للحاكم: ١/ ٣٠٤، ح: ٧٣٢۔ والطحاوي في المشكل: ١/ ٤٤٠.

❸ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٥/ ١٦٧.

❹ المغني في الضعفاء للذهبي: ١/ ٥٥٩.

شعیب الأرنووط اور الدکتور بشار عواد معروف نے کہا: "لم يذكر رتبة لكونه له رؤية فهـو عـنده ثقة على قاعدته فى توثيق امثاله ، وهو مجهول" [1] لہٰذا یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

روایت نمبر ۴:

عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بیٹا! جب میں مر جاؤں تو میرے سر کے پاس سورۂ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا، بلاشبہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ [2]

اس روایت کی سند میں راوی عبدالرحمٰن بن العلاء اللجاج "مجہول الحال" ہے، متقدمین ائمہ محدثین میں سے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی اور امام ابن حبان اور امام ہیثمی کا اس راوی کی توثیق کرنا کچھ وقعت نہیں رکھتا اسی لیے امام ابن حجر عسقلانی نے اس کو "مقبول" یعنی مجہول ہی کہا ہے بلکہ الشیخ شعیب الأرنووط اور الدکتور بشار عواد معروف نے کہا: یہ مجہول ہے۔ [3] امام ذہبی نے اس کے بارے میں فرمایا: "عبدالـرحـمـن بـن الـعلاء بن اللجلاج شامي عن أبيه ما روى عنه سوى مبشر بن اسماعيل" امام ذہبی کا یہ اشارہ اس کے "مجہول العین" ہونے کی طرف ہے۔ [4] نیز امام ابن ابی حاتم نے اس کا ذکر "جرح وتعدیل" کے بغیر کیا ہے لہٰذا یہ راوی امام ابن ابی حاتم کے نزدیک بھی "مجہول" ہے۔ [5] کیونکہ امام ابن ابی حاتم کو جن راویوں کے حالات مل گئے وہ انہوں

[1] تحرير تقريب التهذيب: ٢/ ٢٥٣ .

[2] مجمع الزوائد: ٣/ ٤٤۔ والسنن الكبرى للبيهقى: ٤/ ٥٦۔ ٥٧ ، یہ روایت موقوف ہے۔

[3] تحرير تقريب التهذيب: ٢/ ٣٤٢ .

[4] ميزان الاعتدال للذهبى: ٢/ ٥٧٩ .

[5] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٥/ ٣٣١ .

نے لکھ دیئے ہیں۔ اور جن راویوں کے حالات نہیں ملے انہیں اس امید پر چھوڑ دیا تھا کہ جب ان کے حالات ملیں گے تو وہ درج کر دیئے جائیں گے جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے ''مقدمۃ الجرح والتعدیل'' میں کہا ہے اور فی الحال وہ تمام راوی ''مجہول'' ہیں لیکن اگر اس راوی کی کسی معتبر محدث نے توثیق کی ہے تو پھر ثقہ ہے۔ اسی طرح امام المحدثین بخاری نے بھی اس راوی کا ذکر ''جرح وتعدیل'' کے بغیر کیا ہے۔ [1]

راقم الحروف نے ان چاروں روایات پر تبصرہ عوام الناس پر چھوڑ دیا ہے کہ روایت نمبر ۳ کے مطابق تین نمازیں نہ پڑھی جائیں صرف دو نمازوں پر اکتفا کافی ہے اور قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا کیا جائز ہے؟ وغیرہ بلکہ راقم نے طوالت کے خوف کی وجہ سے انہی چار روایات پر اکتفا کیا ہے وگرنہ اس کے علاوہ بھی بے شمار روایات اس خودساختہ اصول یعنی ''متساہل+ متساہل'' کے مطابق صحیح یا حسن موجود ہیں (اور حقیقت میں وہ سب روایتیں ضعیف ہیں) بہرحال اہل حق کے لیے اتنے ہی دلائل کافی ہیں۔

حاصل کلام:

ان سارے دلائل (جو گزشتہ صفحات پر گزر چکے ہیں) سے یہ ثابت ہوا کہ ''متساہل+ متساہل'' والا قاعدہ خود ساختہ ہے، اور چھ متساہلین محدثین میں سے دو متساہل محدثین مثلاً امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان کا اپنا ذاتی (راوی کی توثیق کے بارے میں) اصول ہے، جو متقدمین ائمہ محدثین کے مخالف ہونے کی وجہ سے غلط اور ناقابل حجت ہے، باقی چار متساہلین محدثین میں سے دو متساہل محدثین مثلاً امام حاکم اور امام بیہقی (امام ابن حبان بھی) متاخرین میں سے ہیں، جب متقدمین محدثین کو جس راوی کی معرفت حاصل نہیں ہو سکی ان متساہلین کو اس راوی کی کیسے معرفت حاصل ہوگی جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کا قول گزر چکا

---

[1] التاریخ الکبیر للبخاری: ۵/ ۲۰۵.

ہے، اور باقی رہ گئے دو متساہل محدثین امام ترمذی اور امام عجلی، تو امام ترمذی کی تصحیح اور تحسین کو اہل علم (محدثین) نے قبول نہیں کیا جیسا کہ امام ترمذی کا تساہل مشہور ہے اور امام عجلی کا بھی دلائل کے ساتھ متساہل ہونا ثابت ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات پر گزر چکا ہے، لہٰذا اب کسی متساہل محدث کو کس متساہل محدث کے ساتھ جمع کرے، جب کہ ہمارے موجودہ بعض اہل علم بھائی ایک متساہل محدث کی توثیق کو قبول نہیں کرتے بلکہ اس راوی کو ''مجہول'' ہی سمجھتے ہیں۔

راقم کو ایسے محسوس ہوتا ہے، جیسے یہ غلط قاعدہ امام بیہقی نے اپنے استاد امام حاکم سے، اور امام حاکم نے اپنے استاد امام ابن حبان سے اور امام ابن حبان نے اپنے استاد امام ابن خزیمہ سے، اور امام ابن خزیمہ نے اپنے استاد امام ترمذی سے، اور امام ترمذی نے اپنے (غالباً) استاد امام عجلی سے لیا ہے (واللہ اعلم) لہٰذا متساہلین محدثین کی یہ لڑی امام عجلی سے شروع ہو کر امام بیہقی پر جا کر ختم ہو جاتی ہے اسی لیے امام ابن حجر عسقلانی کا یہ کہنا سو فیصد درست ہے کہ یہ (غلط) قاعدہ امام ابن حبان نے اپنے استاد شیخ امام ابن خزیمہ سے لیا ہے۔ (یہ قول گزشتہ صفحات پر گزر چکا ہے) اور راقم نے ان دونوں متساہل محدثین امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان کے اس غلط ذاتی اصول کو ان کی کتابوں میں سے ثابت کر دیا ہے۔ (والحمد للہ)

اگر پھر بھی ہمارے بعض اہل علم بھائی اس خود ساختہ اصول ''متساہل + متساہل'' کو حجت سمجھتے ہیں تو پھر ان کو ''ضعیف + ضعیف = حسن لغیرہ'' والے اصول کو بھی حجت سمجھنا چاہیے کیونکہ ان دونوں خود ساختہ اصولوں کی آپس میں بڑی موافقت ہے اور راقم کے نزدیک دلائل کی روشنی میں جیسے ''ضعیف + ضعیف = ضعیف'' ہی ہے بالکل اسی طرح ''متساہل + متساہل = متساہل'' ہی ہے۔ اس لیے متساہل محدثین کی توثیق کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

لہٰذا اہل علم بھائیوں سے گزارش ہے کہ ان سارے دلائل کو غور سے بار بار پڑھیں دلائل صحیح ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس غلط قاعدہ یعنی ''تساہل+ تساہل'' کو چھوڑ دیں اور اگر یہ دلائل ان کی نظر میں صحیح نہیں تو ان کا جواب دلائل کے ساتھ دیں، ان شاء اللہ اعلانیہ رجوع کیا جائے گا کیونکہ ہمارا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور اسی سے اجر وثواب کی امید ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو حق بات تسلیم کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)
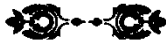
آدابِ محدث

حدیث کا علم ایک پروقار اور ایک باعظمت علم ہے، اچھے اخلاق اور بہترین اطوار کے ساتھ اس کی گہری مناسبت ہے گندے اخلاق اور بری عادات کے یکسر منافی ہے۔ نیز علم حدیث دنیوی علم سے نہیں بلکہ اس کا سراسر اخروی علوم سے تعلق ہے۔ لہٰذا جو مسند حدیث پر فروکش ہوکر لوگوں کو درس حدیث دینا چاہتا ہو یا اس کے متعلق معلومات فراہم کرنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے اپنی نیت کو درست کرے اور اخلاص کے زیور سے خود کو آراستہ کرے۔

اپنی نیت کو خالص بنائے اپنے دل کو دنیوی اغراض مثلاً حصول شہرت یا حبِ زر کی میل کچیل سے صاف رکھے اللہ کے ہاں اجر وثواب کی نیت سے احادیث رسول کی تبلیغ کرے۔ اگر کوئی طالب علم اس سے کسی حدیث کا مفہوم دریافت کرے اور اسے معلوم ہو کہ میرے پاس اس کے متعلق معلومات نہیں تو کسی دوسرے عالم کے پاس جانے کے لیے اس کی راہنمائی کرے۔ اگر خود کو روایت حدیث کا اہل سمجھتا ہے تو تعلیم حدیث اور املاء حدیث کے لیے باقاعدہ مجلس کا اہتمام کرے۔ روایت حدیث کا متقدمین سے یہی اسلوب چلا آرہا ہے۔ مجلس تحدیث میں طہارت، خوشبو وغیرہ کا اہتمام کرے پُروقار اور بارُعب ہوکر بیٹھے۔ اندازِ بیان حاضرین مجلس کے ذہن سے بالاتر ہو بلکہ ایسی احادیث بیان کرنے سے اجتناب کرے جسے وہ سمجھ نہ سکتے ہوں۔ مجلس کے تمام حاضرین کی طرف متوجہ رہے صرف چند ایک پر توجہ دے کر دوسروں سے اعراض نہ کرے۔ مجلس تحدیث کا افتتاح اللہ کی حمد وثناء اور اللہ کے نبی اور رسول محمد علیہ السلام پر درود وسلام سے کرے، مجلس کے اختتام پر بھی مسنون دعا پڑھے

اور حاضرین کو اس کی تلقین کرے۔ ❶

طالب حدیث کے آداب:

سب سے پہلے اصلاح نیت کا اہتمام کرے، حصول علم حدیث کی غرض و غایت صرف حصول رضائے الٰہی ہو دنیوی اغراض و مقاصد کا حصول قطعاً اس کے پیش نظر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا گو رہے کہ وہ حدیث کے، فہم و ضبط کی توفیق دے اور اس کے لیے حالات سازگار رکھے۔ طالب حدیث کو چاہیے کہ پوری یکسوئی کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو اور اپنے آپ کو دیگر مشاغل دنیا سے فارغ کرے اس طرح علم حدیث دل کی گہرائیوں میں اترے گا۔ اپنے استاد کی تعظیم و توقیر میں کمی نہ کرے، اس کے عزت و احترام کا پورا پورا خیال رکھے اس سے حصول علم میں بہت مدد ملتی ہے اور اس کے بابرکت ہونے کا ذریعہ بھی ہے۔ اگر کبھی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے تو خندہ پیشانی سے قبول کرے جن علمی فوائد پر مطلع ہو چکا ہے۔ انہیں اپنے ساتھیوں تک پہنچانے میں بخل سے کام نہ لے کیونکہ علم کا چھپانا جہالت اور نادانی ہے بلکہ اسے عام کرنا اور پھیلانا تو علم کا بنیادی مقصد ہے۔ سماع حدیث اور تحصیل علم کے لیے شرم و حیاء کو رکاوٹ نہ بنائے اور نہ ہی تکبر و غرور کی وجہ سے جہالت اختیار کرے۔ ایسے ہی عمر کے بڑا ہونے کو رکاوٹ خیال نہ کرے جو علم حاصل کرے اسے خوب سمجھ کر حاصل کرے صرف پڑھ لینے یا لکھ لینے پر اکتفاء نہ کرے۔ سبق پڑھتے وقت یہ بات ذہن نشیں رہے کہ کل میں نے خود سبق پڑھانا ہے جو احادیث پڑھ یا سن لی ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ کتب حدیث میں پہلے "صحیحین" کو ترجیح دے (یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو) اس کے بعد سنن اربعہ کا درجہ ہے (لیکن ان میں تحقیق کے بعد احادیث بیان کریں) پھر اس کے بعد دیگر مسانید و جوامع کو (خوب تحقیق کر کے) پڑھے، اس طرح درجہ بندی کا خیال رکھے۔ ❷

---

❶ مقدمة ابن الصلاح، مترجم: ص ٦٦، ٦٧.

❷ مقدمة ابن الصلاح، مترجم: ص ٦٧، ٦٨.

طالب حدیث کے لیے حدیث میں بڑی عظیم خوشخبری ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:
رسول اللہ نے فرمایا: ''جس شخص نے طالب علم کے لیے کوئی سفر کیا تو اللہ اس وجہ سے اس کے لیے راہ جنت آسان فرما دیتا ہے۔'' ❶

بعض اصطلاحات کی وضاحت

الجامع

اس کی جمع ''جوامع'' آتی ہے، جامع حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں دین سے متعلق سارے ابواب پائے جاتے ہیں، علماء نے ان کو آٹھ (۸) ابواب پر تقسیم کیا ہے۔ مثلاً: باب العقائد، باب الاحکام، باب الرقاق۔

باب آداب الطعام والشراب، باب التفسير والتاريخ واليسر، باب السفر والقيام والقعود، باب الفتن، باب المناقب والمثالب جو حدیث کی کتاب ان آٹھوں ابواب کو شامل ہو اسے جامع کہتے ہیں جیسے:

۱: الجامع الصحيح للبخاري (مصنف: امام المحدثين امام محمد بن إسماعيل البخاري رحمہ اللہ (۱۹٤هـ، ۲٥٦هـ).

۲: الجامع الصحيح للمسلم (مصنف: امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ (۲۰٤هـ، ۲٦۱هـ)

۳: الجامع الترمذي (مصنف: امام أبو عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي رحمہ اللہ (۲۱۰هـ، ۲۷۹هـ) وغيره.

السنن:

السنن یہ ''سنة'' کی جمع ہے، سنن حدیث ان کتابوں کو کہتے ہیں جو ابواب فقہیہ پر

❶ صحيح مسلم: (۱٦۳۱).

مرتب ہوتی ہیں جیسے کتاب الطھارت ، کتاب الصلوٰۃ ، کتاب الزکوٰۃ وغیرہ۔

عام طور سے سنن میں صرف احکام کی مرفوع روایتیں ہوتی ہیں موقوف روایتیں یا تو ہوتی ہی نہیں یا شاذ و نادر ہوتی ہیں۔ کتب سنن کی تعداد بہت ہے ان میں کچھ مشہور کتابیں یہ ہیں:

۱: سنن الشافعی (مصنف: امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ، ۱۵۰ھ،۲۰۴ھ)

۲: سنن الدارمی (مصنف: امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی رحمہ اللہ (۱۸۱ھ ۲۵۵ھ)

۳: سنن النسائی (مصنف: امام أحمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ، (۲۱۵ھ،۳۰۳ھ)

۴: سنن أبی داوٗد: (مصنف امام سلیمان اشعث بن اسحاق سجستانی رحمہ اللہ (۲۰۲ھ، ۲۷۵ھ)

۵: سنن ابن ماجۃ (مصنف: امام محمد بن یزید قزوینی رحمہ اللہ (۲۰۹ھ،۲۷۳ھ)۔

۶: سنن الکبریٰ للنسائی (مصنف امام أحمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (۲۱۵ھ،۳۰۳ھ)

۷: سنن الدارقطنی (مصنف: امام علی بن عمر بن أحمد بن مہدی الدارقطنی رحمہ اللہ (۳۰۶ھ، ۳۸۵ھ)

کتب ستہ:

درج ذیل حدیث کی چھ کتب کو "کتب ستہ" کہتے ہیں۔

(۱) الجامع الصحیح للبخاری (۲) الجامع الصحیح للمسلم (۳) الجامع الترمذی (٤) سنن نسائی (٥) سنن أبي داؤد (٦) سنن ابن ماجه .

صحیحین:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو "صحیحین" کہتے ہیں۔

متفق علیہ:

وہ حدیث جس پر امام بخاری اور امام مسلم دونوں کا اتفاق ہو، اس کو متفق علیہ کہتے ہیں

کل متفق علیہ حدیثیں ''۲۳۲۶'' ہیں۔

سنن اربعہ:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ باقی چار کتابوں کو یعنی جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن أبی داوٗد، سنن ابن ماجہ کو سنن اربعہ کہتے ہیں۔

الجزء:

''اجزاء'' جمع ہے جزء کی جس کے معنی ہیں ٹکڑا یا حصہ۔

وہ چھوٹی کتاب یا رسالہ جس میں کسی ایک مسئلہ یا ایک نوع کے مسائل پر احادیث جمع کی گئی ہوں جیسے:

۱: جزء رفع اليدين للبخاري (مصنف: امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ)

۲: جزة القرأة للبخاري (مصنف امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ)

۳: جزء القرأة للبيهقي (مصنف: امام أحمد بن حسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (۳۸۴ھ، ۴۵۸ھ)

الاطراف:

''الاطراف'' یہ ''طرف'' کی جمع ہے اور ''طرف'' سے مراد حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث کے صرف ابتدائی اور آخری الفاظ ذکر کیے گئے ہوں اور جن سے پوری حدیث کو پہچانا جاسکتا ہو اور اس میں اس حدیث کا حوالہ بھی ذکر کیا گیا ہو کہ فلاں کتب حدیث سے یہ احادیث لی گئی ہیں جیسے:

۱: تحفة الأشراف في معرفة الأطراف للمزي (مصنف: امام یوسف بن عبد الرحمٰن المزی رحمہ اللہ (۶۵۴ھ، ۷۴۲ھ)

۲: الأشراف علی معرفة الأطراف للعساكر (مصنف: امام علی بن حسن المعروف بابن عساکر دمشقی رحمہ اللہ (۴۹۹ھ، ۵۷۱ھ)

بعض اہم باتوں کی وضاحت

(۱) راوی کا سماع ثابت ہو:

راوی جس سے روایت کر رہا ہو اس سے سننا (اور ایک بار ملاقات) ثابت ہو جیسا کہ امام المحدثین امام بخاری نے ''صحیح بخاری'' میں اسی اصول کو اپنایا اور سمجھایا ہے اور جمہور محدثین نے اسی اصول کو اختیار کیا اور صحیح کہا ہے۔

امام ابن حجر العسقلانی کہتے ہیں: اتصالِ سند کے متعلق امام بخاری کی شرط قوی ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک صحت کے لیے شرط ہے کہ راوی جس سے روایت کرتا ہے اس کے ساتھ کم از کم ایک بار ملاقات بھی ثابت ہونی چاہیے۔ بخلاف امام مسلم کے، ان کے نزدیک ثبوت ملاقات شرط نہیں، صرف معاصرت (ہم عصر ہونا) کافی ہے۔ گو امام مسلم نے امام بخاری کو الزام دینا چاہا کہ روایت حدیث کے لیے ملاقات بھی شرط ہے تو پھر امام بخاری کو چاہیے کہ حدیث معنعن جو بلفظ ''عن فلانٍ عن فلانٍ'' روایت کی جاتی ہے اس کو قبول نہ کریں، کیونکہ شرط ملاقات انہوں نے ثبوت سماع کے لیے لگائی ہے اور حدیث معنعن میں احتمال عدم سماع کا باقی رہتا ہے۔ مگر یہ الزام امام بخاری پر عائد نہیں ہوسکتا اس لیے کہ جب راوی کا مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہوچکی تو پھر احتمال عدمِ سماع کا نکل ہی نہیں سکتا کیونکہ باوجود عدمِ سماع اگر اس سے روایت کرے گا تو مدلس ثابت ہوتا اور کلام مدلس میں نہیں غیر مدلس میں ہے۔ [1]

---

[1] نزھة النظر لابن حجر، مترجم: ص ۳۱، دوسرا نسخہ: ص ۵۲، ۵۳ .

بعض الناس ایک درج ذیل اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام بخاری کی طرف یہ نسبت کہ وہ ثبوت سماع ولقاء کے قائل ہیں اور اپنی "الجامع الصحیح" کے اندر انہی راویوں کی روایتوں کو داخل کیا ہے جن کے درمیان سماع ولقاء ثابت ہے، یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے اپنی "الجامع الصحیح" میں ایک حدیث راوی قیس بن ابی حازم سے نقل کی ہے اور وہ بلال رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور علل حدیث کے امام علی بن مدینی، قیس بن ابی حازم کے بارے میں فرماتے ہیں:

"روی عن بلال ولم یلقه." ❶

اب اس اعتراض کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

اول:...... اس روایت میں بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی ہے اور امام علی بن مدینی نے فرمایا ہے کہ قیس بن ابی حازم کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سماع ہے۔ ❷ اور یہی بات امام المحدثین امام بخاری نے فرمائی ہے۔ ❸

دوم:...... گوکہ امام المحدثین امام بخاری نے اپنی کتاب "التاریخ الکبیر" میں نہ تو بلال رضی اللہ عنہ کے ترجمے میں قیس بن ابی حازم کی سماع کا ذکر فرمایا اور نہ ہی قیس بن ابی حازم کے ترجمے میں بلال رضی اللہ عنہ سے سماع کا ذکر فرمایا۔ لیکن امام المحدثین امام بخاری چونکہ اپنے اصولوں پر پوری طرح کاربند تھے اور یقیناً انہیں اپنے استاد امام علی بن مدینی کے اس قول کے متعلق بھی معلوم ہوگا۔

اسی لیے ماہر علل امام المحدثین امام بخاری نے اپنے اس اصول سماع ولقاء کو ثابت کرنے کے لیے اپنی کتاب "الجامع الصحیح" میں ہی ذکر کر دیا ہے۔ وضاحت

---

❶ کتاب العلل لابن المدینی: ص ٥٠.

❷ کتاب العلل لابن المدینی: ص ٤٩.

❸ التاریخ الکبیر للبخاری: ٧/ ٣٥.

ملاحظہ فرمائیں:

"قيس (بن ابي حازم) أن بلالا قال لأبي بكر: إن كنت إنما اشتريتني لنفسك فأمسكني، وإن كنت إنما اشتريتني لله فدعني وعمل الله."[1]

مذکورہ روایت کے الفاظ پر غائرانہ نظر ڈالنے والا اس نتیجہ پر آسانی سے پہنچ سکتا ہے کہ قیس بن ابی حازم کی موجودگی میں بلال رضی اللہ عنہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ امام المحدثین امام بخاری نے اسی نکتہ کو واضح کرنے اور طلبہ حدیث کو اصول حدیث بتانے کے لیے اس حدیث کو مناقب بلال رضی اللہ عنہ میں نقل کیا ہے اگرچہ امام علی بن مدینی نے بلال رضی اللہ عنہ سے قیس بن ابی حازم کے لقاء (ملاقات) کی نفی کی ہے، لیکن اس روایت سے ملاقات وسماع دونوں کا ثبوت ہو رہا ہے۔

امام علی بن مدینی اس کہنہ کو نہ پہنچ سکے، جس کو ماہر علل امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے ملحوظ رکھتے ہوئے اسی حدیث سے بلال رضی اللہ عنہ سے قیس بن ابی حازم کی ملاقات وسماع کا ثبوت بالوضاحت ثابت کر دیا، اور اب اس وضاحت کے بعد امام المحدثین امام بخاری پر اعتراض کا موقع باقی نہیں رہتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو سمجھ سے عاری پیدا کیا ہو۔

بہرکیف امام المحدثین امام بخاری کا راویوں کے سماع کے متعلق اصول جاننے کے لیے "تاریخ کبیر" و "تاریخ الاوسط" وغیرہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

(۲) راجح اور مرجوع کا ذکر:

وہ متعارض حدیثیں جو صحت میں برابر ہوں، ان میں جمع ناممکن ہو اور ان میں تقدم و تاخر ثابت نہ ہو تو اس صورت میں متن یا سند کے وجوہ ترجیح سے کسی ایک کو ترجیح دی جاتی ہے، جس حدیث کو عمل کے لیے ترجیح دیں گے وہ راجح کہلائے گی اور دوسری مرجوع، مثلاً

[1] صحيح بخاري: ٣٧٥٥.

۱: ایک حدیث میں اثبات ہے اور دوسری میں نفی تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہوگی۔

۲: ایک حدیث سے کسی چیز کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور دوسری سے حلت تو حرمت ثابت کرنے والی حدیث کو عمل کے لیے ترجیح دیں گے کیونکہ اس میں احتیاط ہے۔

۳: اگر ایک کی سند ایسی ہو جس پر امام بخاری و امام مسلم کا اتفاق ہے تو اسے دوسری سند پر ترجیح دیں گے۔

۴: ایک کی سند دوسری سے زیادہ صحیح ہو تو اس کو ترجیح ہوگی۔

۵: ایک کے طرق روایت زیادہ ہوں تو اسے دوسری پر ترجیح ہوگی۔

۶: اگر ایک سماع یا عرض سے حاصل ہوئی اور دوسری کتابت یا مناولت سے تو پہلی کو ترجیح دیں گے۔

(۳) صیغۂ جزم:

صحیح بخاری وغیرہ میں بصیغہ جزم جو روایات ذکر ہوئی ہیں تو اس کے بارے میں علم الرجال اور دیگر (اصول حدیث کی) شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ روایات صحیح ہیں یا کہ غیر صحیح، بطور مثال ایک روایت ملاحظہ فرمائیں:

امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وقال بهز عن أبيه عن جده عن النبي : الله أحق أن يستحيا منه من الناس.“ [1]

”بھز بن حکیم اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے کہ اس سے لوگوں سے بڑھ کر حیا کی جائے۔“

مندرجہ بالا حدیث لمبی حدیث کا آخری ٹکڑا ہے۔ اس حدیث کو السنن الترمذی

---

[1] صحيح بخاري، بصيغة جزم، قبل الحديث : ٢٧٨ .

(٢٧٦٩)، سنن أبوداؤد (٤٠١٧)، سنن ابن ماجة (١٩٢٠)، السنن الکبریٰ للنسائی (٥/ ٢٩٥، ح: ٨٩٧٢)، مصنف عبد الرزاق (١/ ٢٨٧)، مشکل الآثار للطحاوی (١١٨٢)، المعجم الکبیر للطبرانی (١٥/ ٢٨١)، الاوسط لابن المنذر (٢٤٩)، مسند أحمد (٥/ ٣، ٤)، السنن الکبری للبیھقی (١/ ١٩٩)، الآداب للبیھقی (١/ ٣٤٨)، شعب الایمان للبیھقی (٦/ ١٥٠) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث حکیم بن معاویہ بن حیدۃ القشیری کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ متساہلین کی توثیق قابل حجت نہیں اور امام نسائی کی توثیق ثابت نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۴) بصیغۂ التمریض:

صحیح بخاری وغیرہ میں بصیغہ تمریض جو روایات ذکر ہوئی ہیں جیسے "قِیْلَ" کہا گیا "ذُکِرَ" ذکر کیا گیا "رُوِیَ" روایت کیا گیا وغیرہ تو اس کے بارے میں علم الرجال اور اصول حدیث کی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ روایات صحیح ہیں یا کہ غیر صحیح، بطور مثال ایک روایت ملاحظہ فرمائیں:

امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ویذکر أن النبی قضی بالدین قبل الوصیة.......... الخ." ❶

"اور ذکر کیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے قرض کو وصیت پورا کرنے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔"

اس حدیث کو السنن الترمذی (٢٠٩٤)، سنن ابن ماجة (٢٧١٥)، مسند أحمد (١/ ٧٩)، مسند حمیدی (٥٦)، مسند ابن المبارک (١٦٥)، مصنف

---

❶ صحیح بخاری، بصیغه التمریض، قبل الحدیث: ٢٧٥٠.

عبدالرزاق (١٩٠٠٣)، مصنف ابن أبي شيبة (٢٩٠٥٤)، مسند أبو يعلى (١/ ٢٥٧، ح ٣٠٠)، كتاب السنة المروزى (٢٦٤)، مسند البزار (٨٣٩)، السنن الدارقطنى (٤١٦٦)، مستدرك الحاكم (٧٩٦٧)، السنن الكبرىٰ للبيهقي (٦/ ٢٦٧)، المعجم الاوسط الطبرانى (٥١٥٦)، المنتقى لابن الجارود (٩٥٠) وغیرہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث اُبواسحاق کی تدلیس ❶ اور حارث بن عبداللہ الاعور کے متروک ہونے کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ ❷

(۵) خیر الناس و متقدمین محدثین سے اصولِ حدیث کے اصول و ضابط لینے کا ذکر:

یہ بات ہم سب کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اصول حدیث کے تمام اصول خیر الناس (صحابہ رضی اللہ عنہم، ثقہ تابعین، ثقہ تبع تابعین) و متقدمین محدثین سے ہی قابل قبول ہوں گے اس کے علاوہ کسی کا قول یا اصول قابل قبول نہیں (لیکن خیر الناس و متقدمین کی تائید میں اگر ہو تو پھر قابل حجت ہے) کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: سب سے بہترین لوگ میرے دور کے (صحابہ رضی اللہ عنہم) ہیں۔ پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی ثقہ تابعین) پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی ثقہ تبع تابعین)۔ ❸

(مفصل تفصیل اسی کتاب میں بعنوان ''فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم اور ثقہ تابعین کی فضیلت'' میں گزر چکی ہے لہٰذا وہی ملاحظہ فرمائیں)

---

❶ الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين: ص ١١٠.

❷ تقريب التهذيب لابن حجر: ص ٦٠، وكتاب الضعفاء والمتروكين للخرم: ١/ ١٥١ تا ١٥٣.

❸ صحيح بخاري: ٣٦٥١.

نبی علیہ السلام کی اسی پیش گوئی پر متقدمین محدثین نے تبع تابعین کی اتباع کرتے ہوئے ان سے خیر الناس کے اصول و ضابط کو ہماری راہنمائی و آسانی کے لیے اپنی اپنی کتب میں جمع کر دیا ہے، جن سے ان کے بعد کے ائمہ محدثین سے لے کر آج تک کے اہل علم بھرپور فائدہ اٹھاتے چلے آ رہے ہیں اور اسی منہج پر تحقیق و تخریج کا کام ہو رہا ہے لیکن بعض الناس، بعض اصولوں میں خیر الناس و متقدمین محدثین کے اصولوں سے ہٹ کر اپنے ذاتی اصول (اجتہاد) اور متساہلین و متاخرین کے اصولوں کو اپنائے ہوئے ہیں جو کہ متقدمین محدثین کے مخالف ہونے کی وجہ سے کسی حال میں بھی قابل قبول نہیں۔ لہٰذا صرف اور صرف خیر الناس و متقدمین محدثین کے اصول و ضوابط ہی ہمارے لیے قابل حجت ہیں اور اسی میں ہماری نجات اور خیر ہے۔

خیر الناس و متقدمین محدثین کے ادوار کا دورانیہ صحابہ رضی اللہ عنہم، ثقہ تابعین اور ثقہ تبع تابعین سے لے کر "۳۰۰ھ" تک ہے۔ اس کے بعد متاخرین محدثین کا دور شروع ہو جاتا ہے۔
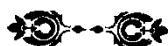
صول تخریج

اُصولِ تخریج

تخریج کا لغوی معنی:

تخریج ایک عربی کلمہ ہے جو "خَرَجَ" سے مشتق ہے جس کا مصدر خروج ہے اور خروج دخول کا ضد ہوتا ہے، کسی بھی چیز کے خروج کا مطلب اس کا ظہور ہوتا ہے۔ ❶

لہٰذا تخریج کا معنی ہوا "ظاہر ہونا" اور اخراج کا معنی ہوا "ظاہر کرنا" جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ﴾ (الفتح: ۲۹) یعنی اس پودے کے مانند ہے جس نے اپنی شاخوں کو ظاہر کر دیا۔"

کبھی کبھی تخریج (ظاہر ہونا) اخراج (ظاہر کرنا) اور استخراج (یعنی طلب اظہار) کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ ❷

مَخرج: خَرَجَ کا اسم ظرف ہے یعنی جائے خروج، محدثین کے عرف میں مخرج (نکلنے کی جگہ) سے مراد رجال اسناد ہوا کرتے ہیں کیونکہ حدیث کے ظاہر ہونے کا محل یہی ہیں۔

بہر حال تخریج بمعنی اخراج و اظہار یہ ہے کہ کسی محدث کا اپنی سند کے ذریعہ حدیث رسول کو منظر عام پر لانا اور عوام کے لیے اس کو ظاہر اور بیان کرنا۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "صحیح مسلم" کے مقدمہ میں لفظ تخریج کا یہی مفہوم مراد لیا ہے، چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ثم انا ان شاء الله مبتدؤن فی تخریج ما سالت." ❸

---

❶ لسان العرب: ۲/ ۲٤۹، ۲۵۰۔ ❷ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱/ ۲۰۔

❸ صحیح مسلم، مترجم: ۱/ ۱۷۔

"پھر ہم ان شاء اللہ اس چیز کے اظہار کی ابتدا کرنے والے ہیں جس کا تم نے سوال کیا ہے۔"

تخریج کے اس معنی کا اطلاق ان ساری کتب حدیث پر ہوتا ہے جن میں ان کے مصنفین نے حدیثوں کو اپنی سند سے ذکر کیا ہے مثلاً کتب ستہ، موطا امام مالک، مسانید، مستخرجات، مستدرکات، معاجم وغیرہ، اسی وجہ سے جب اس طرح کی کتابوں کی جانب کسی حدیث کی نسبت کی جاتی ہے تو اس کے لیے "أخــــرج" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے مثلاً أخـرجـه البخاري" اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے۔

لیکن اگر حدیث کی کوئی ایسی کتاب ہو جو سند سے عاری ہو تو لفظ "أخـرج" کا اطلاق کرنا درست نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے لفظ "ذکـره" یا "أورده" یا ان کے ہم معنی کوئی لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

تخریج کا یہی معنی متقدمین کے یہاں معروف ومشہور تھا، اس لیے کہ اس دور میں حدیثیں مصنف کی سند سے ہوتی تھیں، اور اسی سند سے کتابوں میں تحریر کی جاتی تھیں۔

تخریج کا اصطلاحی معنی:

مصادر اصلیہ کی طرف حدیث کی نسبت اور راہنمائی اور ان پر حکم لگانا۔

نسبت:

حدیث کی نسبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مصادر اصلیہ میں سے مطلوبہ حدیث کس کتاب میں پائی جاتی ہے؟ اس کی وضاحت کر دی جائے مثلاً صحیح بخاری ہے یا صحیح مسلم میں ہے یا دونوں میں ہے، یا کتب سنن ومسانید میں ہے یا کسی اور کتاب میں ہے۔

راہنمائی:

راہنمائی کا مطلب یہ ہے کہ نسبت کے ساتھ ساتھ مقام کی بھی تعیین کر دی جائے مثلاً

یہ بتا دیا جائے کہ یہ حدیث مذکورہ کتابوں میں سے کس کتاب اور باب میں ہے، کتاب الصلاۃ میں ہے یا کتاب الزکاۃ میں وغیرہ اور اگر مسانید و معاجم میں ہے تو کس صحابی کی مسند میں ہے، نیز کس جلد اور کس صفحہ پر ہے یا حدیث کا نمبر کیا ہے وغیرہ۔

مصادر اصلیہ:

مصادر اصلیہ حدیث کی ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جن میں ان کے مصنّفین نے مشائخ سے سن کر حدیثوں کو اپنی سند سے جمع کیا ہے۔ مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداود، سنن نسائی، مسند احمد، مسند ابویعلی، معجم طبرانی نیز وہ ساری کتب حدیث جن میں حدیثیں بذریعہ سند مذکور ہوتی ہیں۔

اسی طرح سے وہ کتابیں جو فن حدیث میں نہیں ہیں بلکہ کسی دوسرے فن مثلاً تفسیر، فقہ، تاریخ، سیرت وغیرہ کی ہیں لیکن ان کے مصنّفین نے ان کتابوں میں حدیثوں کو اپنی سند سے ذکر کیا ہے مثلاً ''تفسیر ابن جریر طبری، کتاب الام للشافعی، التاریخ الکبیر للبخاری'' وغیرہ لہٰذا ان کتب کو بھی اس معنی کے اعتبار سے مصادر اصلیہ کہا جاتا ہے کہ اس میں بھی حدیثیں بواسطہ سند موجود ہیں، لہٰذا یہ کتب حدیث کی توابع ہیں۔

معلوم ہوا کہ مصادر اصلیہ ان کتب حدیث اور ان کے توابع کو کہا جاتا ہے جس میں حدیثیں مصنف کی سند کے واسطہ سے مذکور ہوتی ہیں۔

اب اگر حدیث کی کوئی ایسی کتاب ہے جو سند سے عاری ہے مثلاً ''مشکوٰۃ المصابیح، ریاض الصالحین، بلوغ المرام، تلخیص الحبیر'' وغیرہ تو ان کو مصادر اصلیہ نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی ان کی جانب حدیثوں کی نسبت کرنے کو تخریج کہا جا سکتا ہے، اور نہ ہی لفظ ''أخرجہ'' کا استعمال کیا جا سکتا ہے، مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ ''أخرجه البغوی فی مشکوٰۃ المصابیح، یا أخرجه النووی فی ریاض الصالحین، یا أخرجه ابن حجر فی بلوغ المرام وفی تلخیص الحبیر'' تو یہ استعمال درست نہ ہوگا اس لیے

کہ ان کتابوں میں حدیثیں ان کے مصنفین کی سندوں سے مذکور نہیں ہیں۔

لہٰذا اس طرح کی کتابوں کو بحیثیت مصدر نہیں بلکہ بحیثیت مرجع استعمال کیا جا سکتا ہے جن کے ذریعے سے مصادر اصلیہ تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے، اس طرح کی کتابوں کی جانب نسبت کرتے وقت "أورده" یا "ذکـــره" کا استعمال کرنا بہتر ہوتا ہے مثلاً أورده البغوی فی مشکوٰۃ المصابیح، یا ذکر النووی فی ریاض الصالحین.

حکم لگانا:

یعنی جس حدیث کی (ساری سندوں کو جمع کر کے ان کی اور متن حدیث کی تحقیق اور) تخریج کی گئی ہے اس کے بارے میں یہ وضاحت کر دینی چاہیے کہ اس کا کیا حکم ہے، صحیح ہے یا ضعیف، مقبول ہے یا مردود۔

بہت ساری حدیثیں ایسی ہوتی ہیں، جن پر حکم لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی مثلاً اگر کوئی حدیث ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' میں ہے تو اس کا حکم بطور صحت واضح ہے، لیکن اگر دوسری کتب حدیث وغیرہ ہیں، تو پھر ان پر حکم لگانا ضروری ہوتا ہے، کیونکہ تخریج فی نفسہ مقصد نہیں ہے بلکہ یہ وسیلہ ہے مقصد یہ ہوتا ہے کہ مذکور حدیث قابل عمل ہے کہ نہیں، اب اگر اس پر حکم نہ لگایا جائے تو یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً تخریج کا عمل بے سود ہوگا۔

بعض لوگ جو حدیثوں کی صرف نسبت کسی کتاب کی طرف کر دیتے ہیں اور اس پر حکم نہیں لگاتے ان کا عمل ناقص، اور مقصد سے فرار کے مترادف ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محققین کے یہاں فن تخریج فی نفسہ کوئی مقصد نہیں جس میں "أخـــرجـــه فـــلان و فلان" نقل کر دیا جائے۔ بلکہ اصل مقصد حدیث پر حکم لگانا اور اس کا مقام بیان کرنا ہوتا ہے، اس کے لیے مختلف طرق و شواہد پر اطلاع ضروری ہے۔ [1]

---

[1] ارواء الغلیل: ۱/ ۱۱.

فن تخریج کی اہمیت:

فن تخریج حدیث کا جاننا ہر طالب حدیث کے لیے انتہائی ضروری ہے، کیونکہ سنت رسول کی معرفت کے لیے یہ فن بنیادی کردار ادا کرتا ہے خاص طور پر موجودہ دور میں علوم شریعت سے تعلق رکھنے والے باحثین اور محققین کے لیے اس کی معرفت بے حد ضروری ہے، کیونکہ اس فن کی معرفت سے حدیث رسول کی معرفت حاصل ہوتی ہے، فن حدیث کی بنیادی کتابوں کی معرفت، ان کی ترتیب، طریقہ تصنیف اور ان سے استفادہ کی کیفیت کا پتہ چلتا ہے، اسی طرح سے فنون حدیث کے دیگر علوم کی معرفت حاصل ہوتی ہے، جن کی ضرورت تخریج حدیث میں پڑتی ہے مثلاً اسماء الرجال، جرح وتعدیل، علل حدیث وغیرہ۔

علم تخریج کے فوائد:

۱:...... اس علم کی معرفت سے بڑی آسانی سے حدیث رسول کی معرفت ہو جاتی ہے اور یہ پتہ چل جاتا ہے کہ مطلوبہ حدیث کتب حدیث میں کس کتاب میں یا کن کتابوں میں پائی جاتی ہے اور کہاں پائی جاتی ہے۔

۲:...... اسی طرح سے کتب حدیث کی معرفت، ان کے انواع واقسام کا علم حاصل ہوتا ہے اور ان کتابوں سے استفادہ کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

۳:...... راویوں کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اصول نقد، ان کے اقوال کی معرفت اور ان کے منفرد مصطلحات کا علم حاصل ہوتا ہے۔

۴:...... اسی طرح حدیث کی تمام اسانید ومتون کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اسانید ومتون کے سلسلہ میں دیگر معلومات حاصل ہوتی ہے۔

۵:...... حدیث رسول پر حکم لگانے، صحیح اور ضعیف کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

۶:...... اسی طرح حدیث کی روایات میں مدرج ومقلوب وغیرہ کے اعتبار سے الفاظ کی

کمی بیشی کا پتہ چلتا ہے۔

۷:...... اسی طرح ثقہ مدلس راوی کے سماع کی تصریح کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ (اگر اس راوی نے حدیث کی کسی کتاب میں سماع کی صراحت کی ہو)۔

۸:...... اسی طرح مختلط راوی کے حالات کے متعلق معرفت حاصل ہوتی ہے کہ کس راوی نے اس سے اختلاط سے پہلے سنا ہے اور کس نے اختلاط کے بعد سنا ہے۔

۹:...... دورانِ تخریج حدیث کے متعلق محدثین کے حکم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

۱۰:...... دورانِ تخریج اسانید میں مخفی علتوں مثلاً موقوف یا مرفوع ہونا، مرسل یا موصول ہونا، منقطع یا متصل ہونا وغیرہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

۱۱:...... دورانِ تخریج حدیث کے متابعات اور شواہد کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

۱۲:...... اسی طرح ایک حدیث کسی ایک سند سے ضعیف ہوتی ہے لیکن اپنے کسی شاہد وغیرہ کی بنا پر صحیح ہونے کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

فن تخریج کے فوائد کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے مشہور عالم دین الشیخ ابوعبدالسلام عبدالرؤف بن عبدالحنان حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

تخریج کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ کسی حدیث پر غلط حکم لگانے سے بچا جا سکتا ہے مثال کے طور پر ابوداود یا دوسری سنن میں ایک حدیث ایسی آ جاتی ہے کہ جس کی سند میں کوئی راوی ضعیف یا مدلس ہے اب اگر اسی سند کو لے کر اس حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگا دیا جائے تو یہ درست نہ ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ سنن بیہقی یا مسند احمد وغیرہ میں اس ضعیف یا مدلس راوی کی کسی دوسرے راوی نے متابعت کی ہو، یا اس مدلس نے وہاں تحدیث یا سماع کی صراحت کی ہو، یا ان کتب میں یہ حدیث دوسرے طرق سے مروی ہو، یا اس کے شواہد ہوں، جن کی بناء پر یہ حدیث صحیح، حسن، یا قوی ہو جاتی ہو۔

اسی لیے بعض محققین نے کہا کہ جب کوئی ایسی حدیث سامنے آئے جس کی سند ضعیف

ہو تو اس حدیث کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حدیث ضعیف ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے کیونکہ ممکن ہے کہ یہ حدیث دوسری سند سے مروی ہو یا اس کے شواہد ہوں۔ مگر جب تتبع اور بحث کے بعد ظن غالب یہ ہو کہ اس حدیث کی دوسری سند یا شواہد نہیں ہیں تو پھر اس حدیث پر مطلقاً ضعف کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ ❶

(لیکن اگر اس حدیث کے دوسرے شواہد اور متابعات بھی ضعیف ہیں تو پھر اس حدیث پر مطلقاً ضعیف ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ راقم الحروف)

مزید لکھتے ہیں: اگر ابوداود یا دوسری سنن میں ایک حدیث صحیح سند سے بھی مروی ہو تو اس صورت میں بھی اس کی تخریج خالی از فائدہ نہ ہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ دوسری کتب میں اس حدیث کی دوسری (صحیح یا حسن) سندیں یا اس کے (صحیح یا حسن) شواہد ہوں اور اس صورت میں فائدہ یہ ہوگا کہ اس حدیث کی صحت پر مزید اطمینان ہو جائے گا۔ ❷

موضوع تخریج:

اس علم کا موضوع حدیث رسول ہے، مصادر اصلیہ کی جانب نسبت کی حیثیت سے۔

طریقہ تخریج:

حدیث رسول بنیادی طور سے دو چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے: (۱) سند۔ (۲) متن۔

ا۔ اسناد:

اسناد کا لغوی معنی:...... کلمہ "اسناد" سند سے ماخوذ ہے، جو لغوی اعتبار سے مختلف معنوں میں مستعمل ہے پہاڑ کے دامن کی بلندی کو سند کہا جاتا ہے، اسی طرح سے وادی کے سامنے کی بلند زمین کو بھی سند کہا جاتا ہے، آدمی جس چیز پر ٹیک لگاتا ہے یا جس پر اعتماد کرتا ہے اس کو بھی سند کہا جاتا ہے۔ ❸

---

❶ القول المقبول: ص ۲۰. ❷ القول المقبول: ص ۲۰، ۲۱.

❸ لسان العرب: ۳/ ۲۲۰، مادہ "سند".

اسناد کا اصطلاحی معنی:...... اصطلاح میں اسناد (یا سند) اس واسطہ کو کہتے ہیں جو متن تک پہنچاتا ہے، جمہور محدثین کے یہاں سند اور اسناد میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن کچھ محدثین نے مفہوم کے اعتبار سے فرق کیا ہے، ان کے یہاں: سند اس واسطہ کو کہتے ہیں جو متن تک پہنچاتا ہے، اور اسناد قائل کی جانب قول کی نسبت کرنے کو کہتے ہیں۔ ❶

۲۔ متن:

یہ لفظ لغت میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے مثلاً سخت و بلند زمین، ٹالنا اور دور کرنا، اور غالب ہونا وغیرہ۔ ❷ متن کا جو طریق (سلسلہ رواۃ) ہو، اسے اسناد کہا جاتا ہے، متن وہ ہے جس پر اسناد ختم ہوتی ہے۔ ❸ یعنی سند کے بعد والا کلام، یا جہاں تک سند ختم ہوتی ہو اس کے بعد والا کلام ''متن'' کہلاتا ہے۔

اصولِ تحقیق

قرآن وسنت کی روشنی میں ہمیں تحقیق کرنے کا حکم ملتا ہے کہ جس واسطے اور سند کے ذریعے سے ہم تک کوئی بھی حدیث پہنچتی ہے تو اس کے راویوں کے بارے میں چھان بین کریں کہ وہ ثقہ ہیں یا غیر ثقہ، کیونکہ راویوں کے ثقہ یا غیر ثقہ معلوم ہونے پر ہی حدیث پر حکم لگے گا کہ صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا ﴾ (الحجرات:٦)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو۔''

اسی طرح نبی علیہ السلام نے فرمایا:

---

❶ لسان العرب: ٣/ ٢٢١.
❷ لسان العرب: ١٣/ ٣٩٨.
❸ نزهة النظر لابن حجر، مترجم: ص ١٦.

((کفی بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع .)) ❶

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات (بلاتحقیق) بیان کردے۔''

امام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم اس حدیث کی تشریح میں کہتے ہیں:

"وقد صرح هذا الخبر بالتنبيه لمعرفة الصحيح من السقيم وتجنب روايات المجروحين اذا عرف المحدث وجد الجرح فيه ." ❷

''اور اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ صحیح روایات کو سقیم (ضعیف) روایات سے معلوم کیا جائے اور مجروحین کی روایات سے اجتناب کیا جائے، خصوصاً جب کہ محدث کو ان میں کسی طرح کی جرح معلوم ہو۔''

احادیث کی تحقیق کے بارے میں امام ابی احمد عبداللہ بن عدی الجرنی (۲۷۷ھ، ۳۶۵ھ) کہتے ہیں:

"فكما او جب الله علينا طاعته او جب علينا الا قتداء به واتباع اثاره و سير رواية واخباره لعرفان صحيحها من سقيمها وقويها من ضعيفها ." ❸

''جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم پر رسول اللہ کی اطاعت فرض کی ہے اسی طرح آپ علیہ السلام کی اقتداء، آپ علیہ السلام کے آثار کی اتباع اور آپ علیہ السلام کی حدیث میں چھان بین بھی فرض کی ہے تاکہ صحیح روایات کو سقیم (یعنی ضعیف) اور قوی (یعنی صحیح) کو ضعیف روایات سے معلوم کیا جا سکے۔''

---

❶ صحيح مسلم ، مترجم: ١/ ٢٨ . ❷ المدخل الى الصحيح للحاكم: ص ١٠٩ .
❸ الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى: ١/ ٧٨ .

اسی طرح امام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم (۳۲۱ھ، ۴۰۵ھ) کہتے ہیں:

"وكذلك جماعة من الصحابة والتابعين واتباع التابعين ثم عن ائمة المسلمين كانوا يبعثون وينقرون الحديث إلى أن يصح لهم." ❶

"اور اسی طرح صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت اور ان کے بعد دیگر ائمہ مسلمین کی ایک جماعت حدیث کے بارے میں بحث اور چھان بین کیا کرتی تھی یہاں تک کہ وہ حدیث ان کے لیے صحیح ثابت ہو جاتی (یا ضعیف)۔"

مزید ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"اگر حدیث کی اسناد اور ان محدثین کی اس کے لیے طلب اور اس کے حفظ پر کثرت سے پابندی نہ ہوتی تو اسلام کا نام ونشان مٹ چکا ہوتا، اور اہل الحاد و بدعتی جھوٹی احادیث گھڑنے اور اسانید کو بگاڑنے میں کامیاب ہو جاتے، اس لیے کہ اگر روایات کا تعلق اسانید سے بالکل ختم کر دیا جائے تو وہ بے نام و نشان ہو جائیں گی۔" ❷

اسی طرح امام عبداللہ بن مبارک (۱۱۸ھ، ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک سند دین میں سے ہے اگر سند نہ ہوتی تو ہر شخص اپنی مرضی سے جو چاہتا کہہ دیتا، لیکن جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ (بتا یہ حدیث جو تو بیان کر رہا ہے) تجھ سے کس نے بیان کی ہے؟ تو وہ حیران اور ششدر رہ جاتا ہے۔" ❸

ہم اصولِ تحقیق پر مزید وضاحت بیان کرنے سے پہلے بعض لوگوں کے بعض خود ساختہ اصولوں کی نشاندہی کرنا ضروری سمجھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

---

❶ معرفة علوم الحديث للحاكم: ص ١٥ . ❷ معرفة علوم الحديث للحاكم: ص ٦ .

❸ العلل الصغير للترمذي: ص ٢٨٠ ، إسناده صحيح .

بعض لوگوں کے بعض خودساختہ اصولوں کا تحقیقی جائزہ

ا۔ متقدمین محدثین اور متاخرین ومتساہلین محدثین کے درمیان فرق:

راقم الحروف نے اسی کتاب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے خودساختہ اصول ''متساہل+ متساہل'' کا دلائل کے ساتھ رد کیا ہے اور اسی طرح متقدمین محدثین کے مقابلے میں متاخرین ومتساہل محدثین کا کسی راوی کی توثیق کرنا، باطل ومردود ہے، یہ بھی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

ہمارے ایک بھائی نے ان دونوں خودساختہ اصولوں یعنی متقدمین محدثین اور متاخرین ومتساہلین محدثین کے درمیان فرق کو ختم کرنے اور ہمارے دلائل کا جواب، دلائل سے دینے کی بجائے ''سوال گندم جواب چنا'' دیا ہے۔ لہٰذا اس بھائی کی اس ناکام کوشش کے جواب کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

وہ بھائی لکھتے ہیں: ''جب بھی کسی راوی کی تحقیق کرنی ہے تو ائمہ جرح وتعدیل کی کتب سے خوب استفادہ کرنا ہے، خواہ وہ کتب متقدمین کی ہوں یا متاخرین کی، بعض اہل علم اس موقع پر متاخرین کو کوئی اہمیت نہیں دیتے جو سراسر غلط ہے۔ اس بات کو تین مثالوں سے سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ

مثال ا:...... **محمد بن ابی احمد، مولی زید بن ثابت** کو متقدمین میں سے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقہ قرار دیا ہے جب کہ متاخرین میں سے حافظ ضیاء مقدسی (المختارة: ۳۷۷، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱) حافظ ہیثمی (مجمع الزوائد: ۲/ ۱٤) حافظ ابن کثیر (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۲٦) حافظ ابن حجر (فتح الباری: ۷/ ۳۳۲) حافظ سیوطی (لباب النقول فی اسباب النزول: ص ٦۲) اور علامہ احمد شاکر مصری (تفسیر الطبری: ص ۲۱۷ فی الحاشیہ) نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔

اس مثال سے درج ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

۱:...... یہ راوی ثقہ ہے کیونکہ اس کو امام ابن حبان کے علاوہ کئی محدثین نے ثقہ کہا ہے، گویا ابن حبان اکیلے نہ رہے۔

۲:...... یہ جملہ کہہ کر ابن حبان کے علاوہ باقی تمام متاخرین ہیں، لہٰذا متاخرین کی بات معتبر نہیں، متاخرین کی بات کو رد کر دینا غلط منہج ہے۔

۳:...... اس راوی کی ان محدثین کے توثیق کرنے کے باوجود اگر کوئی کہے: محمد بن ابی احمد ''مجہول وثقہ ابن حبان وحدہ'' تو اس کو نہیں تسلیم کیا جائے گا۔

جواب: ...... پہلی بات تو یہ کہ اس بھائی کا یہ کہنا: ''جب بھی کسی راوی کی تحقیق کرنی ہے جو ائمہ جرح وتعدیل کی کتب سے خوب استفادہ کرنا ہے، خواہ وہ کتب متقدمین کی ہوں یا متاخرین کی۔ بعض اہل علم اس موقع پر متاخرین کو کوئی اہمیت نہیں دیتے جو سراسر غلط ہے۔''

اس بھائی کی درج بالا بات سراسر غلط اور مردود ہے۔ کیونکہ متاخرین تو صرف ناقلین ہیں اگر متاخرین نے متقدمین کی کتب سے کسی راوی کے متعلق جو کچھ نقل کیا ہے اور وہ متقدمین کے اقوال اگر صحیح ثابت ہیں، تو پھر تو قابل حجت ہے۔ لیکن اگر وہ متقدمین کے اقوال صحیح ثابت نہیں تو پھر کسی بھی صورت قابل حجت نہیں۔

مثال کے طور پر ایک راوی ''مومل بن اسماعیل'' کے بارے میں متاخرین میں سے امام مزی (۶۵۴ھ، ۷۴۲ھ)، نے (تہذیب الکمال: ۵۲۶/۱۸) میں اور امام ذہبی (۶۷۳ھ، ۷۴۸ھ) نے (میزان الاعتدال: ۲۲۸/۴) میں اور امام ابن حجر العسقلانی (۷۷۳ھ، ۸۵۲ھ) نے (تہذیب التہذیب: ۴۸۹/۲) میں لکھا ہے کہ ''مومل بن اسماعیل'' کو امام بخاری نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔ ان تینوں کتابوں میں امام بخاری کا یہ قول بلا سند اور بلا حوالہ درج ہے جب کہ اس کے برعکس امام بخاری نے ''مومل بن اسماعیل'' کو (التاریخ الکبیر: ۳۵۶/۷، ت ۲۱۰۷) میں ذکر کیا اور کوئی جرح نہیں کیا، اور امام

بخاری کی ''کتاب الضعفاء'' میں ''مومل بن اسماعیل'' کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ امام بخاری نے ''مومل بن اسماعیل'' کو ''منکر الحدیث'' نہیں کہا۔

اسی طرح ایک اور راوی ''حارث بن عمیر البصری'' کے بارے میں امام ابن حجر العسقلانی (۷۷۳ھ، ۸۵۲ھ) نے (تہذیب التہذیب: ۱/۶۲۰، ۶۱۹) میں لکھا ہے:

"ونقل ابن الجوزی عن ابن خزیمة أنه قال: الحارث بن عمیر کذاب."

جب کہ امام ابن خزیمہ (۲۲۳ھ، ۳۱۱ھ) کا ''حارث بن عمیر البصری'' کو ''کذاب'' کہنا باسند صحیح ہرگز ثابت نہیں ہے۔ بلکہ ''حارث بن عمیر البصری'' کو امام یحییٰ بن معین (۱۵۸ھ، ۲۳۳ھ)، امام ابو حاتم الرازی (۱۹۵ھ، ۲۷۷ھ) اور امام ابوزرعہ الرازی (۲۰۰ھ، ۲۶۴ھ) نے (کتاب الجرح التعدیل لابن ابی حاتم: ۳/۹۳، ۹۴) میں ثقہ کہا ہے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ، ۲۴۱ھ) نے (سوالات ابی داود: ۲۳۳) میں اور امام العجلی (۱۸۲ھ، ۲۶۱ھ) نے (کتاب الثقات: ۲۳۴) میں اور امام دارقطنی (۳۰۶ھ، ۳۸۵ھ) نے (سوالات البرقانی: ۱۰۵) میں ''حارث بن عمیر البصری'' کو ثقہ کہا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اور کئی محدثین نے اس راوی کی توثیق کی ہے۔

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں متاخرین کی کتب سے ملتی ہیں لیکن ہم طوالت سے بچتے ہوئے انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ بہرحال متاخرین کی کتب سے استفادہ صرف اسی صورت میں صحیح ہے کہ ان اقوال کو متقدمین کی اصل کتابوں سے چیک کرنے کے بعد اگر وہ اقوال صحیح ثابت ہوں تو پھر متاخرین کی کتب کا حوالہ دیا جا سکتا ہے اور اگر وہ اقوال صحیح ثابت نہیں تو پھر متاخرین کی کتب کا حوالہ دینا باطل و مردود ہے۔ کیونکہ متاخرین تو صرف ناقلین ہیں لہٰذا متقدمین اور متاخرین کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فرق ہے اور اس ''فرق'' میں ''فرق'' رکھنا لازم اور فرض ہے۔

متقدمین اور متاخرین میں فرق کے متعلق محدث العصر الشیخ مقبل بن ہادی (المتوفی ۱۴۲۲ھ) فرماتے ہیں: مجھے ایک ایسا شخص دکھائیں جو امام بخاری یا امام احمد بن حنبل کی طرح کا حافظہ رکھتا ہو یا اسے امام یحییٰ بن معین کی طرح علم رجال کی معرفت ہو یا اسے امام علی بن مدینی اور امام دارقطنی کی طرح علل حدیث کی معرفت ہو، بلکہ ان کے عشر عشیر کے برابر بھی موجودہ دور میں کوئی نہیں۔ لہٰذا متقدمین اور متاخرین میں بہت فرق ہے۔

(السنة شماره نمبر ۲۹، ص ٤٨)

امید ہے ان شاء اللہ آئندہ ہمارے وہ بھائی متقدمین اور متاخرین کے درمیان فرق رکھیں گے۔

دوسرا ہمارے بھائی نے متساہل امام ابن حبان کو متقدمین میں شامل کیا ہے جبکہ متساہل امام ابن حبان کا شمار متاخرین میں ہوتا ہے، کیونکہ متقدمین کا دور ''۳۰۰ ہجری'' پر ختم ہو جاتا ہے اور متساہل امام ابن حبان ''۲۷۴ھ'' میں پیدا ہوئے اور ''۳۵۴ھ'' میں فوت ہوئے تھے۔ لہٰذا جب متساہل امام ابن حبان جوان ہوئے تو متقدمین کا دور اختتام کو پہنچ چکا تھا اور متساہل امام ابن حبان کا شمار چوتھی صدی کے متاخرین محدثین میں ہوتا ہے۔

نیز امام ذہبی (۶۷۳ھ، ۷۴۸ھ) وغیرہ سمیت راقم کے استاد محترم محدث العصر شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (۱۹۵۷ء، ۲۰۱۳ء) کے نزدیک بھی متقدمین محدثین کا دور ''۳۰۰ ہجری'' تک ہے۔ [1]

بہرحال متقدمین کے ''۳۰۰ ہجری'' تک کے دور کے ثبوت کے لیے مزید دلائل کے لیے اسی کتاب میں عنوان ''خیر الناس و متقدمین سے اصول حدیث کے اصول وضوابط لینے کا ذکر'' پڑھیے۔

لہٰذا متساہل امام ابن حبان کو متقدمین میں شامل کرنا سراسر غلط و مردود ہے۔

---

[1] مقالات: ٤/ ١٨٥.

تنبیہ:...... متاخرین محدثین کا ہر قول جو متقدمین محدثین کے موافق ہوگا وہ قابل حجت ہوگا اور جو قول متقدمین محدثین کے مخالف ہوگا وہ باطل ومردود ہوگا۔

مزید یہ کہ علم الرجال وعلل حدیث کے ماہر امام یحییٰ بن معین، امام بخاری اور امام ابو حاتم رحمہم اللہ وغیرہ کو اگر کسی راوی کے حالات پر آگاہی نہیں ہوسکی تو آٹھویں صدی کے امام ذہبی اور نویں صدی کے امام ابن حجر العسقلانی وغیرہ کو اس راوی کے حالات پر کیسے معرفت حاصل ہوگی؟ بالکل یہ اسی طرح ہے جیسے متاخرین محدثین میں سے بعض نے ''ابوحنیفہ'' (امام اہل الرائے نعمان بن ثابت) کو تابعی کہا ہے، لیکن اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کی، اسی طرح آٹھویں صدی کے امام ذہبی ونویں صدی کے امام ابن حجر العسقلانی وغیرہ اور اس راوی کے درمیان جو سات، آٹھ صدیوں کا فاصلہ ہے اسے ختم کرنے کی کوئی واضح صحیح صریح دلیل چاہیے جبکہ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

تیسرا ہمارے اس بھائی نے متساہل امام ابن حبان کے ساتھ چند متاخرین کے نام دیئے ہیں تو بہرحال پہلے صرف متساہل امام ابن حبان کے بارے میں کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

علامہ البانی رحمہ اللہ (۱۹۱۴ء، ۱۹۹۹ء) فرماتے ہیں: اور ابن حبان کا اس راوی کی توثیق کرنا، اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ میں نے اس پر بارہا تنبیہ کی ہے اور اسی طرح ابن خزیمہ کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا اس کا کچھ اعتبار نہیں، اس لیے کہ وہ اس فن میں متساہل ہے۔ [1]

مزید علامہ البانی رحمہ اللہ ایک اور حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابن حبان اس راوی کی توثیق میں متساہل ہے، اس لیے کہ وہ کثرت کے ساتھ مجہول راویوں کو ثقہ قرار دے دیتے ہیں، یہاں تک کہ بعض ایسے رواۃ جن کے بارے میں وہ خود صراحت کرتے ہیں کہ ان رواۃ کا مجھے کچھ علم نہیں کہ وہ کون ہیں؟ اور نہ ان کے والد کا علم

[1] الأحاديث الضعيفة: ١/ ٥٨١.

ہے کہ کون ہے؟ ان کی بھی توثیق کر دیتے ہیں نیز ابن حبان کی طرح حاکم بھی متساہل ہے یہ بات ان لوگوں (اہل علم) پر مخفی نہیں جو رجال اور تراجم کے فن سے گہرا رابطہ رکھتے ہیں...... البتہ ابن حبان نے اس راوی کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس بارہ میں ابن حبان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایسے راویوں کو جن کی جرح پر اطلاع نہیں ہے، ثقہ راویوں میں ذکر کر دیتا ہے لیکن ابن حبان کا اس کو ثقہ راویوں میں ذکر کرنا دیگر ائمہ محدثین کے نزدیک اس کو مجہول راویوں کی فہرست سے نہیں نکال سکتا، چنانچہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''لسان المیزان'' میں ابن حبان کے شذوذ کا رد کیا ہے۔ [1]

محدث العصر الشیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ معلمی رحمہ اللہ (۱۸۹۵ء، ۱۹۶۶ء) فرماتے ہیں:

امام عجلی، امام ابن حبان مجاہیل (یعنی مجہول راویوں) کی توثیق میں بہت مشابہ ہیں۔ [2]

مشہور عالم دین الشیخ ابو عبدالسلام عبدالرؤف بن عبدالحنان حفظہ اللہ ایک روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس (راوی) سے صرف ابن وہب ہی نے روایت کی ہے لہٰذا یہ مجہول ہی ہے، امام عجلی نے اس کو ''تاریخ الثقات'' (۱۸۶) میں اور امام ابن حبان نے ''کتاب الثقات'' (۲۶۱/۸) میں ذکر کیا ہے مگر یہ دونوں توثیق کے معاملے میں متساہل ہیں۔ [3]

محدث العصر فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

(۱) توثیق راوی کے حوالے سے امام ابن حبان رحمہ اللہ کا تساہل: جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا کہ ائمہ معدلین میں سے ہر امام کی توثیق کا اعتبار ہوگا، بشرطیکہ وہ توثیق کے معاملے میں متساہل نہ ہوں ان متساہلین میں سب سے بڑا نام امام ابن حبان رحمہ اللہ کا آتا

[1] الأحاديث الضعيفة، مترجم: ۱/ ۷۱، ۷۲.

[2] التنكيل بما في تانيب الكوثري من الأباطيل: ۱/ ۶۶.

[3] القول المقبول: ص ۲۷۲.

ہے۔ ان کے نزدیک جس راوی سے کوئی ثقہ راوی روایت کرنے والا ہو اور اس پر کوئی جرح نہ کی گئی ہو اور اس کی روایت منکر نہ ہو تو وہ راوی ثقہ ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ کے اس اصول پر سب سے پہلے علامہ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ نے الصارم المنکی میں دو تین صفحات پر مشتمل رد کیا۔ اور ان کے حوالے سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان کے مقدمے میں اور پہلی جلد کے آخر میں ایوب کے ترجمے میں اس موقف پر رد کیا ہے۔

بہرحال یہ اصول کسی کی توثیق ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔

(۲) توثیق راوی کے حوالے سے امام حاکم رحمہ اللہ کا تساہل: امام حاکم رحمہ اللہ کے ایک کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا موقف بھی یہی ہے جیسا کہ ایک حدیث کے بارے میں فرمایا: "صحیح الاسناد فان ابا صالح الخوزی وابا الملیح الفارسی لم یذکرا بالجرح انماهما فی عدد المجهولین لقلة الحدیث" یعنی: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، ابو صالح الخوزی اور ابو الملیح الفارسی کے بارے میں کوئی جرح مذکور نہیں ہے، یہ دونوں قلت حدیث کی وجہ سے مجہولین میں شمار ہوں گے۔

مذکورہ قول میں امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح الاسناد کہنے کے بعد ان رواۃ کے بارے میں یہ کہا کہ ان کے بارے میں کوئی جرح منقول نہیں ہے تو یہ تقریباً امام ابن حبان رحمہ اللہ والی بات ہی ہے، لہٰذا جس طرح امام ابن حبان رحمہ اللہ توثیق میں متساہل ہیں، اسی طرح امام حاکم رحمہ اللہ (۳۲۱ھ، ۴۰۵ھ) بھی متساہل ہیں۔ [1]

وہ بھائی خود بھی لکھتے ہیں:

جس راوی کو امام ابن حبان اکیلے ثقہ کہیں؟ تو ان کی توثیق تسلیم نہیں کی جاتی، کیونکہ یہ متساہل تھے۔ بغیر کسی دلیل کے مجہول راویوں کو بھی ثقہ کہہ دیتے ہیں۔

---

[1] ضوابط الجرح والتعدیل ۳۲، ۳۳، ۳٤.

ہوسکتا ہے میرے ان دلائل کو یہاں تک پڑھنے کے بعد وہ بھائی کہے کہ میں نے امام ابن حبان کے ساتھ دیگر متاخرین کے حوالے بھی دیئے ہیں، لہٰذا امام ابن حبان اکیلے نہ رہے۔

میری اس بھائی سے عرض ہے کہ میرے بھائی آپ ابھی جلدی نہ کریں، ذرا صبر کریں کیونکہ آپ کے ذکر کردہ اس راوی (محمد بن ابی احمد) کو متاخرین میں سب سے پہلے متساہل امام ابن حبان (۲۷۴ھ،۳۵۴ھ) نے ''کتاب الثقات'' میں ذکر کیا ہے، باقی متاخرین محدثین تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، بلکہ وہ متاخرین اس وقت تو عالم ارواح میں ہوں گے۔

بہر حال پتہ چلا کہ اس راوی کی صرف اکیلے متساہل امام ابن حبان نے توثیق کی ہے۔

لہٰذا سابقہ بیان کردہ سارے دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بقول علامہ البانی رحمہ اللہ، الشیخ ابوعبدالسلام عبدالرؤف بن عبدالحنان، فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ اور خود اس بھائی کے اپنے ہی قول کے کہ اکیلے متساہل امام ابن حبان کی توثیق قابل قبول نہیں۔ اور ہم بھی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں جیسا کہ آپ پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

اسی طرح علامہ البانی رحمہ اللہ نے متساہل امام ابن حبان کے بارے میں زبردست علمی اور سچی بات کی ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: راوی ابن ذکوان کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: میں اس کو نہیں جانتا یعنی مجہول ہے جب اس راوی ابن ذکوان کو ''جرح وتعدیل'' کے امام یحییٰ بن معین نہیں جانتے تو ابن حبان کو اس کی کیسے معرفت حاصل ہوگئی؟ [1]

اور متساہل امام ابن حبان کا ذاتی اصول بھی باطل ومردود ہے۔

جیسا کہ تفصیل گزشتہ صفحات پر گزر چکی ہے۔ اب ہم آتے ہیں متاخرین میں سے ساتویں صدی کے امام ضیاء مقدسی (۵۶۹ھ،۶۴۳ھ) کی طرف، جب ان سے تین

---

[1] الأحاديث الضعيفة، مترجم: ١/ ٧٧.

صدیوں پہلے والے متساہل امام ابن حبان کو اس راوی کی معرفت حاصل نہیں ہوسکی، تو امام ضیاء مقدسی کو بغیر دلیل کے کیسے پانچ یا چھ صدیوں بعد اس راوی کے حالات پر آگاہی ہوئی۔ غالباً امام ضیاء مقدسی نے متساہل امام ابن حبان کی توثیق پر اعتماد کیا ہے، ورنہ ان کے پاس باسند صحیح اگر کوئی دلیل ہوتی تو اسے نقل کرتے، اور یہی حال آٹھویں صدی کے متاخرین امام ہیثمی (۷۳۵ھ، ۸۰۸ھ) کا اور امام ابن کثیر (۷۰۰ھ، ۷۷۶ھ) کا اور نویں۔ صدی امام ابن حجر العسقلانی (۷۷۳ھ، ۸۵۲ھ) کا اور دسویں صدی حافظ سیوطی (۸۴۹ھ، ۹۱۱ھ) کا ہے کہ ان سب متاخرین کو کیسے اپنے سے پہلے کئی صدیوں گذرنے والے راوی کے حالات پر معرفت حاصل ہوئی۔ غالباً ان سب نے متساہل امام ابن حبان کی توثیق پر اعتماد کیا ہے، وگرنہ یہ سب متاخرین کوئی واضح دلیل بطور ثبوت نقل کرتے اور رہا اس بھائی کا چودھویں صدی کے الشیخ احمد شاکر رحمہ اللہ (۱۳۷۷ھ) کی توثیق پیش کرنا، اس کے بارے ہم صرف ''سبحان اللہ'' ہی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ کہاں پہلی، دوسری اور تیسری صدی کے متقدمین محدثین اور ان کے مقابلے میں چودھویں صدی کا اہل علم۔

تنبیہ:...... راقم الحروف نے متاخرین میں سے جو چودھویں اور پندرھویں صدی ہجری کے اہل علم کے اقوال نقل کیے ہیں، تو یہ متقدمین کی تائید میں پیش کیے ہیں۔ ان دونوں خود ساختہ اصولوں سے کسی اور کو کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو لیکن بریلوی حنفی اور دیوبندی حنفی ان دونوں باطل فرقوں کو ضرور فائدہ ہوگا۔

اس بات کو ہم تین مثالوں سے سمجھانے کی کوشش کریں گے ان شاء اللہ، نیز ہمارے اس بھائی کو متقدمین اور متاخرین کے درمیان فرق کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔ کہ کہاں متقدمین کا علم اور متاخرین تو ان کے اس علم کے فائدہ اٹھانے والے اور نقل کر کے ہم تک پہنچانے والے (یعنی صرف ناقلین) اور کہاں متقدمین کو علل الحدیث و رواۃ اور متون الحدیث میں معرفت حاصل ہونا اور کہاں متاخرین کا (بعض) رواۃ اور بعض اصول حدیث

(وغیرہ) میں ان کی مخالفت کرنا۔ الغرض متاخرین، متقدمین کے علم کو نہیں پہنچ پائے، بہرحال وضاحت پیش خدمت ہے۔

مثال ۱:...... امام ابن أبي شيبه (۲۳۵ھ) فرماتے ہیں:

”حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي صالح عن مالك (بن عياض) الدار، قال: وكان خازن عمر على الطعام، قال أصاب الناس قحط فى ذمن عمر، فجا رجل الى قبر النبى، فقال: يا رسول الله استسق لأمتك فانهم قد هلكوا، فاتى الرجل فى المنام فقيل له: ائت عمر فأقرئه السلام، وأخبره انكم مستقيمون وقل له: عليك الكيس، عليك الكيس، فأتى عمر فأخبره فبكى عمر ثم قال: يا رب لا آلو إلا ما عجزت عنه.“ ❶

”مالک الدار، عمر رضی اللہ عنہ کے شعبہ طعام میں خزانچی تھے بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوگئے، پس ایک شخص نبی علیہ السلام کی قبر کے پاس آ کر کہنے لگا: یا رسول اللہ اپنی امت کے لیے بارش طلب کریں کیونکہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہلاک ہو رہے ہیں، پس نبی علیہ السلام اس شخص کو خواب میں نظر آئے اور اس سے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اسے میرا سلام کہو اور اسے بتاؤ کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو: تم پر دانش مندی لازم

---

❶ مصنف ابن أبي شيبة: ٣٢٦٦٥۔ التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة: ص ٢٨٥۔ ودلائل النبوة للبيهقى، مترجم: ٧/ ٣٦٧۔ و الارشاد للخليلى: ص ٣١٣۔ و تاريخ دمشق لابن عساكر: ٤٤/ ٣٤٥۔ والبدايه والنهايه لابن كثير، مترجم: ٧/ ١٢٦۔ و تاريخ الاسلام للذهبى: ٢/ ٤٩٨۔ والاصابة فى تمييز الصحابة لابن حجر، مترجم: ٦/ ١٥٠۔ وفتح البارى شرح صحيح البخارى: ٢/ ٦٣٩ وغيرهم.

ہے تم پر دانش مندی لازم ہے۔ پس وہ شخص عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عمر رضی اللہ عنہ کو اس خواب کی خبر دی، تو عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر فرمایا: اے میرے رب! میں اسی کام میں کوتاہی کرتا ہوں جس سے میں عاجز آ جاتا ہوں۔''

درج بالا روایت ہمارے بعض بھائیوں کے خود ساختہ اصول کی روشنی میں ''حسن یا صحیح'' ہے۔ (راقم کی اس روایت پر تحقیق آگے آ رہی ہے)

ان لوگوں کے اس خود ساختہ اصولوں کی ایجاد سے بریلوی حنفیوں اور دیوبندی حنفیوں کے بدعقیدے کو تقویت دینے کے لیے چور دروازہ کھل گیا ہے اور ان شاء اللہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمام احناف علماء ان لوگوں کی کتابوں کے حوالے دے کر اپنے گندے عقیدے کے لیے راہ ہموار کریں گے۔ ہم ایسے خود ساختہ اصولوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اب اس روایت کی خود ساختہ اصولوں کی روشنی میں وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

اول:...... اس روایت کی سند میں ابو معاویہ راوی ''مدلس'' ہے لیکن اس نے ''التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ: ص ۲۸۵'' میں سماع کی صراحت کر دی ہے۔

دوم:...... الاعمش راوی بھی مدلس ہے۔ لیکن ہمارے بھائیوں کے ایک اور خود ساختہ اصول ''کثیر التدلیس اور قلیل التدلیس'' کی روشنی میں الاعمش کی ''عن'' والی روایت صحیح ہوتی ہے۔

کیونکہ الاعمش کا ''کثیر التدلیس'' ہونا متقدمین میں سے کسی سے بھی صراحتاً ثابت نہیں ہے، لہٰذا الاعمش راوی ''قلیل التدلیس'' ٹھہرا اور ان بھائیوں کے نزدیک ''قلیل التدلیس'' راوی کی ''عن'' والی روایت صحیح ہوتی ہے۔

سوم:...... متاخرین میں سے امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک ''الاعمش عن ابو صالح'' والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے، وضاحت ملاحظہ فرمائیں، امام ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳ھ، ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

”وهو يدلس، و ربما دلس عن ضعيف، ولا يدري به، فمتى قال حدثنا فلا كلام، ومتى قال "عن" تطرق إليه احتمال التدليس إلا في شيوخ له أكثر عنهم: كابراهيم وابن أبي وائل وأبي صالح السمان فإن روايته عن هذا الصنف محمولة على الاتصال.“

”اور وہ (الاعمش) تدلیس کرتا تھا اور بعض اوقات کسی ضعیف راوی کے حوالے سے تدلیس کر دیتا تھا، لیکن اسے اس کا پتا نہیں چلتا تھا، تو جب یہ (الاعمش) کہے: ”حدثنا“ تو اس بارے میں کوئی کلام نہیں ہوگا، لیکن جب یہ (الاعمش) کہے: ”عن“ تو اس میں تدلیس کا احتمال موجود ہوگا، سوائے ان شیوخ (اساتذہ) کے جن سے انہوں (الاعمش) نے کثرت سے روایت بیان کی ہے، جیسے ابراہیم (النخعی) ابو وائل (شقیق بن سلمہ) اور ابو صالح السمان تو اس قسم والوں سے ان کی روایت اتصال (تصریح سماع) پر محمول ہے۔“ [1]

اور مذکورہ روایت ”الاعمش عن ابی صالح“ ہی ہے۔ لہٰذا یہ روایت بعض الناس کے خود ساختہ اصولوں کے تحت ”حسن یا صحیح“ ہے۔

چہارم:...... ان بعض الناس کے خود ساختہ اصولوں کے تحت اس روایت کی سند میں مالک الدار کی توثیق ملاحظہ فرمائیں:

متاخرین میں سے امام الخلیلی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۴۶ھ) فرماتے ہیں: ”مالك الدار مولى عمر بن خطاب الرعا عنه: تابعي، قديم، متفق عليه، اثنى عليه التابعون، وليس بكثير الرواية.“ [2]

متاخرین میں سے متساہل امام ابن حبان رحمہ اللہ نے مالک الدار کا ذکر ”کتاب الثقات“

---

[1] ميزان الاعتدال، للذهبي: ٢/ ٢٢٤. [2] الأرشاد للخليلي: ١/ ١٩٠.

میں کیا ہے۔ [1] (یہ راوی کی توثیق ہے)

متاخرین میں سے امام ابن کثیر نے اس روایت کے بارے میں کہا ہے: "یہ سند صحیح ہے۔" [2]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی درج بالا عبارت سے بھی مالک الدار کی توثیق ثابت ہوتی ہے۔

متاخرین میں سے امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔" [3]

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی درج بالا عبارت سے مالک الدار کی توثیق ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اس راوی مالک الدار کے متعلق امام ابن سعد رحمہ اللہ (۱۵۸ھ، ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں: "وکان معروف" [4] لہٰذا یہ روایت "عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط والی" ان بعض الناس کے خود ساختہ اصولوں کی روشنی میں "حسن یا صحیح" ثابت ہوتی ہے۔

امید ہے ان شاء اللہ میرے بھائی اس تفصیل کو پڑھنے کے بعد اپنے خود ساختہ اصولوں "متقدمین ومتاخرین ومتساہلین کے درمیان فرق" اور "کثیر التدلیس وقلیل التدلیس کے درمیان فرق" پر نئے سرے سے غور کریں گے اور ان شاء اللہ اللہ کی رضا کے لیے اپنے اس خود ساختہ اصولوں سے رجوع کریں گے۔ اور صرف متقدمین محدثین کے اصول ومنہج کو اپنائیں گے۔

متقدمین محدثین واصول حدیث کی روشنی میں "عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط والی" روایت ضعیف ہے:

اس روایت کے ضعیف ہونے کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

---

[1] كتاب الثقات لابن حبان: ٤/ ١٢١، ت: ٥٣١٢.

[2] البدايه والنهايه لابن كثير، مترجم: ٧/ ١٢٧.

[3] فتح البارى شرح صحيح البخارى: ٢/ ٦٣٩.

[4] طبقات ابن سعد: ٥/ ١٢.

اول:...... اس روایت کی سند میں اعمش راوی متقدمین و متاخرین اور متساہلین محدثین اور اصول حدیث کی روشنی میں مدلس ہے اور ''عن'' سے روایت کر رہا ہے کسی کتاب میں سماع کی صراحت نہیں ہے۔

اعمش کے مدلس ہونے کے دلائل:

۱: امام شعبہ بن حجاج (۸۲ھ،۱۶۰ھ) فرماتے ہیں:

"كفتيكم تدليس ثلاثه: الأعمش وأبي إسحاق و قتادة." ❶

''میں تمہارے لیے تین (آدمیوں) کی تدلیس کے لیے کافی ہوں۔ اعمش، ابواسحاق اور قتادہ۔''

۲: امام ھشیم بن بشیر الواسطی (۱۰۴ھ،۱۸۳ھ) فرماتے ہیں:

"ان كبيريك قد دلسا الأعمش و سفيان." ❷

''بے شک دونوں بزرگ اعمش اور سفیان تدلیس کرتے تھے۔''

۳: امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ، ۲۴۱ھ) ایک حدیث اعمش عن ابی وائل کے بارے میں فرماتے ہیں:

"هـذا لـم يسمعه هشيم من الأعمش ولا الأعمش سمعه من ابى وائل" ❸

''نہ اسے ھشیم نے اعمش سے سنا ہے اور نہ اعمش نے اسے ابووائل سے سنا ہے۔''

۴: امام یحیٰ بن سعید القطان (۱۲۰ھ، ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں: ''میں نے اعمش سے ''عن مجاہد'' احادیث لکھیں، یہ تمام روایات مجاہد کی طرف منسوب ہیں، اعمش نے انہیں نہیں

---

❶ جزء مسئلة التسمية: ص ٤٧، إسناده صحيح.

❷ الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى: ٨/ ٤٥٢، إسناده صحيح.

❸ كتاب العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ٢/ ٢٥٢، ت ٢١٥٥.

سنا۔ (یعنی تدلیس کی ہے)۔ ❶

۵: امام ابوزرعہ رازی (۲۰۰ھ،۲۶۴ھ) فرماتے ہیں:

"الأعمش ربما دلس." ❷

۶: امام ابوحاتم رازی (۱۹۵ھ، ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

"أن الأعمش قليل السماع من مجاهد و عامة ما يروى عن مجاهد مدلس." ❸

''اعمش کا مجاہد سے سماع بہت تھوڑا ہے، اور ان کی مجاہد سے عام مرویات تدلیس شدہ ہیں۔''

۷: امام یعقوب بن سفیان الفسوی (المتوفی ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

تحقیق ان راویوں کا ذکر جو تدلیس کرتے تھے، پھر آپ نے ''اعمش'' کا ذکر کیا۔'' ❹

۸: امام عثمان بن سعید الدارمی (المتوفی ۲۸۰ھ) فرماتے ہیں:

''اعمش ''تدلیس تسویہ'' بھی کرتے تھے یعنی ضعیف راویوں کو سند کے درمیان سے گرا دیتے تھے۔'' ❺

۹: متساہل امام ابن حبان (۲۷۴ھ،۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

"الثقات المدلسون الذين كانوا يدلسون فى الأخبار مثل قتادة و يحي بن أبي كثير والأعمش......" ❻

---

❶ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۱/ ۲۱۱.

❷ علل الحديث لابن أبي حاتم: ۱/ ۲۰۲.

❸ علل الحديث لابن أبي حاتم: ۲/ ۵۲٤، ح ۲۱۱۹.

❹ كتاب المعرفة والتاريخ الفسوى:۳/ ۱۲ . ❺ تاريخ عثمان بن سعيد الدارمى: ۹۵۲.

❻ كتاب المجروحين لابن حبان: ۱/ ۹۱.

"وہ ثقہ مدلس راوی جو اپنی احادیث میں تدلیس کرتے تھے، مثلاً قتادہ، یحییٰ ابن ابی کثیر، اعمش۔"

۱۰: متساہل امام ابن خزیمہ (۲۲۳ھ، ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

"بے شک اعمش تدلیس کرتا تھا۔" ❶

۱۱: امام ابن عبدالبر (۳۶۸ھ، ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

"وقالوا: لا يقبل تدليس الأعمش، لأنه إذا وقف أحال على غير ملئ يعنون على غير ثقة، إذا سالته عمن هذا؟ قال: عن موسى بن طريف وعباية بن ربعي والحسن بن ذكوان." ❷

"اور انہوں (محدثین) نے فرمایا: اعمش کی تدلیس غیر مقبول ہے کیونکہ انہیں جب (معنعن روایت میں) پوچھا جاتا تو غیر ثقہ کا حوالہ دیتے تھے۔ جب آپ سے پوچھا جاتا کہ یہ روایت کس سے ہے؟ تو آپ کہتے: موسیٰ بن طریف سے، عبایہ بن ربعی سے اور حسن بن ذکوان سے۔"

۱۲: امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳ھ، ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

"لأنه لا يلزم من كون رجاله ثقات أن يكون صحيحاً، لأن الأعمش مدلس ولم يذكر سماعه من عطاء......" ❸

کیونکہ کسی سند کے راویوں کا ثقہ ہونا صحیح ہونے کو لازم نہیں ہے، چونکہ اعمش مدلس ہے اور اس نے عطاء سے اپنا سماع (اس حدیث میں) ذکر نہیں کیا۔

۱۳: امام اعمش نے اپنے مدلس ہونے کا خود اعتراف کیا ہے۔ امام خطیب بغدادی (۳۹۲ھ، ۴۶۳ھ) نے (امام محمد بن عبداللہ) ابن عمار سے ایک روایت نقل کی ہے

---

❶ كتاب التوحيد لابن خزيمة: ص ٣٨. ❷ التمهيد لابن عبدالبر: ١/ ٣٠.

❸ التلخيص الحبير لابن حجر: ٣/ ١٩.

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو معاویہ نے اعمش کو "ہشام عن سعید العلاف عن مجاہد" ایک روایت سنائی۔ جس کو سننے کے بعد اعمش نے "عن مجاہد" روایت کر دیا اور بعد میں اعتراف کیا کہ میں نے اسے ابو معاویہ سے سنا ہے۔ ❶

۱۴: امام عیسیٰ بن یونس نے عن الأعمش عن مجاہد عن ابن عباس کی سند سے ایک حدیث بیان کی، تو اعمش سے کہا گیا آپ نے مجاہد سے (یہ حدیث) سنی ہے؟ تو اعمش (سلیمان بن مہران ۶۱ھ، ۱۴۸ھ) نے فرمایا: نہیں مجھ سے یہ حدیث لیث بن ابی سلیم (ضعیف و مدلس راوی) نے بیان کی ہے۔ ❷

۱۵: امام ذہبی (۶۷۳ھ، ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: اور وہ (اعمش) تدلیس کرتا تھا اور بعض اوقات کسی ضعیف راوی کے حوالے سے تدلیس کر دیتا تھا، لیکن اسے اس کا پتا نہیں چلتا تھا۔ ❸

۱۶: امام صلاح الدین ابی سعید بن خلیل بن کیکلائی العلائی (المتوفی، ۷۶۱ھ) ❹

۱۷: امام ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین العراقی (المتوفی، ۸۰۶ھ) ❺

۱۸: امام برہان الدین الحلبی (المتوفی ۸۴۱ھ) ❻

۱۹: امام عثمان بن عبدالرحمٰن المعروف ابن الصلاح (۵۷۷ھ، ۶۴۳ھ) ❼

۲۰: امام ابن کثیر (۷۰۰ھ، ۷۷۴ھ) ❽

---

❶ الكفاية في علم الرواية للخطيب: ص ۳۱۲، إسناده صحيح.

❷ مسند ابن الجعد: ص ۱۲۹، إسناده صحيح.

❸ ميزان الاعتدال للذهبي: ۲/ ۲۲٤.

❹ جامع التحصيل في احكام المراسيل: ۱۰۱، ۱۰۲.

❺ كتاب المدلسين: ۲۵.

❻ التبين الاسماء المدلسين: ص ۱۰۵.

❼ مقدمة ابن الصلاح: ص ۳۵.

❽ اختصار علوم الحديث لابن كثير: ص ٤٥.

اعمش عن ابی صالح والی روایات میں تدلیس کا ثبوت:

۲۱: امام سفیان بن سعید الثوری (۹۷ھ، ۱۶۱ھ) ایک حدیث ''اعمش عن ابی صالح'' کے متعلق فرماتے ہیں:

"حديث "الأعمش عن أبي صالح" الامام ضامن، لا أراه سمعه من أبي صالح." ❶

''اعمش کی ابو صالح سے الامام ضامن والی حدیث، میں نہیں سمجھتا کہ انہوں (اعمش) نے اسے ابوصالح سے سنا ہے۔''

۲۲: امام علی بن المدینی (۱۶۱ھ، ۲۳۴ھ) ایک حدیث ''اعمش عن ابی صالح'' کے بارے میں فرماتے ہیں:

"أنه لم يثبت حديث أبى صالح عن أبى هريرة." ❷

''حدیث (اعمش عن) ابی صالح عن ابی ہریرہ ثابت نہیں ہے۔''

۲۳: متساہل امام ابن خزیمہ (۲۲۳ھ، ۳۱۱ھ) اعمش عن ابی صالح ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

اسے اعمش نے ابو صالح سے سنا ہے اور اس میں تدلیس نہیں کی اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سند کے ساتھ صحیح ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ❸

پتہ چلا کہ متساہل امام ابن خزیمہ بھی اعمش عن ابی صالح کی تدلیس کے قائل تھے۔

۲۴: امام ابوالفضل محمد بن ابی الحسین احمد بن محمد بن عمار الہروی (المتوفی ۳۱۷ھ) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

❶ الجرح والتعديل لابن أبى حاتم: ١/ ١٠٤، إسناده صحيح.

❷ سنن ترمذی: ٢٠٧، إسناده صحيح.

❸ كتاب التوحيد، لابن خزيمة: ١/ ١٦٣، ح ١٣٥.

"والأعمش كان صاحب تدليس فربما أخذ عن غير الثقات." ❶

''اور اعمش تدلیس کرنے والے تھے، وہ بعض اوقات غیر ثقہ سے روایت لیتے (یعنی تدلیس کرتے) تھے۔''

۲۵: ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ المعروف طحاوی حنفی (۲۳۷ھ، ۳۲۱ھ) نے ''اعمش عن ابی صالح'' والی روایت پر تدلیس کا اعتراض نقل کیا ہے اور پھر ضعیف سند سے سماع کی تصریح سے استدلال کیا ہے۔ ❷

۲۶: امام دارقطنی (۳۰۶ھ، ۳۸۵ھ) اعمش عن ابی صالح والی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ولعل الأعمش دلسه عن حبيب وأظهر اسمه مرة، والله اعلم" ❸

''اور شاید اعمش نے حبیب (بن ابی ثابت) سے تدلیس کی اور ایک مرتبہ اس کا نام ظاہر کر دیا۔'' واللہ اعلم

۲۷: متساہل امام حاکم (۳۲۱ھ، ۴۰۵ھ) ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لم يسمع هذا الحديث الأعمش من أبي صالح." ❹

''اعمش نے یہ حدیث ابو صالح سے نہیں سنی۔''

۲۸: متساہل امام بیہقی (۳۸۴ھ، ۴۵۸ھ) اعمش عن ابی صالح کی ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

❶ علل الاحاديث فى كتاب الصحيح لمسلم: ص ١٣٨، ح ٣٥.

❷ مشكل الآثار للطحاوی: ٥/ ١٧٢، ح ١٨١٩.

❸ كتاب العلل للدارقطنی: ١٠/ ٩٥، ح ١٨٨٨.

❹ معرفة علوم الحديث للحاكم: ص ٣٥.

وهذا الحديث لم يسمعه الأعمش باليقين من أبي صالح . "❶

''اور یہ حدیث اعمش نے یقیناً ابوصالح سے نہیں سنی۔''

۲۹: امام ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالملک بن یحییٰ حمیری المعروف ابن القطان (المتوفی ۶۲۸ھ) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ومعنعن الأعمش عرضة لتبين الإنقطاع فإنه مدلس . "❷

''اور اعمش کی عن والی روایت انقطاع نشانہ ہے کیونکہ وہ مدلس تھے۔''

۳۰۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن مری المعروف نووی (۶۳۱ھ، ۶۷۶ھ) نے اعمش عن ابی صالح والی ایک حدیث کے بارے میں فرمایا:

"والأعمش مدلس والمدلس إذا قال عن لا يحتج به إلا إذا ثبت السماع من جهة أخرى...... . "❸

''اور اعمش مدلس تھے اور مدلس اگر عن سے روایت کریں تو وہ حجت نہیں ہوتی مگر یہ کہ دوسری سند سے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔''

حاصل کلام یہ ہے کہ اعمش راوی ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی ہیں اور روایت معنعن ہے۔ نیز امام ذہبی کی ''اعمش عن ابی صالح'' والی روایات کو سماع پر محمول والی بات اصول حدیث و متقدمین محدثین کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہے جیسا کہ دلائل آپ گزشتہ صفحات پر پڑھ چکے ہیں۔

دوم: اس روایت کی سند میں مالک الدار راوی مجہول ہے، کیونکہ متساہلین و متاخرین کی توثیق اصول حدیث و متقدمین محدثین کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہے۔ امام بخاری نے اس راوی کا ذکر بغیر جرح و تعدیل کے کیا ہے۔❹ اور ایسا راوی مجہول ہوتا ہے۔

---

❶ السنن الکبریٰ للبیهقی: ۱/ ۴۳۰ ❷ بیان الوهم والایهام: ۲/ ۴۳۵، ح ۴۴۱.

❸ شرح صحیح مسلم النووی: ۱/ ۲۵۷ . ❹ التاریخ الکبیر للبخاری: ۷/ ۱۸۲ .

(لیکن اگر متقدمین میں سے کوئی ایک معتبر محدث اس راوی کی توثیق کر دے تو پھر قابل حجت ہے)۔

اسی طرح امام ابن ابی حاتم (۲۴۰ھ، ۳۲۷ھ) نے بھی اس راوی کا ذکر بغیر جرح و تعدیل کیا ہے۔ [1] اور ایسا راوی بھی مجہول ہی ہوتا ہے جیسا کہ امام ابن ابی حاتم کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے۔ [2] (لیکن اگر متقدمین میں سے کوئی ایک معتبر محدث اس راوی کی توثیق کر دے تو پھر قابل حجت ہے)۔

ہمارے بھائیوں کی مزید تسلی کے لیے محدث العصر ارشاد الحق اثری ﷾ کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔ محدث العصر ارشاد الحق اثری ﷾ لکھتے ہیں:

امام بخاری اور امام ابن ابی حاتم کا سکوت:

بعض کہتے ہیں کہ وہ راوی جن کے بارے میں امام بخاری یا امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ اپنی کتابوں میں ذکر کر دیں اور خاموشی اختیار کریں اور کوئی جرح یا توثیق نہ کریں۔ بعض نے یہ سمجھا ہے کہ ان کی خاموشی اس راوی کی توثیق وتعدیل ہے۔ اگر جرح ہوتی تو بیان کرتے۔ لیکن یہ اصول درست نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے راوی ایسے ہیں جن پر انہوں نے سکوت کیا ہے اور بعد کے محدثین (مثلاً حافظ ابن حجر، ابن القطان رحمہ اللہ وغیرہ) ان رواۃ کو مجہول کہتے ہیں، مثال کے طور پر دیکھیے: محمد بن محبب کے بارے میں میزان الاعتدال میں حافظ ذہبی کے لفظ ہیں:

"بیض له ابن ابی حاتم فهو مجهول"

یہی الفاظ عبدالاعلیٰ الجعفی کے بارے میں کہے ہیں کہ

"بیض له ابن ابی حاتم فهو مجهول."

---

[1] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٨/ ٢٤٢

[2] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ٣٢٤.

بلکہ ایسے راوی بھی موجود ہیں جن کے بارے میں التاریخ الکبیر یا الجرح والتعدیل میں سکوت ہے لیکن ابن ابی حاتم کی علل یا امام بخاری رحمہ اللہ کی ضعفاء میں ان پر جرح موجود ہے۔ مثال کے طور پر اسباط بن زرعہ پر ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے الجرح والتعدیل میں خاموشی اختیار کی لیکن العلل میں اس کو مجہول کہا۔

اسی طرح عبداللہ بن محمد بن عجلان کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الکبیر میں اس پر کوئی جرح وتعدیل نہیں کی۔ لیکن کتاب الضعفاء میں لا یتابع علیہ کہا۔

اسی طرح عبداللہ بن معاویہ بن عاصم کے بارے میں التاریخ الکبیر میں سکوت کیا، لیکن التاریخ الصغیر جواب التاریخ الاوسط کے نام سے بھی چھپی۔ اس میں منکر الحدیث قرار دیا۔

اسی طرح عبداللہ بن یعلی الہندی کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الکبیر میں سکوت اختیار کیا اور ضعفاء میں کہا کہ "فیہ نظر" جو کہ امام بخاری کی سخت جرح ہے۔

بہر حال دونوں اعتبار سے جب ہم قاعدے کا جائزہ لیتے ہیں، امام بخاری اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے راوی کے ذکر کے بعد سکوت اختیار کیا تو کیا وہ ثقہ سمجھا جائے گا؟ تو بعض نے کہا ثقہ سمجھا جائے گا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ مجہول ہی ہے۔ حافظ ذہبی، ابن حجر، ابن کثیر رحمہم اللہ ایسے راوی کو مجہول ہی سمجھتے ہیں۔ بلکہ خود امام بخاری اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کی اپنی ہی شہادتیں اس بارے میں موجود ہیں ایک جگہ راوی پر سکوت ہے اور دوسرے مقام پر اس راوی پر جرح موجود ہوتی ہے۔ [1]

محدث العصر ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے الحمد للہ راقم کی بات کی تائید کی ہے کہ امام بخاری اور امام ابن ابی حاتم جس راوی پر سکوت کرے وہ مجہول ہی ہے۔ نیز علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی مالک الدار راوی کو مجہول کہا ہے، ملاحظہ فرمائیں، علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

کہ ہم اس قصہ (عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط والے) کو صحیح تسلیم کرنے سے انکار کرتے

---

[1] ضوابط الجرح والتعدیل: ص ٦٣ تا ٦٦.

ہیں کیونکہ مالک الدار عدالت وضبط میں غیر معروف ہے اور ہر صحیح سند کے لیے یہ دو شرطیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں جیسا کہ اصول حدیث میں یہ بات تسلیم شدہ ہے۔ ابن ابی حاتم نے ''الجرح والتعدیل'' (۴/۱۔۲۱۳) میں اسے ذکر کیا ہے اور مالک الدار سے اس ابوصالح کے سوا کوئی اور راوی ذکر نہیں کیا، گویا اس سے وہ یہ بات باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ مجہول ہے اس کی اس بات سے بھی تائید ہوتی ہے کہ امام ابن ابی حاتم نے وسعت حفظ و اطلاع کے باوصف کسی سے اس کی توثیق ذکر نہیں کی، جس کا معنی یہ ہے کہ یہ فی الواقع مجہول ہے۔

یہ ایک دقیق علم ہے اس کے اسرار و معارف کو صرف وہی جان سکتا ہے جس نے اس فن میں خوب محنت کی ہو۔ میرے موقف کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حافظ منذری نے ''ترغیب'' (۲/۴۱۔۴۲) میں بروایت مالک الدار از عمر رضی اللہ عنہ ایک اور قصہ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور مالک دار تک اس کے راوی ثقہ ومشہور ہیں، البتہ مالک دار کو میں نہیں پہچانتا۔ علامہ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد: (۳/۱۲۵) میں بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

اس تحقیق سے صاحب کتاب ''التوصل'' (۲۵۱) غافل رہے ہیں اور حافظ کے ظاہر کلام سے دھوکا کھا کر انہوں نے یہ صراحت کر دی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور کہا ہے کہ اس میں سوائے اس کے اور کوئی علت نہیں کہ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ "جاء رجل" (ایک آدمی آیا) اور انہوں نے اس روایت پر اعتماد کر لیا ہے جس میں اس شخص کا نام بلال بن حارث مذکور ہے، لیکن اس کی سند میں ''سیف'' (سخت مجروح راوی) ہے جس کا حال ہم قبل بیان کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ اس اثر میں کوئی بڑا فائدہ نہیں ہے، کیونکہ یہ بالکل ضعیف ہے اور مالک دار اس میں مجہول ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے۔ [1]

تنبیہ: ...... امام ابن سعد کا مالک الدار کے متعلق "وکان معروف" کہنا، ان کا

---

[1] وسیلہ کے انواع واحکام: ص ۱۵۳، ۱۵۴۔

علمی تساہل ہے اور علم الرجال کے ماہر امام بخاری اور امام ابن ابی حاتم کے مقابلے میں مردود و باطل ہے۔

سوم: اس روایت کی سند میں "فجا رجل" کی توثیق ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

لہٰذا جس روایت میں تین علتیں ہوں اس روایت کے ضعیف ہونے میں کوئی شک نہیں۔

مثال۲:...... عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بیٹا! جب میں مر جاؤں تو میرے سر کے پاس سورۃ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا، بلاشبہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ [1]

اس روایت کی سند میں راوی عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج ''مجہول'' ہے، امام بخاری نے اس راوی کا ذکر ''جرح وتعدیل'' کے بغیر کیا ہے۔ [2] اور اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے بھی اس راوی کا ذکر ''جرح وتعدیل'' کے بغیر کیا ہے۔ [3] اور ایسا راوی ان دونوں محدثین کے نزدیک مجہول ہی ہوتا ہے جیسا کہ وضاحت پچھلے صفحات پر گزر چکی ہے۔

لہٰذا متساہل ومتاخرین میں سے امام حبان اور امام ہیثمی کا اس راوی کی توثیق کرنا، ان متقدمین کے مقابلے میں باطل و مردود ہے۔ اسی لیے امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اس راوی کو ''مقبول'' یعنی مجہول ہی کہا ہے بلکہ الشیخ شعیب الارنووط اور الدکتور بشار عواد معروف نے کہا: یہ مجہول ہے۔ [4]

مثال۳:...... نبی علیہ السلام کے پاس لکڑی کا ایک پیالا تھا، جس میں آپ علیہ السلام پیشاب کرتے تھے، پھر اسے چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا۔ ایک برکتہ نامی عورت آئی، وہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے

---

[1] مجمع الزوائد: ۳/ ٤٤۔ والسنن الكبرىٰ للبيهقي: ٤/ ٥٦، ٥٧.

[2] التاريخ الكبير للبخاري: ٥/ ٢٠٥.

[3] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٥/ ٣٣١.

[4] تحرير تقريب التهذيب: ٣/ ٣٤٢.

ساتھ حبشہ سے آئی تھی، اس لیے وہ (پیشاب کا) پیالا نوش کر لیا، زینب رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: میں نے اسے پی لیا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا: تو نے آگ سے بچاؤ حاصل کر لیا ہے۔ یا فرمایا: ڈھال بنا لی ہے یا اس طرح کی کوئی بات کہی۔ [1]

اس روایت کی تصحیح متساہلین و متاخرین محدثین مثلاً امام ابن حبان، امام حاکم، امام نووی، امام ذہبی نے کی ہے۔ جب کہ اس روایت کی سند میں ''حکیمہ بنت امیمہ'' لا تعرف یعنی مجہولہ ہے جیسا کہ امام ابن حجر العسقلانی نے کہا ہے۔ [2]

متقدمین محدثین میں سے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی لہٰذا یہ پیشاب پینے والی روایت ضعیف ہے۔ راقم الحروف طوالت سے بچتے ہوئے ان تین مثالوں پر اکتفا کرتا ہے اور ان دو روایتوں پر تبصرہ ان بعض الناس وعوام الناس پر چھوڑتا ہے۔

محمد بن ابی احمد مولی زید بن ثابت راوی کے متعلق ایک ضروری وضاحت:

ہم نے عنوان ''متقدمین محدثین اور متاخرین و متساہلین محدثین کے درمیان فرق'' میں اس بھائی کی ''مثال نمبر ۱'' میں راوی محمد بن ابی احمد مولیٰ زید بن ثابت کے متعلق عرض یہ کرنا ہے کہ اس نام کا کوئی راوی اسماء الرجال کی کتب میں نہیں ہے، بلکہ راوی کا اصل نام ''محمد بن ابی محمد مولیٰ زید بن ثابت'' ہے، اور ہم اس بھائی کے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں کہ یہ غلطی اس بھائی سے نہیں بلکہ کمپوزر سے ہوئی ہے لہٰذا وہ بھائی اپنی کتاب میں اس راوی کے نام کی تصحیح کر لیں نیز اصل راوی جو ''محمد بن ابی محمد مولیٰ زید بن ثابت'' ہے اور یہ بھی مجہول ہے۔ کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس راوی کا ذکر ''جرح و تعدیل'' کے بغیر کیا ہے۔ [2] اور

---

[1] الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم: ٣٣٤٢۔ والمعجم الكبير للطبراني: ٢٤/ ١٨٩۔ وصحيح ابن حبان: ٣/ ٢٩٣۔ والسنن الكبرى للبيهقي: ٧/ ٦٧۔ والاستيعاب لابن عبدالبر: ٤/ ٢٥١ .

[2] تحرير تقريب التهذيب: ٤/ ٤١٠ .

[2] التاريخ الكبير للبخاري: ١/ ٢٢٧ .

ایسا راوی مجہول ہوتا ہے، اور اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے بھی اس راوی کا ذکر ''جرح وتعدیل کے بغیر کیا ہے۔ [1] اور ایسا راوی بھی مجہول ہی ہوتا ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات پر گزر چکا ہے۔

نیز امام ذہبی محمد بن ابی محمد مولیٰ زید بن ثابت کے بارے میں فرماتے ہیں: "لا یعرف" یعنی مجہول ہے۔ [2] اور امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ اس راوی کے متعلق کہتے ہیں: ''مجہول'' [3] اسی طرح محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے متساہل امام ابن حبان وغیرہ کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ''محمد بن ابی محمد مولیٰ زید بن ثابت مجہول ہے۔'' [4] بلکہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا: امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کا اس (محمد بن ابی محمد راوی) کی روایت کو ''إسنادہ حسن کہنا'' (فتح الباری: ۷/۳۳۲) عجیب ہے۔ جب کہ محمد بن ابی محمد مولیٰ زید بن ثابت کو خود انہوں نے مجہول کہا ہے۔ [5] راقم کے استاد محترم شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی اس راوی کے بارے میں فرمایا: ''محمد بن ابی محمد: مجہول (تق: ۶۲۷۶) وثقہ ابن حبان وحدہ'' [6]

تنبیہ: ہر اہل علم کی ہر بات جو اصول حدیث و متقدمین کے موافق ہو وہ قابل حجت ہے اور جو مخالف ہو وہ نا قابل حجت ہے۔

بہر کیف متقدمین کے مقابلے میں متاخرین و متساہلین کی توثیق باطل و مردود ہے۔

ہمارے اس بھائی کی ''مثال نمبر۲ اور مثال نمبر۳'' کا حال بھی ''مثال نمبر۱'' کی طرح ہے، طوالت کی وجہ سے ہم ''مثال نمبر۱'' کے جواب پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

نیز ہمارے اس بھائی کا یہ کہنا: ''کیونکہ متاخرین اور متقدمین کا یہ فرق درست نہیں ہے۔'' اس بھائی کی یہ بات متقدمین کے منہج و اصول حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے

---

[1] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٨/ ١٠٢ . [2] ميزان الاعتدال للذهبي: ٤/ ٢٦ .
[3] تقريب التهذيب لابن حجر: ص ٣١٧ . [4] ضعيف أبي داؤد: ٢/ ٤٣٠ .
[5] ضعيف أبي داؤد: ٢/ ٤٣١ .
[6] انوار الصحيفة في الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة: ص ١٠٩ .

سراسر غلط اور باطل ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات پر دلائل گزر چکے ہیں امید ہے کہ ان شاء اللہ ہمارے اس بھائی کو سمجھ آ گئی ہوگی کہ ''متاخرین اور متقدمین میں فرق کرنا، لازم وضروری ہے۔'' کیونکہ متقدمین اس علم کے بانی ہیں اور متاخرین تو صرف اور صرف ناقلین ہیں، دونوں کس طرح برابر ہو سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب میں عنوان خود ساختہ اصول ''تساہل + تساہل'' کا تحقیقی جائزہ ضرور پڑھیں ان شاء اللہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ''متاخرین اور متقدمین میں فرق نہ سمجھنا'' یہ ظلم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی فکر وسوچ سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (آمین)

کثیر التدلیس اور قلیل التدلیس کے درمیان فرق:

بعض الناس نے یہ خود ساختہ اصول اپنایا ہوا ہے کہ کثیر التدلیس کی عن والی روایت قبول نہیں لیکن قلیل التدلیس کی عن والی روایت قابل حجت ہے ان کا یہ خود ساختہ اصول متقدمین میں سے کسی سے بھی صراحتاً ثابت نہیں ہے بلکہ متقدمین کے اصول ومنہج کے مطابق راوی کثیر التدلیس ہو یا قلیل التدلیس ہو اس کی عن والی روایت مردود ہوتی ہے اور اگر وہ سماع کی صراحت کر دے تو پھر قابل حجت ہوتی ہے۔ تفصیل سے بیان کرنے کا یہ موقع محل نہیں ہے۔ ان شاء اللہ اس موضوع کو الگ سے لکھنے کا ارادہ ہے۔

راقم کے استاد محترم شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس خود ساختہ اصول کا تفصیلاً زبردست رد کیا ہے۔ [1] بہر حال اس خود ساختہ اصول کے باطل ومردود ہونے کے لیے بطور ایک مثال اسی کتاب کا عنوان ''اعمش کے مدلس ہونے کے دلائل'' اور دوسرا عنوان ''اعمش عن ابی صالح والی روایات میں تدلیس کا ثبوت'' پڑھ لیں، تاکہ عوام الناس کو اس بات کا بخوبی علم ہو جائے کہ متقدمین وغیرہ کے ہاں کثیر التدلیس اور قلیل التدلیس کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا راوی کثیر التدلیس ہو یا قلیل التدلیس، اس کی ''عن'' والی روایت مردود

---

[1] مقالات: ٦/ ٢٠١ تا ٢٤٨.

ہی ہوتی ہے۔ ہمارے ان بھائیوں کا ''کثیر التدلیس اور قلیل التدلیس کے درمیان فرق کرنا'' ظلم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان بھائیوں کے اس خودساختہ اصول کے شر سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

مرسل خفی اور تدلیس کے درمیان فرق:

بعض الناس نے یہ خود ساختہ اصول اپنایا ہوا ہے کہ مرسل خفی اور تدلیس کے درمیان فرق ہے یعنی مرسل خفی الگ چیز ہے اور تدلیس الگ چیز ہے لیکن ان کا یہ خودساختہ اصول متقدمین میں سے کسی سے بھی صراحتاً ثابت نہیں ہے بلکہ متقدمین و متاخرین وغیرہ کے اصول و منہج کے مطابق مرسل خفی اور تدلیس دونوں ایک ہی چیز ہیں لہٰذا ان بعض الناس کا ''مرسل خفی اور تدلیس کے درمیان فرق کرنا'' ظلم عظیم ہے ہم ان بعض الناس کے اس خودساختہ اصول کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ (آمین)

بعض الناس کے اس خود ساختہ اصول کے تفصیلی رد کے لیے اسی کتاب کا عنوان ''مدلس اور مرسل خفی'' پڑھے۔

جب راوی کے متعلق جرح وتعدیل میں تعارض آ جائے؟

ہر وہ راوی جس کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے یعنی کچھ محدثین نے ضعیف کہا ہے، اور کچھ محدثین نے ''ثقہ'' کہا ہے، تو ایسی صورت میں جس طرف جمہور محدثین ہوں گے اس کو لے لیا جائے گا، اور بعض محدثین کی رائے ان جمہور محدثین کے مقابلے میں قبول نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ راوی کی توثیق اور تضعیف کا فیصلہ متقدمین محدثین کے مابین ہو کیونکہ ہمارے بعض بھائیوں کا جمہور بنانے کا طریقہ کار غلط ہے، وہ اس طرح کرتے ہیں کہ ایک راوی پر متقدمین محدثین میں سے پانچ محدثین نے جرح کی ہے اور چار متقدمین محدثین نے توثیق کی ہے۔ نیز متاخرین محدثین میں سے بھی تین نے توثیق کی ہے لہٰذا ہمارے بھائی چار متقدمین محدثین اور تین متاخرین محدثین کو ملا کر جمہور بنا لیتے ہیں، حالانکہ متاخرین

محدثین تو صرف ناقلین ہیں ان کو ساتھ ملانے کا فائدہ (بطور تائید) اس وقت ہوگا جب راوی کے بارے میں فیصلہ متقدمین محدثین کے درمیان ہوگا اور اگر جمہور متقدمین محدثین نے تضعیف کی ہے اور بعض یعنی تین متاخرین محدثین نے بھی تضعیف کی ہے تو پھر ان کے اقوال کو لے لیا جائے گا، اصل فیصلہ پھر بھی جمہور متقدمین محدثین کا ہی ہے، متاخرین تو صرف ناقلین ہیں، پس چار متقدمین محدثین اور تین متاخرین محدثین ملا کر جمہور بنانے کا طریقہ غلط ہے، بہرحال صحیح طریقہ یہ ہے کہ ایک راوی پر متقدمین محدثین میں سے پانچ نے ''جرح'' اور چار متقدمین محدثین نے ''تعدیل'' کی ہے، تو حقیقت میں جمہور متقدمین محدثین کے مطابق وہ راوی ضعیف ہے۔ (یعنی چار کے مقابلے میں پانچ محدثین کا فیصلہ) متاخرین محدثین میں سے اگر کسی کا قول ان پانچ متقدمین محدثین کے مطابق ہے تو وہ لے لیا جائے گا، اور اگر مخالف ہے تو وہ چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ متاخرین تو صرف اور صرف ناقلین ہیں، بہرکیف راقم کی تحقیق میں ہر وہ راوی جس پر جمہور متقدمین محدثین نے (بمقابلہ متقدمین محدثین) تضعیف کی ہے، وہ ضعیف ہے۔ اسی طرح ہر وہ راوی جس کی جمہور متقدمین محدثین نے (بمقابلہ متقدمین محدثین) توثیق کی ہے، وہ ثقہ ہے۔ ہمارے ان دلائل کے مقابلے میں بعض الناس کا یہ کہنا: ''جمہوریت غلط ہے، خواہ الیکشن میں ہے یا تحقیق رواۃ میں۔ یہ اصول ہی باطل ہے کہ جس کو زیادہ ثقہ کہیں وہ ثقہ ہے۔ ۵ کے مقابلے میں ٦ زیادہ ہیں، لہٰذا ٦ کی بات مانی جائے گی۔ یہ کوئی اصول نہیں ہے۔ حقیقت میں راوی ثقہ ہو اور اس کو اتفاقاً اکثر محدثین بھی ثقہ کہہ رہے ہیں اور بعض متاخرین اہل علم نے لکھا بھی ہو کہ ''وثقه الجمهور'' تو اس سے یہ اصول وضع کر لینا کہ ہر جگہ جمہور کی بات مانی جائے گی، درست نہیں ہے۔'' سراسر غلط اور مردود ہے۔ راقم کہتا ہے ان بعض الناس کے اس خودساختہ اصول سے اسماء الرجال وجرح وتعدیل کا علم مذاق بن کر رہ جائے گا اور ''ثقہ'' راوی ''ضعیف'' اور ''ضعیف'' راوی ''ثقہ'' بن جائے گا اور بدعتیوں کے لیے بدعت جاری کرنے

کا ایک نیا دروازہ کھل جائے گا نیز المعروف احناف کے کئی باطل مسائل صحیح ثابت ہو جائیں گے ہماری ان بعض الناس سے گذارش ہے کہ اپنے ان خود ساختہ اصولوں کے چور دروازے کو بند کر دیں، ورنہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دو گے؟

بعض الناس کے اس خود ساختہ اصول" کہ ہر جگہ جمہور کی بات مانی جائے گی، درست نہیں ہے۔" کے رد پر مختصراً مگر جامع راقم کی کتاب "کیا خصی جانور کی قربانی سنت ہے؟" (ص ۵۴: ۵۵) پڑھے ان شاء اللہ عوام الناس کو اس بات کا بخوبی علم ہو جائے گا کہ بعض الناس کا اس خود ساختہ اصول کے ذریعے اپنی مرضی کی روایت کو صحیح قرار دینا اور جو روایت اپنی مرضی کے خلاف ہو اسے ضعیف قرار دینا ہے، ایسا کر کے یہ بعض الناس دین اسلام کی کون سی خدمت سرانجام دے رہے ہیں؟

ہم ان کے اس خود ساختہ اصول سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ (آمین یا رب العالمین)

ایک اہم بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کسی راوی کو اگر ماہرین علم الرجال وعلل حدیث امام یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام ابو حاتم، "ضعیف" کہیں اور ان کے مقابلے میں متساہلین و متاخرین مثلاً متساہل امام عجلی، متساہل امام ترمذی، متساہل امام ابن خزیمہ، متساہل امام ابن حبان، متساہل امام حاکم، متساہل امام بیہقی، امام ذہبی اور امام ابن حجر العسقلانی وغیرہ اس راوی کی "توثیق" کریں تو ان تمام متساہلین و متاخرین کا جمہور بنانا باطل و مردود ہے۔ کیونکہ یہ تمام متساہلین و متاخرین سب مل کر بھی علم الرجال وعلل حدیث کے ماہرین امام یحییٰ بن معین، امام بخاری اور امام ابو حاتم کے برابر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا وہ راوی ضعیف ہی ہوگا۔

اسی طرح علم الرجال وعلل حدیث کے ماہرین امام یحییٰ بن معین، امام بخاری اور امام ابوحاتم کسی راوی کو "ثقہ" کہیں، تو ان کے مقابلے میں متساہلین و متاخرین مثلاً متساہل امام عجلی، متساہل امام ترمذی، متساہل امام ابن خزیمہ، متساہل امام ابن حبان، متساہل امام حاکم، متساہل امام بیہقی، امام ذہبی اور امام ابن حجر العسقلانی وغیرہ اس راوی کو "ضعیف" کہیں تو ان کا

ضعیف کہنا باطل ومردود ہے کیونکہ یہ تمام متساہلین ومتاخرین سب مل کر بھی علم الرجال وعلل حدیث کے ماہرین امام یحییٰ بن معین، امام بخاری اور امام ابوحاتم کے برابر نہیں ہو سکتے، لہٰذا وہ راوی ثقہ ہی ہوگا۔

متساہلین و متاخرین کے تفصیلی رد کے لیے اسی کتاب کا عنوان خود ساختہ اصول ''متساہل + متساہل'' کا تحقیقی جائزہ پڑھیں۔

یقیناً امام عجلی رحمہ اللہ متساہل ہی ہے:

ہمارے ایک فاضل بھائی نے امام عجلی کے بارے میں امام ذہبی اور امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ اور امام ابن القطان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام عجلی متساہل نہیں لہٰذا وہ فاضل بھائی لکھتے ہیں:

''مثال کے طور پر عبداللہ بن فروخ کو ابوحاتم رحمہ اللہ نے مجہول کہا ہے لیکن ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: حدثنا عنه جماعة ووثقه العجلی"

''اسی طرح براء بن ناجیہ کے بارے میں ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فیه جهالة، لیکن ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قلت عرفه العجلی وابن حبان فیکفیه"

ہمارے اس فاضل بھائی نے اس کے علاوہ بھی چند مثالیں اسی طرح کی بیان کی ہیں لیکن ہمارے ان فاضل بھائی کی یہ تمام مثالیں وغیرہ سراسر غلط ہیں ہم بارہا اپنی اس کتاب و دیگر کتب میں دلائل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ متاخرین تو صرف ناقلین ہیں اور متاخرین کی درج بالا مثالوں سے امام عجلی رحمہ اللہ کا متساہل ہونا، دور نہیں ہوتا، بلکہ کتنے ہی ایسے راوی ہیں جن کی متساہل امام عجلی نے توثیق کی ہے اور امام ذہبی اور امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے انہیں واضح طور پر ''مجہول'' کہا ہے۔ بطور مثال دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

مثال ۱، ابو ماجد حنفی:

اس راوی کی متساہل محدثین مثلاً امام عجلی، امام ابن حبان اور امام حاکم نے توثیق کی ہے۔

امام ذہبی نے متساہل محدثین امام عجلی، امام ابن حبان، اور امام حاکم کی توثیق کو قبول نہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا: یہ مجہول ہے۔ [1]

اسی طرح امام ابن حجر العسقلانی نے بھی متساہل محدثین امام عجلی، امام ابن حبان اور امام حاکم کی توثیق کا رد کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا: یہ مجہول ہے۔ [2]

مثال ۲، ابو ہاشم الدوسی:

اس راوی کی متساہل محدث امام عجلی نے توثیق کی ہے۔ امام ذہبی نے متساہل امام عجلی کی توثیق کو قبول نہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا: یہ مجہول ہے۔ [3]

اسی طرح امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے متساہل امام عجلی کی توثیق کا رد کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا: یہ مجہول الحال ہے۔ [4]

لہٰذا امام ذہبی اور امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ وغیرہ کا اس معاملے میں کوئی اصول اور قاعدہ نہیں ہے ان کی وہی بات قابل قبول ہوگی جو معتبر متقدمین محدثین کے موافق ہے اور جو مخالف ہو وہ مردود ہے لہٰذا متساہل امام عجلی وغیرہ کے مقابلے میں ماہر علم الرجال امام ابوحاتم کی بات ہی قابل حجت ہے اور دوسرا لبعض الناس کا معتدل اور متشدد کے درمیان فرق کرنا، بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل و مردود ہے اور یہ اصول ''معتدل اور متشدد کے درمیان فرق'' خود ساختہ ہے اس کی علمی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

---

[1] دیوان الضعفاء والمتروکین للذهبی: ٥٠١٤.

[2] تقریب التهذیب لابن حجر: ص ٤٢٤.

[3] دیوان الضعفاء والمتروکین للذهبی: ٥٠٥٩.

[4] تقریب التهذیب لابن حجر: ص ٤٣٠.

یقیناً امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ متساہل ہی ہے:

امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں یہ بات بیان کی ہے کہ ابن حبان کے نزدیک جب جہالت عین ختم ہو جائے تو وہ راوی ثقہ ہو جاتا ہے اور ابن حبان کی طرح ان کے شیخ ابن خزیمہ کا بھی یہی مسلک ہے لیکن اس کا رد کرتے ہوئے یہ بھی فرما دیا کہ دیگر محدثین اس کے خلاف ہیں یعنی اس سے راوی کی عدالت ثابت نہیں ہوتی۔ [1]

ہمارے ایک فاضل بھائی نے امام ابن حجر العسقلانی کی درج بالا بات کی نفی ثابت کرنے کے لیے متساہل امام ابن خزیمہ کا ایک قول بیان کیا ہے (اور مزید اسی طرح کے اقوال اور بھی ہیں)

متساہل امام ابن خزیمہ ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لم اعرف فيه جرحا ولا تعديلا ، وفي القلب منه شئى ."

''میں نے اس راوی کے بارے میں کوئی جرح وتعدیل نہیں دیکھی البتہ میرے دل میں اس راوی کے بارے میں کچھ خطرات ہیں، اگر امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا یہی اصول ہوتا جو ابن حبان رحمہ اللہ کا ہے تو صحیح ابن خزیمہ میں بارہا مقامات پر یہ بات نہ کہتے۔ اس لیے ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان کے مقدمے میں جو کہا ہے، وہ محل نظر ہے۔''

پہلی بات تو یہ کہ ہم نے امام ابن خزیمہ کے متساہل ہونے کے دلائل اسی کتاب میں عنوان خود ساختہ اصول ''متساہل + متساہل'' کا تحقیقی جائزہ میں بیان کیے ہیں لہٰذا امام ابن خزیمہ ان دلائل کی روشنی میں متساہل ہے۔

دوسرا امام ابن خزیمہ کو متساہل کہنے والے امام ابن حجر العسقلانی کا قول اور دیگر اہل علم کے اقوال تو ان دلائل کی تائید میں پیش کیے ہیں، جب کہ ان دلائل کا اب تک کوئی جواب

---

[1] لسان الميزان لابن حجر: ١/ ١٤ .

نہیں دیا گیا، جو کہ ہمارے پیش کردہ دلائل کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ الحمد للہ

تیسرا متساہل امام ابن خزیمہ کی جو عبارت ہمارے فاضل بھائی نے پیش کی ہے اور جو عبارت ہم نے اسی کتاب میں پیش کی ہے ان دونوں عبارتوں اور مزید اسی طرح کی (صحیح ابن خزیمہ کی) عبارتوں سے پتا چلتا ہے کہ امام ابن خزیمہ تو بہت زیادہ متساہل ہے۔ لہٰذا یہ عبارت امام ابن خزیمہ کے متساہل نہ ہونے کی دلیل نہیں بنتی بلکہ یہ عبارت اور دیگر دلائل تو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا بہت زیادہ متساہل ہونا ثابت کرتے ہیں۔ والحمد للہ

اسی لیے علامہ البانی رحمہ اللہ ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور ابن حبان کا اس راوی کی توثیق کرنا، اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ میں نے اس پر بارہا تنبیہ کی ہے اور اسی طرح ابن خزیمہ کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا اس کا کچھ اعتبار نہیں، اس لیے کہ وہ اس فن میں متساہل ہے۔ [1]

بہرکیف امام ابن خزیمہ پکے متساہل ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

کیا حسن لغیرہ حجت ہے؟

ایک بھائی نے خود ساختہ اصول ''حسن لغیرہ'' کو حجت ثابت کرنے کے لیے ادھر ادھر کی باتوں اور متاخرین کی ناموں کی فہرست وغیرہ سے (۲۵) صفحے ضائع اور سیاہ کر دیئے ہیں حالانکہ خود ساختہ ''حسن لغیرہ'' والا اصول متقدمین محدثین سے ثابت نہیں ہے بلکہ بعد کی ایجاد ہے لہٰذا ''حسن لغیرہ'' والا خود ساختہ اصول باطل و مردود ہے، اس مسئلے کے مفصل رد کے لیے اسی کتاب کا عنوان ''حسن لغیرہ حجت نہیں'' ضرور پڑھے۔

---

[1] الأحاديث الضعيفة: ١/ ٥٨١.

سند کی تحقیق ضروری ہے:

الجرح والتعدیل کے امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (۱۲۰ھ، ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

حدیث نہ دیکھو بلکہ سند دیکھو، پھر اگر سند صحیح ہو تو ٹھیک ہے، اور اگر سند صحیح نہ ہو تو حدیث کے دھوکے میں نہ آنا۔ [1]

کیونکہ راویوں کے ثقہ یا غیر ثقہ (یا کوئی اور علت) معلوم کرنے پر ہی حدیث پر حکم لگے گا کہ صحیح ہے یا ضعیف وگرنہ سند کے بغیر حدیث بیان کرنا ایسا ہی ہے، جیسے کوئی شخص بغیر سیڑھی کے چھت پر جانے کی کوشش کریں، ایسے شخص کے بارے میں امام زہری رحمہ اللہ (۵۰ھ، ۱۲۴ھ) فرماتے ہیں:

"لا يصلح أن يرقى السطح إلا بدرجة." [2]

"چھت پر بغیر سیڑھی کے جانا ممکن نہیں۔"

یعنی بغیر اسناد کے حدیث تک پہنچنا ممکن نہیں۔

اسی طرح امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (۱۱۸ھ، ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں: اسناد دین کا جز ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا سو کہتا۔ مزید فرمایا: ہمارے اور لوگوں کے درمیان ٹانگیں ہیں یعنی اسناد (امام ابن المبارک کی مراد یہ ہے کہ جس طرح کوئی جانور بغیر ٹانگوں کے کھڑا نہیں ہوسکتا اسی طرح حدیث بغیر سند کے کھڑی نہیں ہوسکتی)۔ [3]

سند اور حدیث کی اہمیت کے پیش نظر ہی امام شافعی رحمہ اللہ (۱۵۰ھ، ۲۰۴ھ) نے علم الرجال وعلل حدیث کے ماہر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۱۶۴ھ، ۲۴۱ھ) سے فرمایا: آپ حدیث اور رجال کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو، لہٰذا اگر صحیح حدیث ہو تو مجھے بتا دینا، چاہے

---

[1] الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع للخطيب: ١٣١٢، إسناده صحيح.

[2] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ١/ ٣٠٩، إسناده صحيح.

[3] صحيح مسلم، مترجم: ١/ ٣٣، ٣٤.

کوفے کی حدیث ہو یا بصرے کی، یا شام کی ہوتا کہ میں اس پر عمل کروں بشرطیکہ حدیث صحیح ہو۔ (یعنی ضعیف حدیث نہ ہو)۔ ❶

امام شافعی رحمہ اللہ کے قول سے معلوم ہوا کہ سند اور حدیث دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔

محدثین کے ان اقوال سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سند حدیث کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، اور سند کے راویوں کے بارے میں جرح وتعدیل کا جاننا حدیث کی استنادی کیفیت جاننے کے لیے ضروری ہے۔ اسی لیے اس علم "اسماء الرجال" کو "نصف علم" قرار دیا ہے۔ اسماء الرجال، علل حدیث اور جرح وتعدیل کے ماہر امام علی بن عبداللہ المدینی رحمہ اللہ (۱۶۱ھ، ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں:

"التفقه في معاني الحديث نصف العلم و معرفة الرجال نصف العلم." ❷

"معانی حدیث میں تفقہ آدھا علم ہے اور اسماء الرجال کی پہچان آدھا علم ہے۔"

جس شخص کو حدیث کی صحت کا علم نہیں؟

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۷۴ھ، ۳۵۴ھ) نے اپنی کتاب "صحیح ابن حبان" میں ایک باب یوں باندھا ہے:

"فصل ذكر ايجاب دخول النار لمن نسب الشي الى المصطفى وهو غير عالم بصحة." ❸

اس بات کا ذکر کہ ایسے شخص کا دوزخ میں داخل ہونا لازم ہے جو نبی علیہ السلام کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کرلے جس کی صحت کا اسے علم نہ ہو۔

---

❶ المناقب الشافعي لابن أبي حاتم: ص ٩٤۔ ٩٥، إسناده صحيح.

❷ المحدث الفاصل بين الراوي والواعي: ص ٣٢٥، ح ٢٠٢.

❸ صحيح ابن حبان: ٢٨.

اسی طرح ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا:

"یا ایها الناس ایاکم و کثرة الحدیث عنی من قال علی فلا یقولن الا حقاً او صدقاً ممن قال علی ما لم أقل فلیتبوأ مقعده من النار."[1]

''اے لوگو! میرے حوالے سے کثرت کے ساتھ حدیث بیان کرنے سے بچو، اور جو میری طرف نسبت کر کے کوئی بات کہے تو وہ صرف صحیح اور حق بات کہے، اس لیے کہ جو شخص میری طرف کسی جھوٹ بات کو منسوب کرے گا، تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔''

صحیح حدیث کی شرائط:

صحیح لغت میں ضد ہے سقیم کی۔ حقیقتاً تو اس کا اطلاق اجسام پر ہوتا ہے لیکن مجازاً معانی اور حدیث پر بھی ہوتا ہے۔[2]

صحیح حدیث اس مسند حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند عادل و ضابط، راویوں کی سند کے ساتھ آخر تک متصل ہو اور شاذ و معلول نہ ہو۔[3]

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ صحیح حدیث میں پانچ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ اتصال سند ہو:...... اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے اپنے سے اوپر والے راوی سے براہ راست سنا ہو اور کوئی راوی درمیان سے ساقط نہ ہو اور یہ سلسلہ آخر سند تک قائم رہے۔

۲۔ راوی عادل ہو:...... عادل سے مراد وہ شخص ہے جسے وہ قوت راسخہ حاصل ہو جو اسے تقویٰ اور مروّت پر آمادہ کرے اور تقویٰ سے مراد شرک، فسق اور بدعت جیسے برے

---

[1] مسند أحمد: ٥/ ٢٩٧، إسناده حسن. [2] تقریب النووی، مترجم: ص ٤٧.

[3] اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، مترجم: ص ١٦.

اعمال سے اجتناب ہے۔

۳۔ راوی ضابط ہو:...... ضبط کی دو قسمیں ہیں ضبط قلبی اور ضبط کتابی۔

ضبط قلبی سے مراد یہ ہے کہ راوی نے جو کچھ سنا ہے اس قدر راسخ ہو جائے کہ وہ جب چاہے اسے ادا کر دے اور ضبط کتابی سے مراد راوی کا سننے اور درست کرنے کے بعد اپنے پاس محفوظ رکھنا ہے تاکہ دوسرے راوی تک پہنچا دے۔

۴۔ شاذ نہ ہو:...... شاذ کے لغوی معنی تنہا کے ہیں اور اصطلاح میں شاذ سے مراد راوی کا اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرنا ہے۔

۵۔ معلول نہ ہو: معلل کے لغوی معنی ہیں وہ جس میں بیماری ہو اور اصطلاحاً معلل وہ ہے جس میں کوئی خفیہ علت قادحہ ہو۔ [1]

یعنی وہ حدیث جس میں ایسی علت موجود ہو جو اس کے ضعف کا سبب بنے، اگرچہ ظاہراً وہ بے عیب و سالم نظر آئے۔

جب یہ پانچ شرائط کسی حدیث میں ہوں تو وہ حدیث صحیح ہوگی۔

سند کی تحقیق کرنے کا طریقہ:

کسی بھی حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

مثلاً

۱:...... ایک حدیث سنن ابن ماجہ (۸۵۰) ہے اور اس کی تحقیق کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس حدیث کی سند میں کوئی راوی ضعیف ہے تو ہم اس حدیث کو مطلق طور پر ضعیف نہیں کہیں گے، بلکہ ہم اس حدیث کے بارے میں کہیں گے "إسنادہ ضعیف"

۲:...... پھر دیکھا جائے گا کہ سنن ابن ماجہ (۸۵۰) کی اس حدیث میں جو بھی ضعف ہے (یعنی کوئی راوی ضعیف ہے یا مجہول ہے یا مدلس ہے یا اس سند میں انقطاع وغیرہ ہے)

---

[1] نزھۃ النظر لابن حجر، مترجم: ص ۲۷۔ ۲۸.

تو اس ضعف کو دور کرنے کے لیے دیکھا جائے گا کہ اس کی کوئی متابعت ہے، اگر ہے اور وہ ''صحیح یا حسن'' ہے تو پھر ٹھیک ہے، اور اگر متابعت میں بھی کوئی ضعف ہے (یعنی اس میں وہ راوی ضعیف ہے یا مجہول ہے یا مدلس وغیرہ ہے) تو پھر یہ سند بھی ضعیف ہے۔

۳۔ پھر دیکھا جائے گا کہ اس سنن ابن ماجہ (۸۵۰) کی حدیث کا کوئی شاہد یا شواہد ہیں، اگر ہیں اور ''صحیح یا حسن'' ہے تو پھر ٹھیک ہے اور اگر وہ شاہد یا تمام شواہد بھی ضعیف ہیں (یعنی ان تمام شواہد میں کوئی نہ کوئی علت ہے) تو پھر ہم اس حدیث پر مطلق طور پر حکم لگائیں گے کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ (۸۵۰) ضعیف ہے اور اس حدیث کے تمام شواہد وغیرہ ضعیف ہیں۔

درج بالا تین امور کے علاوہ اور بھی چند امور ہیں جن کی تفصیل آگے چند روایات کی تحقیق وتخریج کے دوران آ رہی ہے۔

بہر کیف کسی بھی حدیث کی سند میں کوئی بھی علت ہو تو اس حدیث کو مطلق طور پر ضعیف نہیں کہہ سکتے جب تک اس کے متابعات اور شواہد کی تحقیق نہ کر لی جائے پھر اس کے بعد جو نتیجہ نکلے گا وہی حکم لگے گا۔

اب سند کی تحقیق کرنے کے طریقہ کار کو سمجھنے کے لیے وضاحت پیش خدمت ہے۔

حدیث ۱:

"عن علی عن النبی قال مفتاح الصلاة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم."

''علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: صلوٰۃ (نماز) کی چابی وضو ہے اور (دنیاوی امور کو نماز میں) حرام کرنے والی چیز تکبیر ہے اور (ان امور کو) حلال کرنے والا کام سلام پھیرنا ہے۔'' (سنن ترمذی: ۳)

اس حدیث کی سند کو پرکھنے کے لیے سب سے پہلے ہم اس حدیث کی تخریج کریں

گے کہ یہ حدیث ''سنن ترمذی'' کے علاوہ احادیث کی اور کن کتب میں آئی ہے (جیسا کہ آگے آرہا ہے) پھر جب ہم اس حدیث کو احادیث کی دیگر کئی کتب میں تلاش کر لیتے ہیں تو پھر اس کے بعد ہم ہر حدیث کی کتاب کی سند کو الگ الگ لکھتے جائیں گے، پھر اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ ان احادیث کی تمام کتب کی سندوں میں جس مرکزی راوی پر تمام سندیں جمع ہوتی ہیں تو ہم اس مرکزی راوی سے ہر ہر راوی پر تحقیق شروع کر دیں گے یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ احادیث کی ان تمام کتب میں جو مرکزی راوی ہے اس سے پہلے والے راوی ثقہ ہوں یعنی ان رایوں میں کسی قسم کا کوئی بھی ضعف نہ ہو۔ اب تک جو ذکر ہوا اس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

تخریج: ...... سنن ترمذی (٣)، سنن أبوداؤد: (٦١)، سنن ابن ماجه: (٢٧٥)، مسند أحمد: (١/ ١٢٣، ١٢٩)، مصنف عبدالرزاق: (٢٥٣٩)، مصنف ابن ابی شیبه: (٢٣٩٣)، مسند الشافعی: (٢٠٦)، سنن الدارمی: (٦٨٧)، شرح معانی الآثار للطحاوی: (١٦٣٤)، مسند البزار: (٦٣٣)، مسند أبو یعلی: (٦١٦)، الصلاة لابی نعیم الفضل: (١)، سنن الدارقطنی: (١٣٥٩)، الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: (٥/ ٢٠٩)، معجم ابن الاعرابی: (٣٧١)، الاوسط لابن المنذر: (١٢١٣)، شعار اصحاب الحدیث: (٣٧)، السنن الکبریٰ للبیهقی: (٢/ ١٥- ٢٥٣- ٣٧٩)، السنن الصغریٰ للبیهقی: (١/ ١٨١)، الطهور لـلقاسم بن سلام: (٣٢)، تاریخ بغداد للخطیب: (١٠/ ٩٧)، کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی: (٢/ ٥٢٧)، معرفة السنن والآثار للبیهقی: (٢/ ٦٣- ١٠٧- ١٢٩)، مستخرج الطوسی: (٣)، حلیة الاولیاء لابی نعیم: (٨/ ٣٧٢)، أخبار اصبهانی لعبدالکریم: (١٠١٣)، جزء ابن فیل: (١/ ١٧١، ح٥)، شرح السنة للبغوی: (٥٥٨)، الاحادیث المختارة: (٧١٨) وغیرهم، کلهم من

طریق سفیان عن عبدالله بن محمد بن عقیل عن محمد ابن الحنفیة عن علی عن النبی قال: مفتاح الصلاۃ الطھور......"

تحقیق:

(اسنادہ ضعیف)

اس حدیث کی تخریج کے بعد ہمارے سامنے اب واضح طور پر نقشہ آ گیا ہے کہ احادیث کی ان تمام کتب میں جو مرکزی راوی ہے وہ ''سفیان'' ہے اور سفیان سے اس حدیث کو کئی ثقہ راویوں مثلاً عبدالرحمٰن بن مہدی اوور وکیع بن جراح وغیرہ نے بیان کیا ہے اور عبدالرحمٰن بن مہدی سے ثقہ محمد بن بشار نے اور وکیع بن جراح سے ثقہ محمود بن غیلان وغیرہ نے بیان کیا ہے، بہرحال اس روایت میں سفیان مرکزی راوی ہے۔ اب ہم نے سفیان اور اس سے اوپر والے ہر ہر راوی کی تحقیق کرنی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ ہر وہ راوی جس کی ہمیں تلاش ہے یہ وہی راوی ہے، اس کے لیے ہمیں ہر اس راوی کا تعین اس کے شیوخ (استادوں) اور تلامذہ (شاگردوں) کو دیکھنے سے ہوگا، اس میں راوی کی کنیت اور نسبت بھی معاون ثابت ہوگی، پھر ہر راوی کے تعین کے بعد اس ہر راوی پر جرح وتعدیل دیکھی جائے گی۔ راویوں پر جرح وتعدیل دیکھنے کے لیے امام مزی کی ''تہذیب الکمال'' امام ابن حجر العسقلانی کی ''تہذیب التہذیب'' اور امام ذہبی کی ''میزان الاعتدال'' وغیرہ دیکھے گے لیکن اس کے بعد ان متاخرین کی کتب سے متقدمین کے اقوال دیکھنے کے بعد متقدمین کی اصل کتابوں سے دیکھنا لازم ہے کہ متقدمین کے وہ اقوال صحیح ثابت ہیں پھر اس کے بعد ہم راوی کے بارے میں صحیح فیصلہ کرسکیں گے کہ راوی ضعیف ہے یا کہ ثقہ وغیرہ۔

اگر متقدمین کی کتب سے وہ اقوال صحیح ثابت ہوں تو پھر صرف متاخرین کی کتب کے حوالے پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے وگرنہ نہیں، لہٰذا صرف متاخرین کی کتب پر اعتماد نہیں

کیا جا سکتا۔

بہرکیف اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ مرکزی راوی ''سفیان'' کے شیوخ میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ہے اور سفیان کے تلامذہ (شاگردوں) میں عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ ہیں تاکہ راوی سفیان کا تعین ہو سکے، تو جب ہم اسماء الرجال کی کتب میں دیکھتے ہیں تو راوی کا تعین ہو جاتا ہے کہ یہ ''سفیان'' سفیان بن سعید بن مسروق الثوری ابوعبداللہ الکوفی ہے، اور ساتھ ہی ہمیں ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زبردست ثقہ امام ہے لیکن ''مدلس'' بھی ہے، سفیان ثوری کے مدلس ہونے کے دلائل اسی کتاب میں عنوان ''بعض ثقہ وصدوق مدلسین کا تذکرہ'' میں پڑھے۔

ان تمام کتب میں سفیان ثوری ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں سوائے ایک کتاب ''الاوسط لابن المنذر'' کے، اس کتاب میں انہوں نے سماع کی صراحت کی ہے لیکن وہ سند سفیان ثوری تک ضعیف ہے اس میں علی بن حسن بن موسیٰ الہلالی راوی ''مجہول'' ہے۔ اس راوی کے متعلق مشہور متساہلین و متاخرین امام ابن حبان اور امام حاکم وغیرہ کی توثیق کرنا، باطل و مردود ہے جیسا کہ ہم بارہا اسی کتاب و دیگر کتب میں بیان کر چکے ہیں، متساہلین و متاخرین کی توثیق کی علمی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں ہے لہٰذا سفیان ثوری کے ''عن'' کی وجہ سے سند ضعیف ہے۔

تنبیہ:...... راوی علی بن حسن بن موسیٰ کے متعلق محمد بن عبدالوہاب الفرء وغیرہ کی توثیق کرنا ثابت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

اب ہم سفیان ثوری کے استاد عبداللہ بن محمد بن عقیل کے متعلق جرح و تعدیل جاننے کے لیے رجال کی کتب میں اس کے حالات پڑھتے ہیں، اور یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اس کے شیوخ (استادوں) میں محمد بن حنفیہ ہے لہٰذا اس کے حالات پڑھنے پر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے شیوخ (استادوں) میں محمد بن حنفیہ ہے نیز ہم دیکھتے ہیں کہ عبداللہ بن محمد بن

عقیل پر بعض محدثین نے جرح کی ہے اور بعض نے تعدیل کی ہے لہٰذا اس راوی کے متعلق صحیح نتیجے پر پہنچنے کے لیے متقدمین کی اصل کتابوں کی طرف رجوع کرنا ہوگا، اس کے بعد ہم ایک صفحہ لے کر اس پر ایک لائن کھینچ لیں، لائن کھینچنے سے دو خانے بن جائیں گے ایک خانے کے اوپر والے حصہ پر ''جرح'' لکھ لیں اور دوسرے خانے کے اوپر والے حصہ پر ''تعدیل'' لکھ لیں پھر اس کے بعد جن متقدمین محدثین نے جرح کی ہے اسے جرح والے خانے میں لکھ لیں اور جن متقدمین محدثین نے تعدیل کی ہے اسے تعدیل والے خانے میں لکھ لیں پھر اس کے بعد ہمارے سامنے جو نقشہ آئے گا کہ عبداللہ بن محمد بن عقیل پر (۲۱) محدثین نے جرح کی ہے اور (۷) محدثین نے تعدیل کی ہے، لہٰذا عبداللہ بن محمد بن عقیل جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ جیسا کہ راقم نے اپنی کتاب ''کتاب الضعفاء والمتروکین: ص ۱۸۸، ۱۸۹'' میں بیان کیا ہے۔ راقم کے استاد محترم شیخ الحدیث محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی اس راوی کے متعلق لکھتے ہیں: ''ابن عقیل ضعیف ہے۔''

(انوار الصحیحفه: ص ٤٨٨)

عبداللہ بن محمد بن عقیل کے ضعیف ثابت ہونے کے بعد ہم اس کے استاد تابعی محمد بن حنفیہ کے حالات رجال کتب میں پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثقہ ہے اور یہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہا ہے اور ان سے ملاقات بھی ثابت ہے۔ اس روایت کی سند کی تحقیق کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ سند ضعیف ہے کیونکہ سفیان ثوری مدلس ہے اور روایت ''معنعن'' ہے اور دوسرا عبداللہ بن محمد بن عقیل کو جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے۔

اس راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل کے متعلق مزید اہم معلومات کے لیے راقم کی کتاب ''کیا خصی جانور کی قربانی سنت ہے؟'' (ص ۵۳ تا ۵۵) ضرور پڑھیں۔

اب ہم اس حدیث کے متابعات اور شواہد کی تلاش کرتے ہیں تو ہمیں اس کے کئی شواہد وغیرہ ملتے ہیں لہٰذا ان شواہد کی تحقیق وتخریج ملاحظہ فرمائیں:

شاہد نمبر (۱):

"عن جابر بن عبداللّٰه قال: قال رسول اللّٰه مفتاح الجنة الصلاة ومفتاح الصلاة الوضوء."

''جنت کی چابی صلوٰۃ (نماز) ہے اور صلوٰۃ (نماز) کی چابی وضو ہے۔''

(سنن ترمذی:۴)

اس روایت کی سند کی تحقیق کے لیے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جائے گا جو حدیث نمبر ا کے تحت بیان ہو چکا ہے ہم تکرار سے بچتے ہوئے دوبارہ نقل نہیں کر رہے آپ حدیث نمبر (ا) کی ساری بحث پڑھ لیں۔

تخریج:...... مسند أحمد: (۳/ ۳٤۰)، مسند ابوداؤد الطیالسی: (۱۸۹۹)، سنن ترمذی: (٤)، المعجم الاوسط، للطبرانی: (٤۳٦٤)، کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی: (۲/ ۵۲۷)، شعب الایمان للبیهقی: (۲۷۱۱)، أخبار اصبهانی لعبد الکریم: (٦۱۱)، "کلهم من طرق سلیمان بن قرم عن أبی القتات عن مجاهد عن جابر بن عبداللّٰه قال قال رسول اللّٰه مفتاح الجنة الصلاة......"

تحقیق:

اسنادہ ضعیف۔

اس روایت کی تخریج کے بعد ہمارے سامنے واضح طور پر نقشہ آ گیا ہے کہ احادیث کی ان تمام کتب میں جو مرکزی راوی ہے وہ ''سلیمان بن قرم بن معاذ'' ہے باقی طریقہ کار سارا وہی ہے جو حدیث نمبر (ا) کے تحت بیان ہو چکا ہے لہٰذا وہی ملاحظہ فرمائیں۔

مختصراً یہ ہے کہ سلیمان بن قرم راوی ضعیف ہے۔ اور اس کا استاد ابی یحییٰ القتات راوی بھی ضعیف ہے۔ لہٰذا اس شاہد کی سند بھی ضعیف ہے۔

شاہد نمبر (۲):

"عن أبي سعيد قال: قال رسول الله مفتاح الصلاة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم ولا صلاة لمن لم يقرأ بالحمد و سورة فی فريضة أو غيرها."

''ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: صلوٰۃ (نماز) کی چابی طہارت (وضو) ہے اور اس کی تحریم (دنیاوی امور کو حرام کرنے والی) تکبیر اور اس کی تحلیل (دنیاوی امور کو حلال کرنے والی) تسلیم (صلوٰۃ سے سلام پھیرنا) ہے اس شخص کی صلوۃ (نماز) نہیں جو فرض اور دوسری صلوات (نمازوں) میں سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ نہیں پڑھتا۔'' (سنن ترمذی: ۲۳۸)

اس روایت کی سند کی تحقیق کے لیے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جائے گا جو حدیث نمبر(۱) کے تحت بیان ہو چکا ہے۔

تخریج: ...... سنن ترمذی: (۲۳۸)، سنن ابن ماجه: (۲۷٦)، مصنف ابن ابی شیبه: (۲۳۹۵)، مسند أبو يعلى: (۱۰۷۸)، المعجم الكبير للطبرانی: (۱٦٥٤)، سنن الدارقطنی: (۱۳۷۲)، كتاب الضعفاء الكبير للعقيلی: (۳/ ۱٦۸)، تهذيب الآثار (۱/ ۲٥٦)، الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: (٥/ ۱۸٦)، السنن الكبری للبيهقی: (۲/ ۸٥)، جزء القراة للبيهقی: (۳٦)، كلهم من طرق عن أبي سفيان طريف السعدی عن أبی نضرة عن أبی سعيد قال: قال رسول الله مفتاح الصلاة الطهور......"

تحقیق:

اسنادہ ضعیف۔

اس روایت کی تخریج کے بعد ہمارے سامنے واضح طور پر نقشہ آ گیا ہے کہ احادیث کی

ان تمام کتب میں جو مرکزی راوی ہے وہ ''ابی سفیان طریف السعدی'' وہ طریف بن شہاب ہے یہ راوی ضعیف اور متروک الحدیث ہے، مختصراً محدثین کی اس پر جرح ملاحظہ فرمائیں:

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: یہ ضعیف الحدیث ہے۔ [1]

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وہ کچھ چیز نہیں ہے اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ [2]

امام المحدثین امام بخاری نے اس کا ذکر ''ضعفاء'' میں کرنے کے بعد فرمایا: ''وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔'' [3]

امام ابوحاتم نے فرمایا: وہ ضعیف الحدیث، قوی نہیں ہے۔ [4]

امام ابوزرعہ رازی نے اس کا ذکر ''ضعفاء'' میں کیا ہے۔ [5]

امام عقیلی نے بھی اس کا ذکر ''ضعفاء'' میں کیا ہے۔ [6]

امام نسائی نے فرمایا: وہ متروک الحدیث ہے۔ [7]

امام دارقطنی نے فرمایا: وہ متروک ہے۔ [8] وغیرہم

باقی طریقہ کار سارا وہی ہے جو حدیث نمبر (۱) کے تحت بیان ہو چکا ہے۔ درج بالا روایت کے راوی ابوسفیان طریف السعدی کی متابعت بھی ملتی ہے اس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

تخریج: ...... المعجم الاوسط: (۲۳۹۰)، المستدرك الحاكم: (۱/ ۲۲۳، ح ٤٥٧) السنن الكبرى للبيهقي: (۲/ ۳۷۹) كلهم من طرق حدثنا أبو مسلم

---

[1] تاريخ يحي بن معين: ١/ ٣٩٦. [2] العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ١/ ٢٨٠.

[3] كتاب الضعفاء للبخارى: ١٧٨.

[4] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٤/ ٤٦٦.

[5] كتاب الضعفاء لابى زرعة: ٦٧٣. [6] الضعفاء الكبير للعقيلى: ٣/ ١٦٧.

[7] الضعفاء والمتروكين للنسائي: ٣١٨.

[8] سوالات البرقاني: ٢٣٩.

حدثنا أبو عمر الضرير أخبرنا حسان بن إبراهيم عن سعيد بن مسروق الثوري عن أبي نضرة عن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله مفتاح الصلاة الوضوء وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم .

تحقیق:

اسنادہ ضعیف۔

درج بالا روایت ''معلول'' ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے جیسا کہ امام دارقطنی نے فرمایا ہے۔ ❶

اور امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''معلول'' کہا ہے۔ ❷

اس حدیث ''مفتاح الصلاۃ الطہور......'' کے ابھی چار شواہد وغیرہ اور بھی ہیں جو کہ تمام کے تمام ضعیف ہیں اس حدیث کی مکمل تحقیق وتخریج راقم نے اپنی زیر تکمیل کتاب ''ضعیف سنن ترمذی'' میں کی ہے لہٰذا ہم طوالت سے بچتے ہوئے انہی پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ تحقیق وتخریج کے طریقہ کار کو سمجھنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ ان شاء اللہ

الغرض درج بالا حدیث اپنے تمام مرفوع و موقوف شواہد کے ساتھ ضعیف ہے لیکن مندرجہ ذیل متن کے ساتھ صحیح ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

تخریج:...... مصنف ابن ابی شیبہ: (۱/ ۲۳۷، ح ۲۳۹۷) حدثنا (يزيد) ابن هارون عن حسين المعلم عن بديل عن أبي الجوزاء عن عائشة قالت: كان النبى يفتتح الصلاة التكبير وكان يختم بالتسليم . عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام صلوٰۃ (نماز) کو تکبیر سے شروع فرماتے تھے اور سلام پر ختم کرتے تھے۔

تحقیق:

اِسنادہ صحیح۔

---

❶ كتاب العلل للدارقطني: ١١/ ٢٢٣ . ❷ تلخيص الحبير لابن حجر: ١/ ٢١٦ .

اس حدیث کی سند کی تحقیق ہم راوی ابی الجوزاء سے شروع کرتے ہیں کہ یہ راوی کون اور کیسا ہے اور کیا اس کے شیوخ میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور تلامذہ میں بدیل راوی ہے؟

(۱) ابی الجوزاء: (متوفی ۸۳ھ) اسماء الرجال کی کتب میں اس راوی کے حالات پڑھنے پر پتہ چلتا ہے کہ ابی الجوزاء کا پورا نام ''اوس بن عبداللہ الربعی ابو الجوزاء البصری'' ہے اور اس کے شیوخ میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور تلامذہ میں بدیل راوی کا ذکر ملتا ہے اور بدیل راوی کا پورا نام ''بدیل بن میسرۃ العقیلی البصری'' ہے۔

ابی الجوزاء صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔ اس کی توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے، اور امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: وہ بصری ثقہ ہے۔ [1] امام عجلی نے فرمایا: وہ تابعی ثقہ ہے۔ [2] وغیرہم

(۲) بدیل بن میسرۃ العقیلی البصری (متوفی ۱۳۰ھ) اسماء الرجال کی کتب میں اس راوی کے حالات پڑھنے پر پتہ چلتا ہے کہ اس راوی کے تلامذہ میں حسین المعلم کا ذکر ملتا ہے اور اس کا پورا نام ''الحسین بن ذکوان المعلم العوذی البصری'' ہے۔

بدیل بن میسرۃ البصری صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے اس کی توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے اور امام ابو حاتم نے فرمایا: وہ صدوق ہے۔ [3]
امام محمد بن سعد نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ [4]

---

[1] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۲/ ۲۳۱.
[2] تاريخ الثقات للعجلي: ۱۲۲.
[3] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۲/ ۳۵۱، إسناده صحيح.
[4] طبقات ابن سعد: ۷/ ۲٤۰.

امام عجلی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❶

امام ابن شاہین نے اس کا ذکر ''الثقات'' میں کیا ہے۔ ❷

امام ابن حبان نے بھی اس کا ذکر ''الثقات'' میں کیا ہے۔ ❸ وغیرہم

(۳) حسين بن ذكوان المعلم العوذي البصري (متوفى ١٤٥ھـ):

اسماء الرجال کی کتب میں اس راوی کے حالات پڑھنے پر پتہ چلتا ہے کہ اس راوی کے تلامذہ (شاگردوں) میں ''ابن ہارون'' کا ذکر ملتا ہے اور اس راوی کا پورا نام ''یزید بن ہارون مولاہم ابو خالد الواسطی'' ہے۔

حسین بن ذکوان المعلم صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے۔ اس کی توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❹

امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے اور امام ابو زرعہ رازی نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ ❺

امام عجلی نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❻

امام محمد بن سعد نے فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ ❼

امام دارقطنی نے فرمایا: وہ ثقہ راویوں میں سے ہے۔ ❽

امام ابن شاہین نے فرمایا: وہ ثقہ بصری ہے۔ ❾ وغیرہم

امام ذہبی نے فرمایا: یہ ثقہ اہل علم میں سے ہے۔

---

❶ تاريخ الثقات للعجلي: ١٣٨ . ❷ تاريخ الثقات لابن شاهين: ١١٢ .
❸ كتاب الثقات لابن حبان: ٦/ ١١٧ . ❹ تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي: ٢٣٠ .
❺ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٣/ ٥٩ .
❻ تاريخ الثقات للعجلي: ٢٩٦ . ❼ طبقات ابن سعد: ٧/ ٢٧٠ .
❽ السنن الدارقطني: ٣/ ٤٣ . ❾ تاريخ الثقات لابن شاهين: ٢٠٣ .

عقیلی نے کسی دلیل کے بغیر انہیں ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔ ❶

راقم کہتا ہے امام عقیلی کی بات باطل ومردود ہے۔

(۴) یزید بن هارون بن زاذي مولاهم ابو خالد الواسطی (۱۱۷هـ، ۲۰٦هـ): اسماء الرجال کی کتب میں اس راوی کے حالات پڑھنے پر پتہ چلتا ہے کہ اس راوی کے تلامذہ میں ''ابن ابی شیبہ'' کا ذکر ملتا ہے اور یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا مشہور راوی ہے اس کی توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: "كان يزيد بن هارون حافظًا متقنا للحديث، صحيح الحديث" اور امام یحیٰ بن معین نے فرمایا: وہ ثقہ ہے، امام علی بن المدینی نے فرمایا: وہ ثقہ راویوں میں سے ہے اور امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: "ثقه امام صدوق فی الحديث، لا يسال عن مثله" ❷

امام عجلی نے فرمایا: "ثقه، ثبت فی الحديث، وكان متعبدًا حسن الصلاة جداً" ❸

امام محمد بن سعد نے فرمایا: وہ ثقہ، کثیر الحدیث تھا۔ ❹ امام ابن شاہین نے اس کا ذکر ''الثقات'' میں کیا ہے۔ ❺ وغیرہم

امام ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: نویں طبقہ کا ''ثقہ متقن عابد'' راوی ہے۔ ❻

اس حدیث کا پہلا ٹکڑا ''صحیح مسلم: ۱۱۳۸'' وغیرہ کی حدیث میں بھی ہے۔

---

❶ ميزان الاعتدال للذهبی، مترجم: ۲/ ۳۳۸، ۳۳۹.

❷ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۹/ ۳۵۹، ان اقوال کی سندیں صحیح ہیں۔

❸ تاریخ الثقات للعجلی: ۱۸۵۹.

❹ طبقات ابن سعد: ٦/ ۳۸٤، ۷/ ۳۲۲، ۳٥٦.

❺ تاريخ الثقات لابن شاهين: ۱۳۸۳.

❻ تقريب التهذيب لابن حجر، مترجم: ۲/ ۳۲۲.

ابن ابی شیبہ والی حدیث میں صحیح حدیث کی پانچوں شرائط موجود ہیں۔

ہم نے اب تک جو کچھ بیان کیا ہے امید ہے ان شاء اللہ ہمارے اہل ذوق بھائیوں کو حدیث کی تحقیق کرنے کا طریقہ کار آسانی سے سمجھ آ گیا ہو۔ اور دوسری گذارش یہ کرنی ہے کہ حدیث کی تحقیق و تخریج کرتے وقت یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ یہ بڑا حساس معاملہ ہے، خوب محنت کر کے اچھی طرح حدیث کی تحقیق کرنی چاہیے کیونکہ راقم کو بھی ایک حدیث کی تحقیق کرتے وقت بعض اوقات ایک یا دو دن نہیں بلکہ ایک یا دو ہفتے لگ جاتے ہیں۔ پھر جا کر ایک حدیث کی تحقیق مکمل ہوتی ہے لہٰذا کسی بھی حدیث کی تحقیق کرتے وقت خوب اچھی طرح تسلی کرنی چاہیے پھر حکم لگانا چاہیے حدیث ضعیف ہے یا کہ صحیح۔

آخر میں راقم حدیث کی تحقیق کرنے کے طریقہ کار کو جو مفصل گذشتہ صفحات پر بیان ہو چکا ہے اسی کو شاٹ کٹ نقشہ کی صورت میں بنا کر سمجھانا چاہتا ہوں لہٰذا یہ بات ذہن نشین رہے کہ حدیث کی تحقیق کرتے وقت مندرجہ ذیل امور کے متعلق دیکھنا ضروری ہے کہ

۱: کوئی راوی ضعیف یا متروک وغیرہ تو نہیں۔

۲: کوئی راوی مجہول تو نہیں۔

۳: کوئی راوی مدلس تو نہیں۔

۴: کوئی راوی مختلط تو نہیں۔

۵: روایت میں کسی جگہ انقطاع تو نہیں۔

۶: روایت مرسل تو نہیں۔

۷: روایت مقطوع تو نہیں۔

۸: روایت معضل تو نہیں۔

۹: روایت شاذ تو نہیں۔

۱۰: روایت منکر تو نہیں۔

۱۱: روایت میں ادراج تو نہیں۔

۱۲: روایت میں اضطراب تو نہیں۔

۱۳: روایت مقلوب تو نہیں۔

۱۴: روایت معلول تو نہیں۔

۱۵: روایت موضوع تو نہیں۔ وغیرہ

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور رحمت وفضل وکرم سے یہ کتاب ''اصول حدیث واصول تخریج'' پایہ تکمیل کو پہنچی، اس کتاب میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی خامی یا غلطی ہے تو وہ میری طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے تمام دوستوں کے لیے، میرے اہل وعیال کے لیے اور میرے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنادے اور دنیا میں صدقہ جاریہ بنادے۔ آمین یارب العالمین
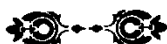
اصول حدیث کی بعض اصطلاحات کا مختصر ذکر

حدیث:

حدیث کے لغوی معنی جدید کے ہیں اور اسے قدیم کے مقابلے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں اور ''سنت'' کی بھی یہی تعریف ہے۔

خبر:

جمہور علماء کے نزدیک خبر و حدیث دونوں مترادف (ہم معنی) ہیں، بعض کا قول ہے کہ جو رسول اللہ سے مروی ہو، وہ حدیث ہے اور جو غیر سے مروی ہو، وہ خبر ہے، اس تفریق کی بناء پر مؤرخ و قصہ گو کو اخباری اور خادمِ سنت کو محدث کہا جاتا ہے، یعنی جو حدیث ہے وہ خبر ہے لیکن خبر کے لیے حدیث ہونا ضروری نہیں۔

اثر:

جمہور محدثین کے نزدیک ''اثر'' حدیث کے ہم معنی اور مترادف ہے۔ (وہ قول، فعل اور تقریر جس کی نسبت نبی علیہ السلام کی طرف ہو) اور بعض کے نزدیک وہ قول اور فعل جو صحابہ اور تابعین کی طرف منسوب ہو۔

المُسْنَد:

اس کے بارے میں چار اقوال ہیں:

۱:......مسند اسے کہتے ہیں: جس کی سند رسول اللہ تک متصل ہو۔

۲:......جس روایت کی سند شروع سے آخر تک متصل ہو۔

۳:...... جو روایت رسول اللہ سے مروی ہو چاہے متصل ہو یا منقطع۔

۴:...... ہر وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو یکجا کر دیا گیا ہو۔ مثلاً مسند اُحمد، مسند حمیدی وغیرہ۔

متواتر حدیث:

وہ حدیث ہے، جس کو ایک ایسی جماعت روایت کرتی ہو جس کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً و عادۃً محال ہو اور وہ جماعت اسی طرح کی ہو اور یہ وصف سند کے آغاز، وسط اور آخر میں موجود رہے، کسی جگہ کمی نہ واقع ہو۔

آحاد:

الآحاد ''أحد'' کی جمع ہے، جس کا معنی ''الواحد'' یعنی ایک۔ حدیث متواتر کے سوا مشہور، وعزیز، وغریب، تینوں کو اخبارِ آحاد اور ہر ایک کو خبر (حدیث) واحد کہا جاتا ہے لغۃً حدیث واحد وہ ہے، جسے ایک ہی شخص روایت کرے اور اصطلاحاً وہ ہے، جس میں متواتر کی کل شرائط موجود نہ ہوں۔

صحیح:

صحیح حدیث اس ''مسند'' حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند عادل و ضابط، راویوں کی سند کے ساتھ آخر تک متصل ہو اور شاذ و معلول نہ ہو۔

حسن:

حدیث ''حسن'' وہ ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو لیکن اس میں صحیح کی تعریف میں بیان کردہ جملہ شرائط موجود ہوں تو وہ ''حسن'' حدیث ہوگی۔

ضعیف:

جس روایت میں (مقبول حدیث) صحیح اور حسن کی سابقہ مذکورہ شرائط جمع نہ ہوں تو وہ

ضعیف حدیث ہوتی ہے۔

مرفوع:

اصطلاح میں مرفوع اس قول (بات)، فعل (کام) اور تقریر (تائید) کو کہتے ہیں جو رسول اللہ کی جانب منسوب ہو۔

موقوف:

اصطلاح میں وہ خبر ہے جو صحابی کی طرف منسوب ہو، خواہ قول ہو یا فعل ہو۔

مقطوع:

اصطلاح میں وہ قول وفعل ہے، جس کی کسی تابعی کی طرف نسبت کی جائے۔

موضوع:

محدثین کی اصطلاح میں وہ جھوٹی، خود ساختہ اور مصنوعی بات جسے رسول اللہ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو وہ روایت موضوع (جھوٹی) کہلاتی ہے۔

متروک:

وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر ''متہم بالکذب'' یعنی جھوٹ بولنے کا الزام ہو۔ ایسا راوی جو اپنی روزمرہ زندگی میں جھوٹ بولنے کے لیے معروف ہو لیکن احادیث نبوی میں اس کا جھوٹ بولنا ظاہر نہ ہو۔

منکر:

اس کے بارے میں دو اقوال ہیں:

ا:...... اگر راوی فحش الغلط (بکثرت غلطی کرنا) یا کثرت غفلت (کثرت سے غفلت کا شکار) کا مرتکب ہو، یا اس کا فسق (کبیرہ گناہ یا صغیرہ گناہ پر اصرار) ظاہر ہو جائے تو اس کی روایت ''منکر'' ہوگی۔

۲:...... اگر ضعیف راوی حدیث میں ثقہ راوی کی مخالفت کریں تو اس ضعیف راوی کی

حدیث ''منکر'' ہوگی اور اس کے مقابل کی حدیث کو معروف کہا جاتا ہے۔

معلل:

وہ حدیث ہوتی ہے جس میں کوئی ایسی پوشیدہ علت پائی جائے جو حدیث کی صحت پر اثر انداز ہو اور اس حدیث کا ظاہری پہلو بالکل صحیح سالم ہو۔ معلل حدیث میں دو بنیادی چیزوں کا ہونا ضروری ہے، پوشیدگی اور صحت حدیث پر اثر انداز ہونا۔

مدرج:

اصطلاح میں سند کا سیاق بدل جانا یا متن حدیث میں بلاتعین، اضافی الفاظ داخل ہوجانا ادراج کہلاتا ہے اور جس حدیث میں ادراج پایا جائے اسے ''مدرج'' کہتے ہیں۔

مقلوب:

اصطلاح میں مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی راوی سے متن کا کوئی لفظ یا سند میں کسی راوی کا نام ونسب بدل گیا یا مقدم کو مؤخر یا مؤخر کو مقدم کیا گیا یا ایک چیز کی جگہ دوسری چیز رکھ دی گئی ہو۔

مضطرب:

محدثین کی اصطلاح میں وہ حدیث مضطرب ہوتی ہے جو ایسے مختلف طرق سے مروی ہو جو قوت کے لحاظ سے برابر ہوں اور ان کے درمیان تطبیق کی کوئی صورت نہ ہو اور نہ ہی کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی گنجائش ہو۔

شاذ:

ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کریں وہ حدیث شاذ (ضعیف) ہوتی ہے۔

معلق:

معلق وہ روایت ہے جس کی سند کا ابتدائی حصہ حذف کردیا ہو یا تمام سند حذف کردی ہو، یا صحابی کے علاوہ باقی تمام سند حذف کردی ہو یا صحابی اور تابعی کے علاوہ باقی سند حذف

کی ہو یا مصنف نے اپنی جانب ابتدائے سند سے صرف ایک یا چند راویوں کو حذف کیا ہو، سب کو "معلق" کہا جاتا ہے۔

مرسل:

مرسل وہ حدیث ہے جس کے آخر میں تابعی کے بعد کا راوی (یعنی صحابی) ساقط ہو مرسل کہلائے گی اور اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی بڑا ہو یا چھوٹا کہے رسول اللہ نے فرمایا یا آپ علیہ السلام کی موجودگی میں ایسا ہوا۔

معضل:

محدثین کی اصطلاح میں معضل وہ حدیث ہے جس کی سند میں دو یا دو سے زائد راوی ایک ہی مقام سے ساقط ہوں۔

منقطع:

منقطع ہر اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں انقطاع ہو، خواہ انقطاع اسناد کے اول میں ہو یا وسط میں ہو یا آخر میں ہو اور محذوف راوی ایک ہو یا دو۔ (لیکن مسلسل نہ ہوں بلکہ الگ الگ جگہوں سے حذف ہوئے ہوں۔)

متقدمین کی بعض متفرق کتب کے نام

١: كتاب الزهد: امام أبواسری هناد بن سری بن مصعب تمیمی دارمی (١٥٢هـ، ٢٤٣هـ).

٢: كتاب الصلاة: امام أبونعیم فضل بن دکین کوفی (١٣٠هـ، ٢١٣هـ).

٣: سنن سعيد بن منصور: امام أبوعثمان سعيد بن منصور مروزی (١٣٧هـ، ٢٢٧هـ).

٤: كتاب الزهد: امام أبوسفیان وکیع بن جراح رواسی کوفی (١١٩هـ، ١٩٧هـ).

٥: كتاب الطهور: امام أبوعبيد قاسم بن سلام بغدادی (المتوفی، ٢٢٤هـ).

٦: مسند ابن أبي شيبة: امام أبوبكر عبدالله بن محمد بن أبي شيبة (١٥٩هـ، ٢٣٥هـ).

٧: تاريخ خليفة بن خياط: امام أبوعمرو خليفه بن خياط عصفری بصری (المتوفی ٢٤٠هـ).

٨: مسند عبد بن حميد: امام أبو محمد عبد بن حمید بن نصر کشی (تقریباً ١٨٠هـ، ٢٤٩هـ).

٩: غريب الحديث: امام أبوإسحاق إبراهيم بن إسحاق حربی بغدادی (١٩٨هـ، ٢٨٥هـ).

١٠: مسند البزار: امام أبوبكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (٢١٠هـ،

۲۹۲ھ).

۱۱: الاحاد والمثانی: امام أبوبکر أحمد بن عمرو بن أبي عاصم الضحاك بن مخلد الشیبانی (۲۰۶ھ، ۲۸۷ھ).

۱۲: مسند الرویانی: امام أبوبکر محمد بن هارون (المتوفی، ۳۰۷ھ).

۱۳: مشکل الآثار: أبوجعفر أحمد بن محمد بن سلامه الطحاوی حنفی (۲۳۷ھ، ۳۲۱ھ).

۱٤: تفسیر طبري: امام أبوجعفر محمد بن جریر بن کثیر طبری (۲۲٤ھ، ۳۱۰ھ).

۱۵: تفسیر ابن أبي حاتم: امام أبومحمد عبد الرحمن بن أبي حاتم (۲٤۰ھ، ۳۲۷ھ).

۱٦: مسند أبوعوانة: امام أبوعوانه یعقوب بن إسحاق بن إبراهیم نیشاپوری (المتوفی ۳۱٦ھ).

متاخرین کی بعض متفرق کتب کے نام:

۱۷: مسند الشامین: امام أبوالقاسم سلیمان بن أحمد بن أیوب الطبراني (۲٦۰ھ، ۳٦۰ھ).

۱۸: کتاب الدعاء: امام أبوالقاسم سلیمان بن أحمد بن أیوب الطبراني (۲٦۰ھ، ۳٦۰ھ).

۱۹: صحیح ابن سکن: امام أبوعلی سعید بن عثمان بن سعید سکن بغدادی (۲۹٤ھ، ۳۵۳ھ).

۲۰: دلائل النبوة: امام أبونعیم أحمد بن عبدالله بن أحمد بن إسحاق اصفهانی (۳۳٦ھ، ٤۳۰ھ).

۲۱: الأوسط لابن المنذر: امام أبوبكر محمد بن إبراهيم بن منذر (المتوفى، ۳۱۸هـ).

۲۲: السنن الصغرى: امام أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقى (۳۸٤هـ، ٤٥٨هـ).

۲۳: معرفة السنن والآثار: امام أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقى (۳۸٤هـ، ٤٥٨هـ).

۲٤: شرح السنة: امام أبومحمد حسين بن مسعود بن محمد بن فراء محى السنة بغوى (٤۳٦هـ، ٥١٦هـ).

۲٥: الدعوات الكبير: امام أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقى (۳۸٤هـ، ٤٥٨هـ).

۲٦: الآداب: امام أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي (۳۸٤هـ، ٤٥٨هـ).

۲۷: كتاب الزهد: امام أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي (۳۸٤هـ، ٤٥٨هـ).

۲۸: فضائل صحابة: امام أبونعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد بن إسحاق اصفهاني (۳۳٦هـ، ٤۳۰هـ).

۲۹: الأستيعاب فى الصحابة: امام أبوعمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر بن عاصم قرطبى (۳٦٨هـ، ٤٦۳هـ).

۳۰: التمهيد: امام أبوعمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبد البر بن عاصم قرطبى (۳٦٨هـ، ٤٦۳هـ).

۳۱: كتاب الثقات: امام أبوحاتم محمد بن حبان السبتى (۲۷٤هـ، ۳٥٤هـ).

۳۲: تاريخ دمشق: امام أبوالقاسم على بن حسن بن هبة الله ابن عساكر دمشقى (٤۹۹هـ، ٥۷۱هـ).

۳۳: احادیث المختارة: امام أبوعبداللّٰه محمد بن عبد الواحد بن أحمد بن عبدالرحمن سعدي (۵۶۹هـ، ۶۴۳هـ).

۳۴: سیر أعلام النبلاء: امام أبوعبداللّٰه محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (۶۷۳هـ، ۷۴۸هـ).

۳۵: تاریخ الإسلام: امام أبوعبداللّٰه محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (۶۷۳هـ، ۷۴۸هـ).

۳۶: العبر في خبر من عنبر: امام أبوعبداللّٰه محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (۶۷۳هـ، ۷۴۸هـ).

۳۷: مجمع الزوائد: نور الدین علی بن أبي بكر الهیثمی (المتوفی، ۸۰۷هـ).
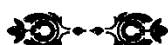
فهرس المصادروالمراجع

کتب احادیث متقدمین:

۱: صحیح بخاري، مترجم: امام المحدثین امام أبوعبداللہ محمد بن إسماعیل البخاري، (۱۹٤ھـ، ۲۵٦ھـ)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

۲: صحیح مسلم، مترجم: امام مسلم بن الحجاج (۲۰٤ھـ، ۲٦۱ھـ)، نعمانی کتب خانہ، لاہور۔

۳: سنن أبوداؤد، مترجم: امام أبوداؤد سلیمان بن الأشعث السجستاني، (۲۰۲ھـ، ۲۷۵ھـ)، نعمانی کتب خانہ، لاہور۔

٤: سنن نسائی، مترجم: امام أبوعبدالرحمن أحمد بن شعیب بن علي بن سنان بن بحر بن دینار، (۲۱۵ھـ، ۳۰۳ھـ)، نعمانی کتب خانہ، لاہور۔

۵: سنن ترمذی، مترجم: امام أبوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، (۲۱۰ھـ، ۲۷۹ھـ)، جامعہ تعلیم القرآن والحدیث ساہو والا سیالکوٹ۔

٦: سنن ابن ماجہ، مترجم: امام أبوعبداللہ محمد بن یزید القزویني، (۲۰۹ھـ، ۲۷۳ھـ)، مہتاب کمپنی تاجران کتب، لاہور۔

۷: سنن الدارمی، مترجم: امام أبومحمد عبد اللہ بن عبد الرحمن، (۱۸۱ھـ، ۲۵۵ھـ)، شبیر برادرز أردو بازار، لاہور۔

۸: سنن الدارمی: امام أبومحمد عبداللہ بن عبد الرحمن، (۱۸۱ھـ، ۲۵۵ھـ)، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

۹: الموطا، مترجم: امام أبوعبداللہ مالك بن أنس، (۹۳ھـ، ۱۷۹ھـ)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

۱۰: مسند أحمد: امام أبوعبداللہ أحمد بن حنبل، (۱٦٤ھـ، ۲٤۱ھـ)، نشر

السنة، ملتان.

۱۱: مسند أحمد، مترجم: امام أبوعبدالله أحمد بن حنبل، (۱٦٤هـ، ۲٤۱هـ)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور.

۱۲: مصنف عبد الرزاق، مترجم: امام أبوبکر عبد الرزاق بن همام بن نافع الصنعانی، (۱۲٦هـ، ۲۱۱)ـ، شبیر برادرز، لاہور.

۱۳: مصنف ابن أبي شيبة، امام أبوبکر عبدالله بن محمد بن أبي شيبة، (۱٥۹هـ، ۲۳٥هـ)، مکتبہ امدادیہ، ملتان.

۱٤: مصنف ابن أبي شيبة، مترجم: امام أبوبکر عبدالله بن محمد بن أبي شيبة (۱٥۹هـ، ۲۳٥هـ)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور.

۱٥: مسند أبوداؤد الطيالسي، مترجم: امام أبوداؤد سليمان بن داؤد بن الجارود الطيالسی، (۱۲٤هـ، ۲۰٤هـ)، ادارہ القرآن والعلوم اسلامیہ، کراچی.

۱٦: مسند عبد الله بن مبارك: امام أبوعبد الرحمن عبد الله بن مبارك، (۱۱۸هـ، ۱۸۱هـ)، مکتبہ المعارف، الریاض.

۱۷: مسند الحميدي: امام أبوبکر عبد الله بن زبير الحميدي، (المتوفی ۲۱۹هـ)، اہل حدیث ٹرسٹ، کراچی.

۱۸: مسند الحميدي، مترجم: امام أبوبکر عبد الله بن زبير الحميدي، (المتوفی ۲۱۹هـ)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور.

۱۹: مسند الشافعي: امام أبوعبدالله محمد بن إدريس الشافعي، (۱٥۰هـ، ۲۰٤هـ)، دارالکتب العلمية، بيروت.

۲۰: مسند الشافعي، مترجم: امام أبوعبدالله محمد بن إدريس الشافعي، (۱٥۰هـ، ۲۰٤هـ)، شبیر برادرز، لاہور.

۲۱: مسند إسحاق بن راهوية: إمام أبويعقوب إسحاق بن إبراهيم بن راهوية، (۱٦۱هـ، ۲۳۸هـ)، دارالکتاب العربي، بيروت.

۲۲: مسند إسحاق بن راهوية، مترجم: امام أبويعقوب إسحاق بن إبراهيم بن

راھویہ، (١٦١ھـ، ٢٣٨ھـ)، انصار السنة پبلیکیشنز، لاھور.

٢٣: مسند ابن الجعد: امام أبوالحسن علي بن الجعد بن عبيد الجوهري، (١٣٤ھـ، ٢٣٠ھـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

٢٤: المنتقى لابن الجارود: امام أبومحمد عبدالله بن علي بن الجارود، (٢٣٠ھـ، ٣٠٧ھـ)، دارالقلم، بيروت.

٢٥: المنتقى لابن الجارود، مترجم: امام أبو محمد عبد الله بن علي بن الجارود، (٢٣٠ھـ، ٣٠٧ھـ)، انصار السنة پبلیکیشنز، لاھور.

٢٦: مسند السراج: امام أبوالعباس محمد بن إسحاق بن إبراهيم السراج، (٢١٦ھـ، ٣١٣ھـ)، ادارة العلوم الاثرية، فيصل آباد.

٢٧: مسند أبويعلى: امام أبويعلى أحمد بن علي الموصلي، (٢١٠ھـ، ٣٠٧ھـ)، دارالمعرفة، بيروت.

٢٨: مسند أبويعلى، مترجم: امام أبويعلى أحمد بن على الموصلى، (٢١٠ھـ، ٣٠٧ھـ)، پروگریسو بکس، لاھور.

٢٩: السنن الكبرى للنسائي: امام أبوعبدالرحمن أحمد بن شعيب بن علي بن سنان بن بحر بن دينار، (٢١٥ھـ، ٣٠٣ھـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

٣٠: عمل اليوم والليلة، مترجم: امام أبوعبدالرحمن أحمد بن شعيب بن علي بن سنان بن بحر بن دينار، (٢١٥ھـ، ٣٠٣ھـ)، مکتبہ حسینیہ، گوجرانوالہ.

٣١: صحيح ابن خزيمة، مترجم: امام أبوبكر محمد بن إسحاق بن خزيمة، (٢٢٣ھـ، ٣١١ھـ)، اشاعة الكتاب والسنة كراچی.

٣٢: الأدب المفرد، مترجم: امام المحدثين امام أبوعبدالله محمد بن إسماعيل البخاري، (١٩٤ھـ، ٢٥٦ھـ)، دارالاشاعت، کراچی.

٣٣: جزء رفع اليدين، مترجم: امام المحدثين امام أبوعبدالله محمد بن إسماعيل البخاري، (١٩٤ھـ، ٢٥٦ھـ)، مکتبہ إسلامیہ، لاھور.

۳۴: جزء القرآءة، مترجم: امام المحدثين امام أبوعبدالله محمد بن إسماعيل البخاري، (۱۹٤هـ، ٢٥٦هـ)، مكتبه إسلاميه، لاهور.

۳۵: شمائل الترمذي، مترجم: امام أبوعيسى محمد بن عيسى، (۲۱۰هـ، ۲۷۹هـ)، مكتبه إسلاميه، لاهور.

٣٦: كتاب السنة: امام أبوبكر أحمد بن عمرو بن أبي عاصم الضحاك بن مخلد الشيباني، (٢٠٦هـ، ۲۸۷هـ)، المكتب الإسلامي، بيروت.

۳۷: كتاب السنة، مترجم: امام أبوعبدالله محمد بن نصر بن حجاج المروزي، (۲۰۲هـ، ٢٩٤هـ)، انصار السنة پبليكيشنز، لاهور.

۳۸: شرح معانی الآثار، مترجم: أبوجعفر أحمد بن محمد بن سلامه الطحاوي حنفي (۲۳۷هـ، ۳۲۱هـ)، حامد اينڈ كمپنى، لاهور.

کتب احادیث متاخرین:

۳۹: المعجم الكبير، مترجم: امام أبوالقاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني، (٢٦٠هـ، ٣٦٠هـ)، پروگريسوبكس، لاهور.

٤٠: المعجم الأوسط، مترجم: امام أبوالقاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني، (٢٦٠هـ، ٣٦٠هـ)، پروگريسو بكس، لاهور.

٤١: المعجم الصغير: مترجم:، امام أبوالقاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني، (٢٦٠هـ، ٣٦٠هـ)، انصار السنة پبليكيشنز، لاهور.

٤٢: المعجم الصغير: امام أبوالقاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني، (٢٦٠هـ، ٣٦٠هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

٤٣: صحيح ابن حبان: امام أبوحاتم محمد بن حبان السبتي، (٢٧٤هـ، ٣٥٤هـ)، المكتبة الاثرية، سانگله هل.

٤٤: صحيح ابن حبان، مترجم: امام أبوحاتم محمد بن حبان السبتي، (٢٧٤هـ، ٣٥٤هـ)، شبير برادرز، لاهور.

٤٥: عمل اليوم والليلة: امام أبوبكر أحمد بن محمد بن إسحاق الدنيورى،

(۲۸۰هـ، ۳٦٤هـ)، دارالكتاب العربي، بيروت.

٤٦: عمل اليوم والليلة، مترجم: امام أبوبكر أحمد بن محمد بن إسحاق الدنيورى، (۲۸۰هـ، ۳٦٤هـ)، مشتاق بك كارنر، لاهور.

٤٧: سنن الدارقطني: امام أبوالحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي، (۳۰٦هـ، ۳۸٥هـ)، نشر السنة، ملتان.

٤٨: سنن الدارقطني، مترجم: امام أبوالحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي، (۳۰٦هـ، ۳۸٥هـ)، شبير برادرز، لاهور.

٤٩: مستدرك الحاكم: امام أبوعبدالله محمد بن عبدالله بن محمد بن حمدويه بن نعيم الحاكم، (۳۲۱هـ، ٤۰٥هـ)، دارالفكر، بيروت.

٥٠: مستدرك الحاكم، مترجم: امام أبوعبدالله محمد بن عبدالله بن محمد بن حمدويه بن نعيم الحاكم، (۳۲۱هـ، ٤۰٥هـ)، شبير برادرز، أُردو بازار، لاهور.

٥١: السنن الكبرى: امام أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي، (۳۸٤هـ، ٤٥۸هـ)، اداره تاليفات اشرفيه، ملتان.

٥٢: السنن الكبرى، مترجم: امام أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي، (۳۸٤هـ، ٤٥۸هـ)، مكتبه رحمانيه، لاهور.

٥٣: شعب الايمان، مترجم: امام أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي، (۳۸٤هـ، ٤٥۸هـ)، دارالاشاعت، كراچى.

٥٤: كتاب الأسماء والصفات: امام أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي، (۳۸٤هـ، ٤٥۸هـ)، مكتبه الاثرية، سانگله هل.

٥٥: دلائل النبوة، مترجم: امام أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي، (۳۸٤هـ، ٤٥۸هـ)، دارالاشاعت، كراچى.

٥٦: حلية الاولياء، مترجم: امام أبونعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد بن إسحاق اصفهاني، (۳۳٦هـ، ٤۳۰هـ)، دارالاشاعت كراچى.

۵۷: مسند الشهاب، مترجم: امام أبوعبدالله محمد بن سلامه بن جعفر بن علي القضاعي (المتوفى ٤٥٤هـ)، پروگریسو بکس، لاهور.

۵۸: المحلي، مترجم: امام أبومحمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم بن غالب، (٣٨٤هـ، ٤٥٦هـ)، دارالدعوة السلفية، لاهور.

کتب أسماء الرجال وعلل متقدمین:

۵۹: تاريخ يحيى بن معين، امام أبوبكر زكريا يحيى بن معين بن عون البغدادي، (١٥٨هـ، ٢٣٣هـ)، مكتبه دارالقلم، بيروت.

٦٠: تاريخ يحيى بن معين: امام أبو زكريا يحيى بن معين بن عون البغدادي، (١٥٨هـ، ٢٣٣هـ)، الفاروق الحديثيه للطباعة والنشر، القاهرة.

٦١: سوالات ابن الجنيد: امام أبوزكريا يحيى بن معين بن عون البغدادي، (١٥٨هـ، ٢٣٣هـ)، عالم الكتب بيروت.

٦٢: سوالات ابن الجنيد: امام أبو زكريا يحيى بن معين بن عون البغدادي، (١٥٨هـ، ٢٣٣هـ)، الفاروق الحديثه للطباعة والنشر، القاهره.

٦٣: تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي: امام أبو زكريا يحيى بن معين بن عون البغدادي، (١٥٨هـ، ٢٣٣هـ)، دارالمامون، للتراث بيروت.

٦٤: تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي: امام أبو زكريا يحيى بن معين بن عون البغدادي، (١٥٨هـ، ٢٣٣هـ)، الفاروق الحديثه للطباعة النشر، القاهره.

٦٥: سوالات عثمان بن طالوت: امام أبو زكريا يحيى بن معين بن عون البغدادي، (١٥٨هـ، ٢٣٣هـ)، الفاروق الحديثه للطباعة النشر، القاهره.

٦٦: معرفة الرجال: امام أبو زكريا يحيى بن معين بن عون البغدادي، (١٥٨هـ، ٢٣٣هـ)، الفاروق الحديثه للطباعة النشر، القاهره.

٦٧: كتاب العلل: امام أبوالحسن علي بن عبدالله بن جعفر السعدي المديني، (١٦١هـ، ٢٣٤هـ)، المكتب الإسلامي، بيروت.

٦٨: سوالات محمد بن عثمان بن أبي شيبة: امام أبوالحسن علي بن عبدالله بن

جعفر السعدي المديني، (١٦١هـ، ٢٣٤هـ)، مكتبة المعارف الرياض، سعودی عرب.

٦٩: سوالات محمد بن عثمان بن أبي شيبة: امام أبوالحسن علي بن عبدالله بن جعفر السعدي المديني، (١٦١هـ، ٢٣٤هـ)، الفاروق الحديثه للطباعة والنشر، القاهرة.

٧٠: كتاب العلل ومعرفة الرجال: امام أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل، (١٦٤هـ، ٢٤١هـ)، دارالقبس للنشر والتوزيع المكه العربية السعودية.

٧١: كتاب العلل ومعرفة الرجال: امام أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل، (١٦٤هـ، ٢٤١هـ)، الفاروق الحديثه للطباعة والنشر، القاهرة.

٧٢: العلل ومعرفة الرجال رواية المروزى: امام أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل، (١٦٤هـ، ٢٤١هـ)، الفاروق الحديثه للطباعة النشر، القاهرة.

٧٣: مسائل الامام أبي عبدالله لأحمد: امام أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل، (١٦٤هـ، ٢٤١هـ)، الفاروق الحديثه للطباعة والنشر، القاهرة.

٧٤: سوالات أبي داؤد لأحمد: امام أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل، (١٦٤هـ، ٢٤١هـ)، الفاروق الحديثه للطباعة والنشر، القاهره.

٧٥: سوالات أبي داؤد لأحمد: امام أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل، (١٦٤هـ، ٢٤١هـ)، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة.

٧٦: سوالات الأثرم لأحمد: امام أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل، (١٦٤هـ، ٢٤١هـ)، الفاروق الحديثه للطباعة والنشر، القاهرة.

٧٧: التاريخ الكبير: امام المحدثين امام أبوعبدالله محمد بن إسماعيل البخاري، (١٩٤هـ، ٢٥٦هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

٧٨: التاريخ الأوسط: امام المحدثين امام أبوعبدالله محمد بن إسماعيل البخاري، (١٩٤هـ، ٢٥٦هـ)، دارالصميحي للنشر والتوزيع، الرياض.

٧٩: التاريخ الصغير: امام المحدثين امام أبوعبدالله محمد بن إسماعيل

البخاري، (١٩٤هـ، ٢٥٦هـ)، دارالمعرفة، بيروت.

٨٠: كتاب الضعفاء: امام المحدثين امام أبوعبدالله محمد بن إسماعيل البخاري، (١٩٤هـ، ٢٥٦هـ)، مكتبه اسلاميه لاهور.

٨١: كتاب الجرح والتعديل: امام أبومحمد عبد الرحمن بن أبي حاتم، (٢٤٠هـ، ٣٢٧هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

٨٢: علل الحديث: امام أبومحمد عبد الرحمن بن أبي حاتم، (٢٤٠هـ، ٣٢٧هـ)، مكتبه الرشد، الرياض.

٨٣: كتاب المراسيل: امام أبومحمد عبد الرحمن بن أبي حاتم: (٢٤٠هـ، ٣٢٧هـ)، المكتبة الاثرية، سانگله هل.

٨٤: كتاب الضعفاء: امام أبوزرعة عبدالله بن عبد الكريم بن يزيد، (٢٠٠هـ، ٢٦٤هـ)، الجامعه الاسلامية، بالمدينة المنورة.

٨٥: كتاب الضعفاء: امام أبوزرعة عبدالله بن عبد الكريم بن يزيد، (٢٠٠هـ، ٢٦٤هـ)، الفاروق الحديثة للطباعة والنشر، القاهرة.

٨٦: طبقات ابن سعد: امام أبوعبدالله محمد بن سعد البصري، (١٥٨هـ، ٢٣٠هـ)، نفیس اکیڈمی، کراچی.

٨٧: التاريخ الكبير: امام أبوبكر أحمد بن أبي خيثمه زهير بن حرب، (١٨٩هـ، ٢٧٩هـ)، شركة غراس النشر والتوزيع.

٨٨: التاريخ الثقات: امام أحمد بن عبد الله العجلي، (١٨٢هـ، ٢٦١هـ)، المكتبة الاثرية، سانگله هل.

٨٩: كتاب احوال الرجال: امام أبوإسحاق إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني، (المتوفى ٢٥٩هـ)، السيد صبيحي البدري اسامرائي.

٩٠: كتاب المعرفة والتاريخ: امام أبويوسف يعقوب بن سفيان الفسوي، (المتوفي ٢٧٧هـ)، المكتبة العلمية، بيروت.

٩١: تاريخ أبي زرعة الدمشقي: امام أبوزرعة عبدالرحمن بن عمرو بن عبدالله

بن صفوان، (المتوفی ۲۸۱ھـ)، دارالکتب العلمیة، بیروت.
۹۲: کتاب الضعفاء والمتروکین: امام أبوعبدالرحمن أحمد بن شعیب بن علي بن سنان بن بحر بن دینار، (۲۱۵ھـ، ۳۰۳ھـ)، المکتبة الاثریة، سانگله هل.
۹۳: کتاب الضعفاء الکبیر: امام أبوجعفر محمد بن عمرو بن موسی العقیلي، (المتوفي ۳۲۲ھـ)، دارالکتب العلمیة، بیروت.
۹۴: کتاب الضعفاء الکبیر: امام أبوجعفر محمد بن عمرو بن موسی العقیلي، (المتوفي ۳۲۲ھـ)، مکتبة دارابن عباس، مصر.
۹۵: العلل الصغیر: امام أبوعیسی محمد بن عیسی، (۲۱۰ھـ، ۲۷۹ھـ)، جامعه تعلیم القرآن والحدیث ساهو والا سیالکوٹ.
۹۶: کتاب الکني والاسماء: امام مسلم بن الحجاج، (۲۰۴ھـ، ۲۶۱ھـ)، دارالفرقان، القاهرة.

کتاب اسماء الرجال متاخرین:

۹۷: کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین: امام أبوحاتم محمد بن حبان السبتي، (۲۷۴ھـ، ۳۵۴ھـ)، دارالصمیعي للنشر والتوزیع، الریاض.
۹۸: کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین: امام أبوحاتم محمد بن حبان السبتي، (۲۷۴ھـ، ۳۵۴ھـ)، تحقیق محمود إبراهیم زاید.
۹۹: الکامل في ضعفاء الرجال: امام أبوأحمد عبدالله بن عدي، (۲۷۷ھـ، ۳۶۵ھـ)، دارالکتب العلمیة، بیروت.
۱۰۰: کتاب الضعفاء والمتروکون: امام أبوالحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي، (۳۰۶ھـ، ۳۸۵ھـ)، دراسة وتحقیق الدکتور عبد الرحیم محمد أحمد القسفري.
۱۰۱: سوالات حمزه بن یوسف السهمي للدارقطني: امام أبوالحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي، (۳۰۶ھـ، ۳۸۵ھـ)، مکتبة المعارف،

الرياض .

۱۰۲: سوالات حمزه بن يوسف السهمي للدارقطني: امام أبوالحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي، (۳۰٦هـ، ۳۸٥هـ)، الفاروق الحديثة للطباعة والنشر، القاهرة .

۱۰۳: سوالات الحاكم للدارقطني: امام أبوالحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي، (۳۰٦هـ، ۳۸٥هـ)، مكتبة المعارف، الرياض .

۱۰٤: سوالات الحاكم للدارقطني: امام أبوالحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي، (۳۰٦هـ، ۳۸٥هـ)، الفاروق الحدثية للطباعة والنشر، القاهرة .

۱۰٥: سوالات البرقاني للدارقطني: امام أبوالحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي، (۳۰٦هـ، ۳۸٥هـ)، الفاروق الحدثية للطباعة والنشر، القاهرة .

۱۰٦: سوالات أبوعبدالله بن بكير للدارقطني: امام أبوالحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي، (۳۰٦هـ، ۳۸٥هـ)، الفاروق الحدثية للطباعة والنشر، القاهرة .

۱۰۷: كتاب العلل: امام أبوالحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي، (۳۰٦هـ، ۳۸٥هـ)، دار الترومرية، الرياض .

۱۰۸: تاريخ الثقات: امام أبوحفص عمر بن أحمد بن عثمان المعروف بابن شاهين، (المتوفي ۳۸٥هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت .

۱۰۹: كتاب الضعفاء والكذابين: امام أبوحفص عمر بن أحمد بن عثمان المعروف بابن شاهين، (المتوفي ۳۸٥هـ)، دراسة وتحقيق الدكتور عبد الرحيم محمد أحمد القسفري .

۱۱۰: كتاب الضعفاء: امام أبونعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران، (۳۳٦هـ، ٤۳۰هـ)، دارالثقافة تحقيق الدكتور

فاروق.

١١١: المدخل إلى الصحيح: امام أبوعبدالله محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نعيم الحاكم، (٣٢١هـ، ٤٠٥هـ)، تحقيق ربيع بن هادي عمير المدخلي.

١١٢: تاريخ بغداد: امام أبوبكر أحمد بن علي بن ثابت بالخطيب البغدادي، (٣٩٢هـ، ٤٦٣هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

١١٣: كتاب الضعفاء والمتروكين: امام أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد بن الجوزي، (٥١٠هـ، ٥٩٧هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

١١٤: تهذيب الكمال في أسماء الرجال: امام أبوالحجاج يوسف بن زكي عبد الرحمن بن يوسف المزي، (٦٥٤هـ، ٧٤٢هـ)، دارالفكر، بيروت.

١١٥: ميزان الاعتدال في نقد الرجال: امام أبوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، (٦٧٣هـ، ٧٤٨هـ)، المكتبة الاثرية، سانگله هل شيخوپوره.

١١٦: ميزان الاعتدال في نقد الرجال: مترجم: امام أبوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، (٦٧٣هـ، ٧٤٨هـ)، مكتبه رحمانيه، لاهور.

١١٧: الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة: امام أبوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، (٦٧٣هـ، ٧٤٨هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

١١٨: تذكرة الحفاظ، مترجم: إمام أبوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، (٦٧٣هـ، ٧٤٨هـ)، اسلامك پبلشنگ هاؤس، لاهور.

١١٩: المغني في الضعفاء: امام أبوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، (٦٧٣هـ، ٧٤٨هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

١٢٠: ديوان الضعفاء والمتروكين: امام أبوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، (٦٧٣هـ، ٧٤٨هـ)، مكتبةالنهفة الحديثة مكة المكرمة.

١٢١: ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل: امام أبوعبدالله محمد بن أحمد

بن عثمان الذهبي، (٦٧٣هـ، ٧٤٨هـ)، المكتبة العلمية، لاهور.

١٢٢: تهذيب التهذيب في رجال الحديث: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (٧٧٣هـ، ٨٥٢هـ)، دار احيا التراث العربي، بيروت.

١٢٣: تهذيب التهذيب في رجال الحديث: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (٧٧٣هـ، ٨٥٢هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

١٢٤: تقريب التهذيب: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (٧٧٣هـ، ٨٥٢هـ)، فاران اكيڈمی، لاهور.

١٢٥: تقريب التهذيب، مترجم: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (٧٧٣هـ، ٨٥٢هـ)، مكتبه رحمانيه، لاهور.

١٢٦: لسان الميزان في أسماء الرجال: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (٧٧٣هـ، ٨٥٢هـ)، ادارة تاليفات اشرفيه، ملتان.

١٢٧: تعجيل المنفعة: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (٧٧٣هـ، ٨٥٢هـ)، دارالبشائر الاسلامية، بيروت.

١٢٨: خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال: امام صفى الدين أحمد بن عبدالله الخزرجي، (المتوفي، ٩٢٣هـ)، المكتبة الاثرية، سانگله هل شيخوپوره.

١٢٩: المتكلمون في الرجال: امام أبوعبدالله محمد بن عبد الرحمن السخاوي، (٨٣١هـ، ٩٠٢هـ)، المكتبة العلمية، لاهور.

١٣٠: تذكرة الموضوعات والضعفاء: محمد طاهر بن علي النهدي، (المتوفي، ٩٨٦هـ)، كتب خانه مجيديه، ملتان.

١٣١: كتاب ناسخ الحديث ومنسوخه: امام أبوحفص عمر بن أحمد بن عثمان

بن أحمد المعروف بابن شاهين البغدادي، (٢٩٧هـ، ٣٨٥هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

متفرق کتب متقدمین:

١٣٢: كتاب الأم: امام أبوعبدالله محمد بن إدريس الشافعي، (١٥٠هـ، ٢٠٤هـ)، دارالحديث، القاهرة.

١٣٣: كتاب الرسالة: امام أبوعبدالله محمد بن إدريس الشافعي، (١٥٠هـ، ٢٠٤هـ)، دارالكتاب العربي، بيروت.

١٣٤: كتاب الرسالة، مترجم: امام أبوعبدالله محمد بن إدريس الشافعي، (١٥٠هـ، ٢٠٤هـ)، محمد سعيد اينڈ تاجران كتب قرآن محل، کراچی.

١٣٥: آداب الشافعي ومناقبه: امام أبومحمد عبد الرحمن بن أبي حاتم، (٢٤٠هـ، ٣٢٧هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

١٣٦: فضائل صحابة، مترجم: امام أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل، (١٦٤هـ، ٢٤١هـ)، بك كارنر، جهلم.

١٣٧: كتاب تاويل مختلف الحديث: امام أبومحمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة، (المتوفي، ٢٧٦هـ)، مكتبة اسلاميه، كوئٹه.

١٣٨: كتاب الزهد: امام أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل، (١٦٤هـ، ٢٤١هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

١٣٩: كتاب المراسيل: امام أبوداؤد سليمان بن الأشعث السجستاني، (٢٠٢هـ، ٢٧٥هـ)، دارالصميعي للنشر والتوزيع، الرياض.

١٤٠: كتاب السنة: امام أبوعبد الرحمن عبدالله بن أحمد بن محمد بن حنبل، (٢١٣هـ، ٢٩٠هـ)، رمادي للنشر، الرياض.

١٤١: كتاب الاسامي والكني: امام عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل، (١٦٤هـ، ٢٤١هـ)، مكتبة دارالاقصى، الكويت.

١٤٢: خلق افعال العباد: امام المحدثين امام أبوعبدالله محمد بن إسماعيل

البخاري، (١٩٤هـ، ٢٥٦هـ)، الناشر دارالسلفية، الكويت.

١٤٣: كتاب الضعفاء: امام أبويحيى زكريا بن يحيى بن عبد الرحمن بن بحر بن عدي بن عبد الرحمن الساجي، (٢١٧هـ، ٣٠٧هـ)، دارالكتاب الاسلامي، القاهرة.

١٤٤: تاريخ طبري، مترجم: امام أبوجعفر محمد بن جرير بن كثير طبري، (٢٢٤هـ، ٣١٠هـ)، نفيس اكيڈمی، کراچی.

متفرق کتب متاخرین:

١٤٥: معرفة علوم الحديث: امام أبوعبد الله محمد بن عبدالله بن محمد بن حمدويه بن نعيم الحاكم، (٣٢١هـ، ٤٠٥هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

١٤٦: معرفة علوم الحديث، مترجم: امام أبوعبد الله محمد بن عبدالله بن محمد بن حمدويه بن نعيم الحاكم، (٣٢١هـ، ٤٠٥هـ)، اداره ثقافت اسلاميه، لاهور.

١٤٧: المحدث الفاصل بين الراوي والواعي: امام أبومحمد الحسن بن عبد الرحمن بن خلاد الرامهرمزي، (المتوفى ٣٦٠هـ)، دارالذخائر احياء التراث امة.

١٤٨: كتاب الشريعه: امام أبوبكر محمد بن حسين الاجري، (المتوفي ٣٦٠هـ)، دارالحديث، القاهرة.

١٤٩: الجامع لاخلاق الراوي وآداب السامع: امام أبوبكر أحمد بن علي بن ثابت المعروف بالخطيب البغدادي، (٣٩٢هـ، ٤٦٣هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

١٥٠: الكفاية في علم الرواية: امام أبوبكر أحمد بن علي بن ثابت المعروف بالخطيب البغدادي، (٣٩٢هـ، ٤٦٣هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

١٥١: جامع بيان العلم وفضله: امام أبوعمر يوسف بن عبد البر النمري القرطبي

الاندلسي، (۳٦۸هـ، ٤٦۳هـ)، دارالفكر، بيروت.

۱٥۲: جامع بيان العلم وفضله: مترجم: امام أبوعمر يوسف بن عبد البر النمري القرطبي الاندلسي، (۳٦۸هـ، ٤٦۳هـ)، ادارة اسلاميات، لاهور.

۱٥۳: مقدمة ابن الصلاح: امام أبوعمرو عثمان بن عبد الرحمن، (٥۷۷هـ، ٦٤۳هـ)، فاروقى كتب خانه، ملتان.

۱٥٤: مقدمة ابن الصلاح، مترجم: امام أبوعمر عثمان بن عبد الرحمن، (٥۷۷هـ، ٦٤۳هـ)، مكتبه ناصريه، فيصل آباد.

۱٥٥: أسد الغابة في معرفة الصحابة، مترجم: امام أبوالحسن علي بن اثير ابوالكرم محمد بن محمد عبد الكريم، (٥٥٥هـ، ٦۳۰هـ)، الميزان، لاهور.

۱٥٦: الأذكار: امام أبوزكريا محيي الدين يحيى بن شرف بن مرى النووي، (٦۳۱هـ، ٦۷٦هـ)، دارالكتاب العربي، بيروت.

۱٥۷: المنار المنيف في الصحيح والضعيف: امام شمس الدين أبوعبدالله محمد بن أبوبكر الحنبلي الدمشقي المعروف بابن قيم الجوزية، (٦۹۱هـ، ۷٥۱هـ)، مكتب المطبوعات الإسلامية، بيروت.

۱٥۸: زاد المعاد، مترجم: امام شمس الدين أبوعبدالله محمد بن أبوبكر الحنبلي الدمشقي المعروف بابن قيم الجوزية، (٦۹۱هـ، ۷٥۱هـ)، نفيس اكيڈمي، كراچى.

۱٥۹: الموقظة في علم مصطلح الحديث: امام أبوعبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، (٦۷۳هـ، ۷٤۸هـ)، دارالكتب، پشاور.

۱٦۰: تقريب النووي، مترجم: امام أبوزكريا محي الدين يحيى بن شرف بن مري النووي، (٦۳۱هـ، ٦۷٦هـ)، ادارة الانور، كراچى.

۱٦۱: تلخيص الحبير: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (۷۷۳هـ، ۸٥۲هـ)، المكتبة الاثرية، سانگله هل.

١٦٢: تعريف اهل التقديس: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (٧٧٣هـ، ٨٥٢هـ)، تحقيق الدكتور أحمد بن علي سير المباركي.

١٦٣: نزهة النظر شرح نخبة الفكر: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (٧٧٣هـ، ٨٥٢هـ)، المكتبة الميزان، لاهور.

١٦٤: نزهة النظر في شرح نخبة الفكر، مترجم: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (٧٧٣هـ، ٨٥٢هـ)، اداره اسلاميات، لاهور.

١٦٥: فتح الباري: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (٧٧٣هـ، ٨٥٢هـ)، مكتبه دارالسلام، الرياض.

١٦٦: بلوغ المرام، مترجم: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (٧٧٣هـ، ٨٥٢هـ)، فاروقى كتب خانه، ملتان.

١٦٧: الأصحابة في تمييز الصحابة، مترجم: امام أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، (٧٧٣هـ، ٨٥٢هـ)، مكتبه رحمانيه، لاهور.

١٦٨: تاريخ ابن خلكان، مترجم: امام أبوالعباس أحمد بن محمد بن إبراهيم بن خلكان، (٦٠٨هـ، ٦٨١هـ)، نفيس اكيڈمى، كراچى.

١٦٩: البداية والنهاية المعروف تاريخ ابن كثير، مترجم: امام أبوالفداء إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي (٧٠٠هـ، ٧٧٤هـ)، نفيس اكيڈمى، كراچى.

١٧٠: اختصار علوم الحديث، مترجم: امام أبوالفداء إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي (٧٠٠هـ، ٧٧٤هـ)، مكتبه اسلاميه، لاهور.

١٧١: مقدمة ابن خلدون، مترجم: امام أبوزيد عبد الرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون ولي الدين، (٧٣٢هـ، ٨٠٨هـ)، نفيس اكيڈمى، كراچى.

١٧٢: شرح علل الترمذي: الامام لابن رجب الحنبلي، (٧٣٦هـ، ٧٩٥هـ)، مكتبة الرشد، الرياض.

١٧٣: شرح علل ابن أبي حاتم: امام أبوعبدالله محمد بن أحمد بن عبد الهادي الدمشقي، (٧٠٥هـ، ٧٤٤هـ)، الفاروق الحدثية للطباعة والنشر، القاهرة.

١٧٤: ذيل ميزان الاعتدال: امام أبوالفضل عبد الرحيم بن حسين المعروف بالعراقي، (٧٢٥هـ، ٨٠٦هـ)، لمزكز البحث العلمي واحياء التراث الاسلامي، المكة العربية السعودية.

١٧٥: كتاب ذيل الكاشف: امام أبوزرعه أحمد بن عبد الرحيم العراقي، (المتوفي ٨٢٦هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت.

١٧٦: جامع التحصيل في أحكام المراسيل: امام صلاح الدين أبوسعيد خليل بن كيلكدي العلائي، (٦٩٤هـ، ٧٦١هـ)، مكتبة النهضية العربية، بيروت.

١٧٧: تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل: امام ولي الدين أحمد بن عبد الرحيم بن الحسين أبي زرعة العراقي، (المتوفي ٨٢٦هـ)، مكتبة الرشد، الرياض.

١٧٨: التبيين لأسماء المدلسين: مام أبوالوفاء إبراهيم بن محمد بن سبط ابن العجمي، (٧٥٣هـ، ٨٤١هـ)، مؤسسة الريان للطباعة والنشر، بيروت.

١٧٩: نصب الراية تخريج احاديث الهداية: جمال الدين أبومحمد عبدالله بن يوسف بن محمد الزيلعي الحنفي، (المتوفي ٧٦٢هـ)، قديمى كتب خانه، كراچى.

١٨٠: تدريب الراوي: جلال الدين عبد الرحمن أبوبكر السيوطي (٨٤٩هـ، ٩١١هـ)، قديمى كتب خانه، كراچى.

١٨١: المقاصد الحسنة: امام أبوعبدالله محمد بن عبدالرحمن السخاوي، (٨٣١هـ، ٩٠٢هـ)، دارالكتاب العربي، بيروت.

١٨٢: سبل السلام شرح بلوغ المرام: علامه محمد بن إسماعيل بن صلاح الامير الصنعاني، (١٠٥٩هـ، ١١٨٢هـ)، شريعة اكيڈمى، اسلام آباد.

١٨٣: الأثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، مترجم: ملا على القاري (متوفى ١٠١٤هـ)، نعمانى كتب خانه، لاهور.

١٨٤: نهاية الاغتباط بمن رمي من الرواة بالاختلاط: امام برهان الدين أبوإسحاق إبراهيم بن محمد بن خليل، (٧٥٣هـ، ٨٤١هـ)،

دارالحديث القاهره .

۱۸۵: الكواكب النيرات فى معرنة من اختلط من الرواة الثقات: امام لأبي البركات محمد بن أحمد المعروف بابن الكيال، (٨٦٣هـ، ٩٣٩هـ)، دارالمامون للتراث، بيروت .

۱۸٦: تحفة الأخوذي: امام أبي العلي محمد بن عبد الرحمن بن عبد الرحيم بن بهادر المباركفوري (المتوفى ١٣٥٣هـ)، دار إحياء التراث العربي للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت.

۱۸۷: عون المعبود شرح سنن أبي داؤد: علامه أبي الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادي، (المتوفى ١٣٢٩هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت .

۱۸۸: ذيل لسان الميزان: الشريف حاتم بن عارف العوني، دار عالم الفوائد للنشر والتوزيع مكة المكرمة .

۱۸۹: التدليس في الحديث: مفسر بن عزم الله الدميني

۱۹۰: موسوعة اقوال للدارقطني: الدكتور محمد مهدي المسيلمي، عالم الكتب، بيروت .

۱۹۱: أرواء الغليل في تخريج احاديث منار السبيل: علامه محمد ناصر الدين الباني، (١٩١٤ء، ١٩٩٩ء)، دارالكتب، پشاور .

۱۹۲: تمام المنة في التعليق على فقه السنة: علامه محمد ناصر الدين الباني، (١٩١٤ء، ١٩٩٩ء)، دارالراية، الرياض .

۱۹۳: سلسلة الأحاديث الصحيحة: علامه محمد ناصر الدين الباني، (١٩١٤ء، ١٩٩٩ء)، مكتبة المعارف للنشر والتوزيغ، الرياض .

۱۹٤: سلسلة الأحاديث الضعيفة، مترجم : علامه محمد ناصر الدين الباني، (١٩١٤ء، ١٩٩٩ء)، ضياء السنة، فيصل آباد .

۱۹۵: وسیلہ کے انواع و احکام، مترجم: علامه محمد ناصر الدين الباني، (١٩١٤ء، ١٩٩٩ء)، طارق اکیڈمی، فیصل آباد .

١٩٦: تحرير تقريب التهذيب: الدكتور بشار عواد معروف، الشيخ شعيب الارنوؤط، مؤسسة الرسالة، بيروت.

١٩٧: مرأة البخاري: شيخ الحديث حافظ عبد المنان نور پوري رحمه الله، دارالحسنى، گوجرانواله.

١٩٨: القول المقبول في تخريج وتعليق صلوة الرسول: الشيخ أبو عبد السلام عبد الرؤف بن عبد الحنان حفظه الله، دارالاشاعت اشرفيه، قصور.

١٩٩: مقالات: محدث العصر حافظ زبير علي زئي رحمه الله، (١٩٥٧ء، ٢٠١٣ء)، مكتبه اسلاميه، لاهور.

٢٠٠: أنوار الصحيفة في الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة: محدث العصر حافظ زبير علي زئي رحمه الله، (١٩٥٧ء، ٢٠١٣ء)، مكتبه اسلاميه، لاهور.

٢٠١: الفتح المبين في تحقيق طبقات لمدلسين: محدث العصر حافظ زبير علي زئي رحمه الله، (١٩٥٧ء، ٢٠١٣ء)، مكتبه اسلاميه، لاهور.

٢٠٢: تيسير مصطلح الحديث مترجم: ڈاكٹر محمود الطحان، مكتبه قدوسيه، لاهور.

٢٠٣: علوم الحديث، مترجم: ڈاكٹرمبحي صالح، ملك سنز، فيصل آباد.

٢٠٤: معجم مصطلحات حدث: سيّد احمد زكريا غوري ندوي، زمزم پبلشرز، كراچي.

٢٠٥: التحديث في علوم الحلث: پروفيسر ڈاكٹر عبد الرؤف ظفر، مكتبه قدوسيه، لاهور.

٢٠٦: حديث كا درايتى معيار: محه تقي اميني، قديمى كتب خانه، كراچي.

٢٠٧: ضوابط الجرح والتعديل نضيلة الشيخ ارشاد الحق اثرى حفظه الله، المدينه اسلامك ريسرچ سينز، كراچي.

٢٠٨: كتاب الضعفاء والمتركين للخرم: أبومحمد خرم شهزاد بن محمد حسين بن خير دين آرائيں، كتبة دارالحديث، شيخوپوره.

۱: الصحيفة في الأحاديث الضعيفة من سلسلة الأحاديث الضعيفة للألباني۔ (حصہ اول، مطبوعہ)
۲: صحیح حصن المسلم و ضعیف حصن المسلم۔ (تحقیق وتخریج، مطبوعہ)
۳: صحیح حصن المسلم۔ (تحقیق وتخریج، مطبوعہ)
۴: کتاب الضعفاء والمتروکین۔ (مطبوعہ)
۵: اصول حدیث واصول تخریج۔ (مطبوع)
۶: صلوٰۃ جنازہ میں دائیں طرف ایک سلام پھیرنا سنت ہے۔ (مطبوعہ)
۷: مختصر الحزب الاعظم کی شرعی حیثیت قرآن وسنت کی روشنی میں میں۔ (مطبوع)
۸: خصّی جانور کی قربانی سنت نہیں۔ (مطبوع)
۹: صلوٰۃ وتر کا مسنون طریقہ۔ (مطبوعہ)
۱۰: رمضان گائیڈ۔ (تحقیق وتخریج، مطبوعہ)
۱۱: الجامع الصحیح عن کتاب الجنٰز۔
۱۲: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے صحیح احکام ومسائل۔
۱۳: علم أسماء الرجال وجرح وتعدیل۔ (زیر تکمیل)
۱۴: کتاب الضعفاء والمتروکین۔ (جلد دوم، زیر تکمیل)
۱۵: کتاب الثقات۔ (جلد اوّل، زیر تکمیل)

۱۶:	صحیح سنن ترمذی۔ (زیرِ تکمیل)

۱۷:	ضعیف سنن ترمذی۔ (زیرِ تکمیل)

۱۸:	مقالاتِ سلفی۔

۱۹:	سفر، قصر اور مسح کے صحیح احکام ومسائل۔

۲۰:	قربانی کے تین دن ہیں۔

۲۱:	الجامع الصحیح عن کتاب الصلوٰۃ.

۲۲:	رفع یدین، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور محدثین کی نظر میں۔

۲۳:	بسم اللہ بالجھر کا تحقیقی جائزہ۔

۲۴:	بیس رکعات صلوٰۃ تراویح سنت نہیں۔

۲۵:	صحیح مسنون اذکار اور دعائیں۔

۲۶:	الصحیفة في الأحادیث الضعیفة من سلسلة الأحادیث الضعیفة للألبانی۔ (حصہ دوم، زیرِ تکمیل)

علمِ اسماء الرّجال و جرح و تعدیل

تالیف

ابو محمد خرم شہزاد

مکتبۃ التحقیق والتخریج
0333-4104598

اصولِ حدیث
و
اصولِ تخریج

مکتبۃ التحقیق والتخریج
0333-4104598